بسم اللہ الرحمن الرحیم

عُمرہ

کے فضائل و احکام

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران
راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عُمرہ

کے فضائل واحکام

عُمرہ کی فضیلت، عمرہ کا درجہ، عمرہ کے آداب، عمرہ کا طریقہ، عمرہ کے احرام
اوراس کی پابندیوں کا حکم، طواف، سعی اور حلق وقصر کے احکام
عمرہ سے متعلق تفصیلی احکام اور حرمین شریفین، مکہ مکرمہ
ومدینہ منورہ سے متعلق پیش آنے والے مسائل واحکام

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نام کتاب: عُمرہ کے فضائل واحکام

مصنف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مئی 2015ء

صفحات: ۲۰۰

ملنے کے پتے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (از مؤلف)	۱۸
(فصل نمبر ۱) **عمرہ کی فضیلت واہمیت**	۱۹
عمرہ کے معنیٰ	//
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ فرمانا	۲۰
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حج اور عمرہ کرنے کی وصیت	۲۳
عمرہ سے گناہوں کی مغفرت	۲۴
حج وعمرہ کے لئے نکل کر فوت ہونے والے کی فضیلت	۲۵
حج اور عمرہ کرنے والا، اللہ کا وفد ہے	۲۶
حج اور عمرہ خواتین کا جہاد ہے	۲۷
حج کے لئے عمرہ کا سر کے مثل ہونے کی حیثیت	۲۸
حج سے پہلے عمرہ کی ممانعت کی حیثیت	//
جعرانہ سے ستر نبیوں کے عمرہ کرنے کی حیثیت	۳۰
عمرہ کرنے سے حج فرض ہونے کا مسئلہ	//

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(فصل نمبر ۱۵)

حرم، مسجدِ حرام اور بیتُ اللہ سے متعلق متفرق احکام ۱۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

الحمدللہ بندہ محمد رضوان نے حج کے احکام سے متعلق ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' کے نام سے ایک مفصل و مدلّل کتاب تالیف کی تھی، جس کے بعد بعض حضرات کی طرف سے یہ خواہش رہی کہ ''عمرہ کے فضائل واحکام'' پر بھی الگ سے ایک غیر رسمی کتاب تیار ہونی چاہئے، نیز حج کے متعلق بھی مناسکِ حج کی تلخیص واختصار کر کے ایک مختصر کتاب عوام کے لئے تیار ہونی چاہئے، تاکہ عوامُ الناس کو مناسکِ حج کی مفصل کتاب کا محتاج نہ ہونا پڑے۔

مگر یہ دونوں کتابیں مرتب کرنے میں کچھ مشاغل حائل رہے، اب گزشتہ دنوں وقت نکال کر ان دونوں کتابوں پر کام شروع کیا، جن میں سے ''عمرہ کے فضائل واحکام'' والی کتاب بحمداللہ تعالیٰ تیار ہو چکی ہے، جو اس وقت آپ حضرات کے سامنے ہے، اور مناسکِ حج کی تلخیص واختصار والی کتاب بھی امید ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ جلد ہی تیار ہو جائے گی۔

اس کتاب میں اختصار کی غرض سے تفصیلی دلائل اور حواشی میں، فقہی عبارات کو درج نہیں کیا گیا، البتہ اہلِ علم حضرات کے لئے جو عبارات ضروری معلوم ہوئیں، وہ درج کر دی گئی ہیں، اگر اہلِ علم میں سے کوئی صاحب کسی مسئلہ سے متعلق دلائل اور فقہی عبارات کی مراجعت کی ضرورت سمجھیں، تو ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' اور ''حج کا طریقہ'' کی طرف مراجعت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور نافع بنائیں۔ آمین۔ فقط۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان۔ ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۶ھ 05/ مارچ/ 2015ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(فصل نمبر ۱)

عمرہ کی فضیلت واہمیت

قرآن وسنت میں حج کے علاوہ عمرہ کی بھی فضیلت وترغیب بلکہ تاکید آئی ہے۔
اس لئے اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حج کے علاوہ عمرہ کرنا بھی عبادت ہے۔
لیکن کیا عمرہ کرنا بھی حج کی طرح زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، یا پھر سنت ومستحب ہے؟
اس سلسلہ میں فقہائے کرام میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، جس کی تفصیل بعد میں آتی ہے،
پہلے عمرہ کے معنیٰ، اس کا ثبوت اور اس کی فضیلت واہمیت پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

عمرہ کے معنیٰ

''عمرہ'' جس کے ''عین'' پر پیش اور ''میم'' پر جزم ہے، اس کے لغت میں معنیٰ زیارت کرنے کے آتے ہیں۔
اور شریعت کی زبان میں عمرہ کے معنیٰ احرام کے ساتھ بیتُ اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کرنے اور اس کے بعد بال کٹایا منڈا کر احرام سے فارغ ہونے کے آتے ہیں۔
اور عمرہ وحج کے درمیان یہ فرق ہے کہ عمرہ میں احرام شروع کر کے طواف اور سعی کی جاتی ہے، اور بال کٹوایا منڈوا دیئے جاتے ہیں، اور حج میں اس کے علاوہ مزید اعمال مثلاً وقوفِ عرفہ، جمرات کی رمی، مزدلفہ اور منیٰ میں وقوف وغیرہ بھی انجام دیئے جاتے ہیں۔ [1]
اس اعتبار سے حج درحقیقت عمرہ سے بڑی عبادت ہے، اور اسی لئے حج تو اپنی شرائط کے

---

[1] العمرة: بضم العين وسكون الميم لغة: الزيارة، وقد اعتمر إذا أدى العمرة، وأعمره: أعانه على أدائها. واصطلاحا عرفها جمهور الفقهاء بأنها الطواف بالبيت والسعي بين الصفا والمروة بإحرام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص۳۱۴، مادة "عمرة")

ساتھ قطعی طور پر فرض ہے، جبکہ عمرہ کا درجہ فرض سے نیچے کا ہے۔
اور اسی وجہ سے بہت سے اہلِ علم حضرات نے عمرہ کو حجِ اصغر یعنی چھوٹا حج، اور اس کے مقابلہ میں اصل حج کو حجِ اکبر یعنی بڑا حج قرار دیا ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ فرمانا

احادیث وروایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سے زیادہ مرتبہ عمرے کرنے کا ذکر ملتا ہے۔
چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا (ابوداؤد)

اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، جَالِسٌ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ: كَمْ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَرْبَعًا (بخاری) [3]

ترجمہ: میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے، پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے قریب تشریف فرما تھے، پھر انہوں نے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ تو انہوں نے جواب میں (خود ہی) فرمایا کہ چار عمرے کئے (بخاری)

---

[1] ووصف الحج بالأكبر لأن العمرة الحج الأصغر (مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۱۸۴۲، كتاب المناسك، باب خطبة يوم النحر ورمى أيام التشريق والتوديع)
[2] رقم الحديث ۱۹۸۶، كتاب المناسك، باب العمرة.
قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)
[3] رقم الحديث ۴۲۵۳، كتاب المغازى، باب عمرة القضاء.

اور حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اِعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیْثُ رَدُّوْہُ، وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَۃَ الْحُدَیْبِیَۃِ، وَعُمْرَۃً فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ، وَعُمْرَۃً مَعَ حَجَّتِہٖ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ فرمایا، جب آپ کو مشرکین نے (حدیبیہ سے) واپس لوٹا دیا، اور اگلے سال عمرہ حدیبیہ فرمایا، اور ایک عمرہ ذوالقعدہ (کے مہینہ) میں کیا، اور ایک عمرہ حج کے ساتھ کیا (بخاری) [2]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، کُلَّھُنَّ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ، إِلَّا الَّتِیْ کَانَتْ مَعَ حَجَّتِہٖ، عُمْرَۃً مِّنَ الْحُدَیْبِیَۃِ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ، وَعُمْرَۃً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ، وَعُمْرَۃً مِّنَ الْجِعِرَّانَۃِ، حَیْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَیْنٍ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ، وَعُمْرَۃً مَعَ حَجَّتِہٖ (بخاری، رقم الحدیث ۴۱۴۸، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے، سارے کے سارے ذوالقعدہ کے مہینے میں کئے، سوائے اس عمرے کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا، ایک عمرہ حدیبیہ (مقام) سے کیا ذی القعدہ کے مہینے میں، اور ایک عمرہ اگلے سال ذی القعدہ کے مہینے میں کیا، اور ایک عمرہ جعرانہ (مقام) سے کیا، جس وقت آپ نے غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا ذی القعدہ کے مہینے میں، اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا (بخاری)

---

[1] رقم الحدیث ۱۷۷۹، ابواب العمرۃ، باب: کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

[2] قال ابن التین ھذا أراہ وھما لأن التی ردوہ فیھا ھی عمرۃ الحدیبیۃ وأما التی من قابل فلم یردوہ منھا قلت لا وھم فی ذلک لأن کلا منھما کان من الحدیبیۃ ویحتمل أن یکون قولہ عمرۃ الحدیبیۃ یتعلق بقولہ حیث ردوہ (فتح الباری لابنِ حجر، ج۳ص ۶۰۲، قولہ باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةَ الْقَضَآءِ، وَالثَّالِثَةَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ، وَالرَّابِعَةَ الَّتِي مَعَ حَجَّتِهٖ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے فرمائے، ایک عمرہ حدیبیہ والا، اور ایک عمرہ قضاء والا، اور تیسرا عمرہ جعرانہ سے کیا، اور چوتھا عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا (مسند احمد، ابوداؤد)

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ، وَاعْتَمَرَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ وَاعْتَمَرَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهٗ اِعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ بِعُمْرَتِهِ الَّتِي حَجَّ فِيْهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۶۲۹) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا، اور پھر حج سے پہلے عمرہ کیا، اور پھر حج سے پہلے عمرہ کیا (یعنی حج سے پہلے تین عمرے کئے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عمرے کے ساتھ، جس میں حج کیا (مجموعی طور پر) چار عمرے کئے ہیں (مسند احمد)

اور حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عُمَرٍ (مسند احمد، رقم

---

[1] رقم الحديث ۲۹۵۴، ابوداؤد، رقم الحديث ۱۹۹۳، باب العمرة.
قال شعيب الارنؤوط: :إسناده صحيح على شرط البخارى، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عكرمة، فمن رجال البخارى (حاشية مسند احمد)
وقال: اسناده صحيح (حاشية سنن ابى داود)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

الحدیث ۲۶۸۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کئے (مسند احمد)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے عمرے کے علاوہ تین عمرے کئے۔

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، وَحَجَّ حَجَّةً وَّاحِدَةً، قَرَنَ مَعَهَا إِحْدٰى عُمَرِهِ الْأَرْبَعِ (الآثار لابی یوسف) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے، اور ایک حج کیا، ان چار عمروں میں سے ایک عمرہ حج کے ساتھ کیا (آثار لابی یوسف)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجموعی طور پر چار عمرے کئے تھے، جن میں حج کے ساتھ کیا ہوا عمرہ بھی داخل ہے۔ واللہ اعلم۔

نبی ﷺ کی حج اور عمرہ کرنے کی وصیت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَوْصِنِيْ، قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمُ شَهْرَ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ وَتَعْتَمِرُ، وَتَسْمَعُ وَتُطِيْعُ (مستدرک حاکم، ج ۱ ص ۱۱۶، رقم الحدیث ۱۶۵، کتاب الایمان) [3]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ مجھے

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ (حاشیۃ مسند احمد)

[2] رقم الحدیث ۴۸۶، باب القران، وما یجب علیہ من الطواف والسعی.

[3] قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، فإن رواتہ عن آخرھم ثقات ولم یخرجاہ توقیا لما.

وقال الذھبی فی التلخیص: علی شرطھما.

کوئی وصیت فرمادیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اللہ کی عبادت کیجئے، اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیجئے، اور نماز قائم کیجئے، اور زکاۃ ادا کیجئے، اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھیے، اور بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیجئے، اور آپ (حق بات) سنیے، اور اطاعت کیجئے (حاکم)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے اعمال کے ساتھ عمرہ کی بھی وصیت فرمائی، جس سے عمرہ کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوئی۔

عمرہ سے گناہوں کی مغفرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عمرے اپنے درمیان والے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں، اور حجِ مبرور (ومقبول) کا بدلہ صرف جنت ہے (بخاری)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الذُّنُوْبِ، وَالْخَطَايَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۷۰۱) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عمرے اپنے درمیان والے (صغیرہ) گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہوجاتے ہیں، اور حجِ مبرور (ومقبول) کا

---

[1] رقم الحدیث ۱۷۷۳، ابواب العمرۃ، باب وجوب العمرۃ وفضلها.

[2] قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ (حاشیۃ مسند احمد)

بدلہ صرف جنت ہے (مسند احمد)

ان احادیث سے عمرہ کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فی نفسہ ایک سے زیادہ مرتبہ عمرے کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ باعثِ فضیلت بھی ہے، خواہ وہ عمرے الگ الگ سفروں میں کیے جائیں، یا ایک ہی سفر میں کیے جائیں، اور خواہ ایک سال میں کیے جائیں، یا الگ الگ سالوں میں کئے جائیں۔

حج وعمرہ کے لئے نکل کر فوت ہونے والے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْحَاجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْمُعْتَمِرِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ غَازِيًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْغَازِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المعجم الأوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کے لئے نکلے، پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے، اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص عمرہ کے لئے نکلے، پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے، اس کے لیے قیامت

---

[1] رقم الحدیث ۵۳۲۱، ج۵ ص ۲۸۲، باب المیم؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۶۳۵۷.
قال الهيثمي: رواه أبو يعلى وفيه ابن إسحاق وهو مدلس، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۴۵۶)
وقال الالبانی: قلت :وقدوجدت له إسنادا آخر عن الليثی، فقال يحيى بن صاعد فی "مجلسان من الأمالی (ق۲/۵۱) "حدثنا عمرو بن علی قال :أخبرنا أبو معاوية الضرير قال :حدثناهلال بن ميمون الفلسطينی عن عطاء بن يزيد الليثی به .وأخرجه أبو نعيم فی "أخبار أصبهان(۲/۲۱) "من طريق ابن صاعد به، لكنه قال " :الواسطی "بدل "الفلسطينی "، وهو خطأ من الناسخ أو الطابع.
قلت :وهذا إسناد جيد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين غير هلال بن ميمون الفلسطينی، وثقه ابن معين وابن حبان، وقال النسائی :ليس به بأس .وأما أبو حاتم فقال " :ليس بالقوی، يكتب حديثه (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشیء من فقهها وفوائدها، تحت رقم الحديث ۲۵۵۳)

تک عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص (شرعی) جہاد کے لئے نکلے، پھر (راستہ میں) فوت ہوجائے، اس کے لئے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا (طبرانی، ابویعلیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے نکلے، اور پھر وہ فوت ہوجائے، خواہ اس نے ابھی حج یا عمرہ بھی نہ کیا ہو، تو وہ تاقیامت حج یا عمرہ کے ثواب کو پاتا رہے گا، جس سے حج کی فضیلت کے ساتھ ساتھ عمرہ کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی۔

حج اور عمرہ کرنے والا، اللہ کا وفد ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَفْدُ اللهِ ثَلَاثَةٌ اَلْغَازِيُ وَ الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے وفد تین ہیں، ایک غازی (یعنی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا) دوسرے حج کرنے والا، تیسرے عمرہ کرنے والا (نسائی؛ ابنِ حبان)

اللہ کا وفد ہونے سے مراد، اللہ کے نزدیک ان کا قابلِ اکرام اور قابلِ تعظیم ہونا ہے، جس سے عمرہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۶۲۵، كتاب مناسك الحج، باب فضل الحج، السنن الكبرىٰ للنسائي، رقم الحديث ۳۵۹۱، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۳۶۹۲، مستدرک حاكم، رقم الحديث ۱۶۱۱.
قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.
قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، إسناده على شرط مسلم، رجاله رجال الشيخين غير مَخْرَمَةَ بن بكير بن عبد الله بن الأشج، فمن رجال مسلم (حاشية ابنِ حبان)

[2] (وعنه) أی عن أبی هريرة (قال سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يقول: وفد الله ثلاثة) أی ثلاثة أشخاص أو أجناس، (الغازی) أی المجاهد مع الكفار لإعلاء الدين، (والحاج والمعتمر) المتميزون عن سائر المسلمين بتحمل المشاق البدنية، والمالية، ومفارقة الأهلين، وفی النهاية الوفد القوم يجتمعون ويردون البلاد، أو يقصدون الرؤساء للزيارة، أو استرفادا وغير ذلک، والحاصل أنهم قوم معظمون عند الكرماء، ومكرمون عند العظماء، تعطى مطالبهم وتقضى مآربهم (مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۵۵، كتاب المناسک)

حج اور عمرہ خواتین کا جہاد ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ، لَا قِتَالَ فِيهِ: اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ان پر ایسا جہاد ہے، کہ جس میں قتال نہیں (اور وہ) حج اور عمرہ ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جِهَادُ الْكَبِيرِ، وَالصَّغِيرِ، وَالضَّعِيفِ، وَالْمَرْأَةِ: اَلْحَجُّ، وَالْعُمْرَةُ (سنن نسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے اور بچے اور ضعیف اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ کرنا ہے (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ ضعیف مرد حضرات اور عورتیں، جن کو شرعی جہاد کرنا مشکل ہوتا ہے، ان کو حج اور عمرہ کر کے شرعی جہاد کا اجر وثواب حاصل ہو جاتا ہے، پس اس سے حج اور عمرہ کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوئی کہ ان کو عورتوں، بوڑھوں اور ضعیفوں کا جہاد قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۲۹۰۱، كتاب المناسك، باب الحج، جهاد النساء، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۴۶۳.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه و مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۲۶۲۶، كتاب مناسك الحج، باب فضل الحج، واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ۸۷۵۱.
قال المنذري: رواه النسائي بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج۲ ص۱۰۵)

حج کے لئے عمرہ کا سر کے مثل ہونے کی حیثیت

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ عمرہ کا درجہ حج کے لئے ایسا ہے، جیسا کہ جسم کے لئے سر ہوتا ہے، اور روزہ کے لئے زکاۃ ہوتی ہے۔

مگر اس حدیث کی سند شدید ضعیف اور نا قابلِ اعتبار قرار دی گئی ہے۔ [1]

حج سے پہلے عمرہ کی ممانعت کی حیثیت

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] (العمرة فی الحج بمنزلة الرأس من الجسد وبمنزلة الزكاة من الصيام) فيه إشارة إلى وجوب العمرة فلا يكفي الحج عن العمرة ولا عكسه(فر عن ابن عباس) وفيه إسماعيل بن أبی زياد وهم ثلاثة قد رمی كل منهم بالكذب وجويبر قال الذهبی :قال الدارقطنی متروک(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۵۷۳۶)

[2] حدثنا أحمد بن صالح، حدثنا عبد الله بن وهب، أخبرنی حيوة، أخبرنی أبو عيسى الخراسانی، عن عبد الله بن القاسم، عن سعيد بن المسيب، أن رجلا من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم، أتى عمر بن الخطاب رضی الله عنه، فشهد عنده أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم فی مرضه الذی قبض فيه ينهى عن العمرة قبل الحج(ابوداؤد، رقم الحديث ۱۷۹۳)

قال شعيب الارنؤوط:ضعيف، وقال ابن القطان فی "الوهم والإيهام:۳/ ۴۵۱"أبو عيسى الخراسانی مجهول، وعبد الله بن القاسم وأبوه أيضاً لا تعرف أحوالهما، وأعله المنذری بالانقطاع، فقال : سعيد بن المسيب لم يصح سماعه من عمر بن الخطاب، وقال الخطابی :فی إسناد هذا الحديث مقال، وقد اعتمر رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم -عمرتين قبل حجه، والأمر الثابت المعلوم لا يترک بالأمر المظنون، وجواز ذلک إجماع من أهل العلم لم يذكر فيه خلاف.

وقال ابن القيم :وهذا الحديث باطل ولا يحتاج تعليله إلى عدم سماع ابن المسيب عن عمر، فإن ابن المسيب إذا قال :قال رسول الله، فهو حجة، قال الإمام أحمد :إذا لم يُقبل سعيد بن المسيب عن عمر فمن يقبل.

وقال أبو محمد بن حزم :هذا حديث فی غاية الوهی والسقوط، لأنه مرسل عمن لم يسم، وفيه ثلاثة مجهولون :أبو عيسى الخراسانی، وعبد الله بن القاسم، وأبوه.

وأخرجه البيهقی فی "سننه۵/ ۱۹ "من طريق أبی داود، بهذا الإسناد(حاشية ابی داؤد)

مگر اولاً تو اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔
اور دوسرے صحیح احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حج سے پہلے عمرہ کرنا ثابت ہے۔
اس لئے یہ حدیث صحیح احادیث کے بھی خلاف ہوئی۔ [1]
البتہ اگر اس حدیث کا یہ مطلب مراد لیا جائے، کہ جس پر حج فرض ہو، اور اس کو حج کرنے سے کوئی عذر بھی نہ ہو، تو اسے حج کا فرض ترک کر کے عمرہ کرتے رہنا منع ہے، تو اس حد تک اس حدیث کا مفہوم درست ہوسکتا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا أحمد بن محمد، أخبرنا عبد الله، أخبرنا ابن جريج، أن عكرمة بن خالد، سأل ابن عمر رضي الله عنهما، عن العمرة قبل الحج؟ فقال :لا بأس، قال عكرمة :قال ابن عمر: اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم قبل أن يحج(بخاري، رقم الحديث ۱۷۷۴)
قال الخطابي :وفي إسناده مقال (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ۹۴۱۵)
فإن قلت :روى أبو داود عن سعيد بن المسيب أن رجلا من الصحابة أتى عمر، رضي الله تعالى عنه، فشهد عنده أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن المتعة قبل الحج؟ قلت :أجيب عن هذا بأنه حالة مخالفة للكتاب والسنة والإجماع، كحديث أبي ذر، بل هو أدنى حالا منه، فإن في إسناده مقالا(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج۹ص۱۹۹،باب التمتع والإقران والإفراد بالحج وفسخ الحج لمن لم يكن معه هدى)

[2] (ينهى عن العمرة قبل الحج)، ومعلوم أن العمرة قبل الحج ثابتة بالأحاديث الكثيرة، والنبي صلى الله عليه وسلم اعتمر قبل الحج، وعمره كانت قبل أن يحج، فقد اعتمر ثلاث عمر قبل الحج، واعتمر مع حجته الذي قرنها معها، بل إن الذين كانوا معه وكانوا قارنين ومفردين وليس معهم هدى أمرهم أن يفسخوا إحرامهم إلى العمرة، فيكونون متمتعين، فعلى هذا فهذا المعنى لا يستقيم ولا يصح، ولا تعارض بمثل هذه الأحاديث الأحاديث الأخرى؛ اللهم إلا أن يكون المقصود من ذلك أن الإنسان يأتي بالحج أولا، فهذا له وجه، ولكن لا مانع أن يعتمر الإنسان ولو لم يحج، ولا يعول على هذا الحديث الذي فيه أنه إذا لم يكن قد حج فلا يعتمر، بل يحج أولا ثم يعتمر، ولو أراد أن يعتمر قبل ذلك فليس له ذلك، فهذا ليس بصحيح، بل إذا تيسر له أن يعتمر فليعتمر ولو لم يحج، وإذا تيسر له الحج فليحج، والعمرة واجبة والحج واجب، ومتى استطاع الإنسان أن يؤدي واجبا من الواجبات المكلف بها سواء كان حجا أو عمرة فعل وبادر، وعلى هذا :فهذا الحديث لا يحتج به؛ لأن فيه من لا يصلح للاحتجاج به، وفيه أيضا انقطاع بين سعيد بن المسيب وعمر، فإن سعيدا لم يسمع من عمر رضي الله تعالى عنه وأرضاه(شرح سنن ابی داؤد للعباد، كتاب الحج،شرح حديث:أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن العمرة قبل الحج)

جعرانہ سے ستر نبیوں کے عمرہ کرنے کی حیثیت

ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ جعرانہ (مقام) سے ستر نبیوں نے عمرہ کیا ہے۔ [1]
مگر اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، لہٰذا اس کے ثبوت پر اعتقاد نہ رکھنا چاہیئے۔ [2]

عمرہ کرنے سے حج فرض ہونے کا مسئلہ

کوئی ایسا شخص جس نے فرض حج ادا نہ کیا ہو، اگر مثلاً رمضان میں یا اس سے پہلے عمرہ کرنے یا کسی اور کام کی غرض سے حرم شریف یا اس کے قُرب وجوار میں چلا گیا، اور اس کے وہاں قیام کے دوران شوال کا مہینہ شروع ہوگیا، یا کوئی شخص شوال یا ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ وغیرہ کرنے کی غرض سے حرم شریف چلا گیا، اور اس کے پاس وہاں حج کرنے تک قیام وطعام کے اخراجات موجود ہیں، مگر حکومت کی طرف سے اس کو حج کرنے تک قیام کی اجازت نہ ملی، اور اسے قانونی مجبوری کی وجہ سے واپس آنا پڑا، تو مذکورہ صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہرِ مذہب کے مطابق اس پر خود حج کرنا یا کسی دوسرے کے ذریعہ سے حجِ بدل کرانا فرض نہ ہوگا۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح حج کرنا یا دوسرے کے ذریعہ سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوگا۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام'')

---

[1] أخبرنا موسى بن داود. أخبرنا ابن لهيعة عن عياض بن عبد الرحمن عن محمد بن جعفر: (أن النبي -صلى الله عليه وسلم- اعتمر من الجعرانة وقال: اعتمر منها سبعون نبيا)(الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج۲ص ۱۳۰)

[2] کیونکہ اس روایت کے ایک راوی محمد بن جعفر ہیں، جو کہ مجہول معلوم ہوتے ہیں، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست روایت کررہے ہیں، اور ابنِ لہیعہ پر بھی محدثین کا کلام ہے۔
البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جعرانہ سے عمرہ کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام''

(فصل نمبر۲)

عمرہ کے بنیادی احکام

عمرہ کا طریقہ اوراس سے متعلق احکام ذکر کرنے سے پہلے عمرہ کے بنیادی احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

عمرہ واجب ہے یا سنت؟

اس بات میں تو شبہ نہیں کہ عمرہ، حج کی طرح کا فریضہ نہیں ہے، بلکہ حج سے نیچے درجہ کا عمل ہے، لیکن کیا عمرہ کرنا سنت ہے یا واجب؟ تو اس میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں، جس کی وجہ اس سلسلہ میں احادیث وروایات کا مختلف ہونا ہے، اس کی ذیل میں کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ مَّشٰی إِلٰی صَلَاةٍ مَّكْتُوْبَةٍ وَهُوَ مُتَطَهِّرٌ كَانَ لَهٗ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ مَّشٰی إِلٰی سُبْحَةِ الضُّحٰی كَانَ لَهٗ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۳۰۴) [1]

ترجمہ: جو شخص فرض نماز کی طرف پاکی کی حالت میں چلا، تو اس کو احرام کی حالت میں حج کرنے والے کی طرح کا اجر حاصل ہوتا ہے، اور جو شخص چاشت کی نماز کے لئے چلا، تو اس کو عمرہ کرنے والے کی طرح کا اجر حاصل ہوتا ہے (مسند احمد)

اس حدیث میں فرض نماز کے لئے جانے کا اجر حاجی کی طرح، اور چاشت کی نماز کے لئے جانے کا اجر عمرہ کی طرح بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

اسی طرح احادیث میں مدینہ منورہ کی مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اور چاشت کی نماز اور اسی طرح مسجد قباء میں نماز پڑھنا فرض درجے کا عمل نہیں ہے، بلکہ سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے۔

جس سے بعض فقہائے کرام نے یہ استدلال کیا ہے کہ عمرہ فرض سے نیچے درجے کا عمل ہے، جو کہ سنت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ قَالَ: لَا، وَأَنْ تَعْتَمِرُوا هُوَ أَفْضَلُ (ترمذی) [2]

---

[1] عن عبد الحميد بن جعفر، قال :حدثنا أبو الأبرد، مولى بنى خطمة، أنه سمع أسيد بن ظهير الأنصارى، وكان من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم يحدث، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :الصلاة فى مسجد قباء كعمرة، وفى الباب عن سهل بن حنيف، حديث أسيد حديث حسن صحيح(ترمذى،رقم الحديث ۳۲۴، باب ما جاء فى الصلاة فى مسجد قباء)

[2] رقم الحديث ۹۳۱،ابواب الحج، باب ما جاء فى العمرة أواجبة هى أم لا؟مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۳۹۷.

قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح .وهو قول بعض أهل العلم قالوا :العمرة ليست بواجبة، وكان يقال :هما حجان الحج الأكبر يوم النحر، والحج الأصغر العمرة .وقال الشافعى " :العمرة سنة، لا نعلم أحدا رخص فى تركها، وليس فيها شىء ثابت بأنها تطوع، وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم بإسناد وهو ضعيف، لا تقوم بمثله الحجة، وقد بلغنا عن ابن عباس أنه كان يوجبها : كله كلام الشافعى.

وقال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف، الحجاج بن أرطاة مدلس وقد، عنعن.

وأخرجه ابن أبى شيبة فى "المصنف -الجزء الذى نشره العمروى "ص۲۲۰، وأبو يعلى(۱۹۳۸)والبيهقى ۲/۲۸۶من طريق أبى معاوية، بهذا الإسناد.

وأخرجه الترمذى (۹۳۱)وابن خزيمة و(۳۰۶۸)والدارقطنى ۲/۲۸۵و۲۸۶، والبيهقى ۴/۳۴۹ من طرق، عن الحجاج بن أرطاة، به .قال الترمذى :حسن صحيح! وسيأتى عن معمر بن سليمان، عن حجاج بن أرطاة برقم(۱۴۸۴۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ واجب ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، البتہ تم عمرہ کرو، تو بہت فضیلت کا باعث ہے (ترمذی)

اس حدیث کی سند پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن بہر حال عمرہ کے فرض سے کم درجہ کا عمل ہونے کی تائید اس سے پہلی حدیث اور بعض دیگر روایات سے ہوتی ہے، جن میں سے بعض کی اسناد فی نفسہٖ ضعیف یا شدید ضعیف ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه ابن عدی فی "الکامل/۷ ۲۵۰ "من طریق نوح بن أبی مریم، عن ابن المنکدر، به .وقال: وهذا یعرف بالحجاج بن أرطاة، عن محمد بن المنکدر، ولعل نوحا سرقه منه .قلنا :ونوح بن أبی مریم متهم۔

وأخرجه موقوفا البیهقی ۴/ ۳۴۹من طریق یحیی بن أیوب، عن ابن جریج والحجاج، عن محمد بن المنکدر، عن جابر بن عبد الله أنه سئل عن العمرة أواجبة فریضة کفریضة الحج .قال :لا، وأن تعتمر خیر لک .قال البیهقی :هذا هو المحفوظ عن جابر، موقوف غیر مرفوع، وروی عن جابر مرفوعا بخلاف ذلک وکلاهما ضعیف .قلنا :یشیر إلی حدیث عطاء عن جابر الآتی۔

وأخرجه الطبرانی فی "الصغیر(۱۰۱۵)"والدارقطنی ۲/ ۲۸۶، والبیهقی ۴/ ۳۴۸۔ ۳۴۹ من طرق عن سعید بن عفیر، عن یحیی بن أیوب الغافقی، عن عبید الله بن المغیرة، عن أبی الزبیر، عن جابر، به، مرفوعا .وإسناده جید لولا عنعنة أبی الزبیر المکی۔

وخالفه ابن جریج، فرواه ابن خزیمة (۳۰۶۷) عن عبد الله بن سعید الأشج، عن أبی خالد الأحمر، عن ابن جریج، عن أبی الزبیر، عن جابر قال :لیس من خلق الله أحد إلا وعلیه عمرة واجبة .لکن فیه عنعنة ابن جریج وأبی الزبیر(حاشیة مسند احمد)

[1] حدثنا هشام بن عمار قال :حدثنا الحسن بن یحیی الخشنی قال :حدثنا عمر بن قیس قال :أخبرنی طلحة بن یحیی، عن عمه إسحاق بن طلحة، عن طلحة بن عبید الله، أنه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول :الحج جهاد، والعمرة تطوع(سنن ابنِ ماجه،رقم الحدیث ۲۹۸۹،کتاب المناسک، باب العمرة)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده ضعیف جدا، الحسن بن یحیی الخشنی ضعیف، وشیخه عمر بن قیس -وهو المکی المعروف بسندل -متروک .وسئل أبو حاتم کما فی "العلل ۱/ ۲۸۶"عن هذا الحدیث فقال :حدیث باطل .وقال الشافعی :لیس فی العمرة شیء ثابت بأنها تطوع، نقله عنه الترمذی فی "سننه."وأخرجه الطبرانی فی "الأوسط(۹۱۷۲)"من طریق هشام بن عمار، بهذا الإسناد .ووقع فی إسناده خطأ، یصحح من هنا.وأخرج ابن أبی شیبة فی "المصنف "ص ۲۲۳

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، اور جلیل القدر تابعین حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت مسروق، حضرت حسن اور حضرت ابنِ سیرین رحمہم اللہ سے عمرہ کا واجب ہونا مروی ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾(نشرة العمروى) عن جرير عن معاوية بن إسحاق، عن أبى صالح ماهان رفعه "الحج جهاد والعمرة تطوع "وهو مرسل .وأخرجه ابن قانع كما فى "نصب الراية۳/۱۵۰ "فوصله بذكر أبى هريرة فوهم.وانظر ما سلف برقم (۲۹۰۲)(حاشية سنن ابنِ ماجه)

حدثنا محمد بن أبى زرعة، ثنا هشام بن عمار، نا الحسن بن يحيى الخشنى، حدثنى طلحة بن موسى، عن عمه إسحاق بن طلحة، عن طلحة بن عبيد الله، أنه سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول :الحج جهاد، والعمرة تطوع. لا يروى عن طلحة إلا بهذا الإسناد، تفرد به :هشام بن عمار "(المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۶۷۲۳)

حدثنا أحمد بن الجعد، ثنا محمد بن بكار، ثنا محمد بن الفضل بن عطية، عن سالم الأفطس، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ": الحج :الجهاد، والعمرة :تطوع "(المعجم الكبير للطبرانى،رقم الحديث ۱۲۲۵۲)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه محمد بن الفضل بن عطية، وهو كذاب(مجمع الزوائد، رقم الحديث۵۲۵۲)

حدثنا جرير ، عن معاوية بن إسحاق ، عن أبى صالح ماهان ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :الحج جهاد ، والعمرة تطوع(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۱۳۸۲۷ ، باب من قال العمرة تطوع)

عبد الرحمن بن قيس ، أبو صالح الحنفى الكوفى أخو طليق بن قيس.

وزعم إسحاق بن راهويه أن أبا صالح الحنفى هو ماهان الحنفى، وأنكر ذلك النسائى وغيره.

روى عن :حذيفة بن اليمان، وسعد بن أبى وقاص، وأخيه طليق بن قيس الحنفى، وعبد الله بن عباس، وعبد الله بن مسعود، وعلى بن أبى طالب (د س) وأبيه قيس الحنفى، وأبى سعيد الخدرى (سى)وأبى مسعود البدرى، وأبى هريرة (سى)وعائشة.

روى عنه :إسماعيل بن أبى خالد، وإسماعيل بن سالم، وأبو بشر بيان بن بشر، وسعيد بن مسروق الثورى، وضرار بن مرة أبو سنان الشيبانى (سى) وعمار الدهنى، وعمرو بن مرة، وأبو عون محمد بن عبيد الله الثقفى (م د س) ومعاوية بن إسحاق بن طلحة بن عبيد الله، وميسرة بن حبيب النهدى، وهارون بن سعد الجعفى.قال إسحاق بن منصور، عن يحيى بن معين :أبو صالح الحنفى ثقة.

وذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات "روى له مسلم، وأبو داود، والنسائى(تهذيب الكمال،ج۱۷ ص۳۶۰تا ۳۶۲)

۱ عن نافع ، عن ابن عمر ، قال :ليس من خلق الله تعالى أحد إلا وعليه حجة وعمرة واجبتان(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الرواية۱۳۸۳۵ ،باب من كان يرى العمرة فريضة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور جلیلُ القدر تابعین حضرت امام شعبی اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ سے عمرہ کا سنت ہونا مروی ہے۔ [1]

اور حضرت حماد رحمہ اللہ سے اس کے واجب ہونے میں اختلاف کا قول مروی ہے۔ [2]

بہرحال زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب ہے، یا سنت، یہ فقہی اختلاف تو اپنی جگہ ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ عمرہ بھی عظیم الشان عمل ہے، اور اسی وجہ سے بعض آثار میں عمرہ کو حجِ اصغر قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

وَالْحَجُّ اَلْحَجُّ الْأَكْبَرُ، وَالْعُمْرَةُ اَلْحَجُّ الْأَصْغَرُ (المعجم الكبير للطبراني) [3]

ترجمہ: اور حج "حجِ اکبر" ہے، اور عمرہ "حجِ اصغر" ہے (طبرانی، بیہقی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ليث، عن عطاء، وطاووس، ومجاهد؛ قالوا: واجبة(ايضاً، رقم الرواية ١٣٨٣٤)

عن عبد الملك، قال: سئل سعيد بن جبير عن العمرة، واجبة هي؟ قال: نعم(ايضاً، رقم الرواية ١٣٨٣٦)

عن ابن جريج، قال: سئل سعيد بن جبير، وعلى بن حسين، عن العمرة، أواجبة هي؟ فتلوا هذه الآية: (وأتموا الحج والعمرة)(ايضاً، رقم الرواية ١٣٨٣٧)

عن أبي إسحاق، عن مسروق، قال: أمرتم بإقامة الحج والعمرة(ايضاً، رقم الرواية ١٣٨٤١)

عن يونس، عن الحسن، ومحمد، قالا: العمرة واجبة(ايضاً، رقم الرواية ١٣٨٤٣)

[1] عن أبي معشر، عن إبراهيم، قال: قال عبد الله: الحج فريضة، والعمرة تطوع(مصنف ابن ابى شيبة، رقم الرواية ١٣٨٢٨، باب من قال العمرة تطوع)

عن عبد الملك، عن الشعبي، قال: هي تطوع(ايضاً، رقم الرواية ١٣٨٢٩)

عن مغيرة، عن إبراهيم، قال: العمرة سنة، وليست بفريضة(ايضاً، رقم الرواية ١٣٨٣١)

[2] عن شعبة، قال: سألت حمادا عن العمرة، واجبة هي؟ قال: قد اختلف فيها(مصنف ابن ابى شيبة، رقم الرواية ١٣٨٣٠، باب من قال العمرة تطوع)

[3] رقم الحديث ١٠٢٩٨، سنن البيهقى، رقم الحديث ٨٧٦٨.

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥٢٥٣، ج٣ص ٢٠٥)

حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما اور بعض تابعین سے بھی اسی طرح کی روایات مروی ہیں۔ [1]

اس طرح کی مختلف روایات کی وجہ سے عمرہ کے واجب یا سنت ہونے میں بھی فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک عمرہ، حج کی طرح کا فریضہ نہیں ہے، کیونکہ قرآن وسنت میں جس طرح حج کی تاکید اور فرضیت کا ذکر آیا ہے، اس طرح کی تاکید اور فرضیت کا ذکر عمرہ کے متعلق نہیں آیا، البتہ بعض احادیث میں عمرہ کی تاکید وفضیلت آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی عمرہ فرمایا ہے، اس لئے راجح یہ ہے کہ زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب یا سنتِ مؤکدہ ہے، اور سنتِ مؤکدہ کا درجہ اگرچہ واجب سے کم ہوتا ہے، لیکن واجب کے قریب ہوتا ہے، اس لئے سنتِ مؤکدہ اور واجب کے قول میں کوئی زیادہ فرق نہیں، تاکید دونوں میں کم وبیش درجہ کی موجود ہوتی ہے۔

اور اگر حج کے سفر میں ایک مرتبہ عمرہ بھی کرلیا جائے، خواہ حج سے پہلے تمتع کی صورت میں یا حجِ قِران کی شکل میں، یا حج سے فراغت کے بعد، تو بھی عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کا حکم پورا

---

[1] عن ابن عباس, قال :الحج الأكبر يوم النحر والحج الأصغر العمرة(سنن الدارقطني، رقم الحديث ٢٧٢٢)

عن حميد بن عبد الرحمن، أن أبا هريرة، قال " :بعثني أبو بكر فيمن يؤذن يوم النحر بمنى أن لا يحج بعد العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان، وإن يوم الحج الأكبر يوم النحر، والحج الأكبر الحج، والحج الأصغر العمرة (مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ٣٠٦٧)

عن عكرمة ، عن ابن عباس ، قال :العمرة ، الحجة الصغرى(مصنف ابنِ ابى شيبة،رقم الرواية ١٣٨٣٩،باب من كان يرى العمرة فريضة)

عن منصور ، عن مجاهد ، قال :كان يقال :العمرة هى الحجة الصغرى(ايضاً،رقم الرواية ١٣٨٤٥)

عن منصور ، عن مجاهد ، قال :العمرة الحج الأصغر(ايضاً،رقم الرواية ١٣٨٤٧)

حدثنا سفيان ، عن أبي إسحاق ، قال :سألت عبد الله بن شداد عن الحج الأكبر ؟ فقال: الحج الأكبر يوم النحر ، والحج الأصغر العمرة(ايضاً،رقم الرواية ١٣٨٤٤)

ہوجاتا ہے، اور پھر ایک مرتبہ کے بعد مزید عمرے کرنا نفل درجہ کا عمل کہلاتا ہے۔ [1]

---

[1] اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک بشرطِ قدرت زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا فرض ہے۔

(والعمرة) في العمر (مرة سنة مؤكدة) على المذهب وصحح في الجوهرة وجوبها .قلنا المأمور به في الآية الإتمام وذلك بعد الشروع وبه نقول (وهي إحرام وطواف وسعي) وحلق أو تقصير (الدرالمختار)

مطلب أحكام العمرة (قوله والعمرة في العمر مرة سنة مؤكدة) أي إذا أتى بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهي عنها فيه إلا أنها في رمضان أفضل هذا إذا أفردها فلا ينافيه أن القران أفضل لأن ذلك أمر يرجع إلى الحج لا العمرة.

فالحاصل :أن من أراد الإتيان بالعمرة على وجه أفضل فيه فبأن يقرن معه عمرة فتح، فلا يكره الإكثار منها خلافا لمالك، بل يستحب على ما عليه الجمهور وقد قيل سبع أسابيع من الأطوفة كعمرة شرح اللباب (قوله وصحح في الجوهرة وجوبها) قال في البحر واختاره في البدائع وقال إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافي الوجوب .اهـ.

والظاهر من الرواية السنية فإن محمدا نص على أن العمرة تطوع اهـ ومال إلى ذلك في الفتح وقال بعد سوق الأدلة تعارض مقتضيات الوجوب والنفل، فلا تثبت ويبقى مجرد فعله -عليه الصلاة والسلام -وأصحابه والتابعين، وذلك يوجب السنة فقلنا بها (قوله قلنا المأمور إلخ) جواب عن سؤال مقدر أورده في غاية البيان دليلا على الوجوب، ثم أجاب عنه بما ذكره الشارح، ثم هذا مبني على أن المراد بالإتمام تتميم ذاتهما أي تتميم أفعالهما أما إذا أريد به إكمال الوصف وعليه ما نقله في البحر من أن الصحابة فسرت الإتمام بأن يحرم بهما من دويرة أهله، ومن الأماكن القاصية فلا حاجة إلى الجواب للاتفاق على أن الإتمام بهذا المعنى غير واجب فالأمر فيه للندب إجماعا فلا يدل على وجوب العمرة فافهم(ردالمحتار، ج۲ص ۴۷۲، مطلب فی احکام العمرة)

(أما) الأول فقد اختلف فيها قال أصحابنا :إنها واجبة كصدقة الفطر والأضحية والوتر، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا الإطلاق لا ينافي الواجب وقال الشافعي :إنها فريضة .وقال بعضهم :هي تطوع (بدائع الصنائع، ج۲، ص ۲۲۶،کتاب الحج، العمرة)

ذهب المالكية وأكثر الحنفية إلى أن العمرة سنة مؤكدة في العمر مرة واحدة وذهب بعض الحنفية إلى أنها واجبة في العمر مرة واحدة على اصطلاح الحنفية في الواجب.

والأظهر عند الشافعية وهو المذهب عند الحنابلة أن العمرة فرض في العمر مرة واحدة، ونص أحمد على أن العمرة لا تجب على المكي ؛ لأن أركان العمرة معظمها الطواف بالبيت وهم يفعلونه فأجزأ عنهم.

استدل الحنفية والمالكية على سنية العمرة بأدلة منها :حديث جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال :سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العمرة أواجبة هي؟ قال :لا، وأن تعتمروا هو أفضل ، وبحديث طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه :الحج جهاد والعمرة تطوع.

واستدل الشافعية والحنابلة على فرضية العمرة بقوله تعالى :(وأتموا الحج والعمرة لله) ، أي :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر ایک سے زیادہ مرتبہ عمرہ کرنا بھی جائز ہے، لیکن بعض حضرات کے نزدیک ایک مرتبہ عمرہ کرنے کے بعد مزید عمرے کرنے پر رقم خرچ کرنے کے بجائے اس رقم کو غریبوں اور مسکینوں پر صدقہ کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، خاص طور پر جبکہ غریبوں اور مسکینوں کی تعداد زیادہ ہو، یا وہ زیادہ مستحق ہوں، جیسا کہ آج کل بہت سے مقامات پر یہی صورتِ حال ہے۔ [1]

البتہ اگر نفلی درجہ کے عمرہ کا احرام باندھ لیا جائے، تو پھر اس عمرہ کو ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

افعلوهما تامين، فيكون النص أمرا بهما فيدل على فرضية الحج والعمرة. وبحديث عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: قلت: يا رسول الله هل على النساء جهاد؟ قال: نعم، عليهن جهاد لا قتال فيه: الحج والعمرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰، ص ۳۱۴، ۳۱۵، مادة "عمرة")

[1] (قوله: فقالوا حج النفل أفضل من الصدقة) قال الرملى قال المرحوم الشيخ عبد الرحمن العمادى مفتى الشام فى مناسكه وإذا حج حجة الإسلام فصدقة التطوع بعد ذلك أفضل من حج التطوع عند محمد والحج أفضل عند أبى يوسف وكان أبو حنيفة -رحمه الله- يقول بقول محمد فلما حج ورأى ما فيه من أنواع المشقات الموجبة لتضاعف الحسنات رجع إلى قول أبى يوسف اهـ.
قلت قد يقال إن صدقة التطوع فى زماننا أفضل لما يلزم الحاج غالبا من ارتكاب المحظورات ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس بالصدقات وتركهم الفقراء والأيتام فى حسرات ولا سيما فى أيام الغلاء وضيق الأوقات وبتعدى النفع تتضاعف الحسنات ثم رأيت فى متفرقات اللباب الجزم بأن الصدقة أفضل منه وقال شارحه القارى أى على ما هو المختار كما فى التجنيس ومنية المفتى وغيرهما ولعل تلك الصدقة محمولة على إعطاء الفقير الموصوف بغاية الفاقة أو فى حال المجاعة وإلا فالحج مشتمل على النفقة بل وزاد إن الدرهم الذى ينفق فى الحج بسبعمائة إلخ قلت قد يقال ما ورد محمول على الحج الفرض على أنه لا مانع من كون الصدقة للمحتاج أعظم أجرا من سبعمائة (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۴، كتاب الحج)

[2] وأتموا الحج والعمرة لله أى اجعلوهما تامين إذا تصديتم لأدائهما لوجه الله تعالى فلا دلالة فى الآية على أكثر من وجوب الإتمام بعد الشروع فيهما وهو متفق عليه بين الحنفية والشافعية رضى الله تعالى عنهم، فإن إفساد الحج والعمرة مطلقا يوجب المضى فى بقية الأفعال والقضاء، ولا تدل على وجوب الأصل (روح المعانى فى تفسير القرآن، ج ۱ ص ۴۷۵، سورة البقرة)
أما ما ندب إليه الشارع من السنن فإن كان حجا أو عمرة وشرع فيهما وجب عليه الإتمام باتفاق، لقوله تعالى: (وأتموا الحج والعمرة لله). وإن كان غيرهما فإتمامه بعد الشروع فيه محل خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۶ ص ۹۴، مادة "شروع")

عمرہ کے واجب یا سنت ہونے کی شرائط

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب یا سنت ہے، اور عمرہ کے واجب یا سنت ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں، جو حج فرض ہونے کی شرائط ہیں، یعنی مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا، اور جسمانی طور پر عمرہ کے سفر کی استطاعت و قدرت کا ہونا، اور مالی طور پر بھی اتنی استطاعت کا ہونا کہ آنے جانے اور وہاں قیام کرنے کا خرچہ برداشت کر سکے، اور جن افراد کا نان ونفقہ اور کفالت اپنے ذمہ ہے، مثلاً بیوی بچے وغیرہ پیچھے ان کے نان ونفقہ کا بھی انتظام ہو، اور عورت کے لئے محرَم کا ہونا، اور عدت کا نہ ہونا، وغیرہ بھی شرط ہے۔[1]

جب کسی شخص میں یہ شرائط پائی جائیں، اور اس نے اس سے پہلے عمرہ نہ کیا ہو، خواہ الگ سے یا حج کے ساتھ، تو اس کو زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا سنتِ مؤکدہ یا واجب ہوتا ہے۔[2]

---

[1] البتہ بعض فقہاء عورت کو مامون قافلہ کے ساتھ فرض حج کی اجازت دیتے ہیں، ان شرائط کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب "ماہِ ذیقعدہ اور حج کے فضائل" میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] پھر اگر کسی عورت نے ایک مرتبہ عمرہ کر لیا، تو اس کے بعد مزید عمرہ کرنے کے لئے نفل حج کی طرح شوہر کی اجازت ضروری ہے، اور اگر ابھی تک عمرہ نہ کیا ہو، اور اس میں عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کی شرائط پائی جائیں، تو شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔

(وأما) شرائط وجوبها فهي شرائط وجوب الحج؛ لأن الواجب ملحق بالفرض في حق الأحكام، وقد ذكرنا ذلك في فصل الحج (بدائع الصنائع، ج٢، ص٢٢٧، شرائط وجوب العمرة)

شروط فرضية العمرة عند القائلين بفرضيتها هي شروط فرضية الحج، وكذا على القول بوجوبها وسنيتها .فيشترط لفرضية العمرة :العقل والإسلام، والبلوغ والحرية، والاستطاعة، والاستطاعة شرط لفرضية العمرة فقط، لكن لا يتوقف عليها سقوط الفرض عند من يقول بفرضية العمرة أو وجوبها، فلو اعتمر من لم تتوفر فيه شروط الاستطاعة صحت عمرته وسقط الفرض عنه.

وتتلخص الاستطاعة في ملك الزاد والقدرة على آلة الركوب، وذلك بالنسبة للرجال والنساء .

وتختص النساء بشرطين آخرين وهما :مصاحبة الزوج أو المحرم، وعدم العدة.ويجزء عند الشافعية رفقة نساء ثقات عوضا عن المحرم أو الزوج في سفر الفرض.

أما البلوغ والحرية فهما شرطان لوجوب العمرة وإجزائها عن الفرض، فلو اعتمر الصبي أو العبد صحت عمرتهما، ولم يسقط فرضها عنهما عند البلوغ أو العتق. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمرہ ادا کرنے کی تین صورتیں

عمرہ تین طرح سے ادا کیا جاتا ہے، ایک تنہا عمرہ، جسے عربی زبان میں ''عمرۂ مُفردہ'' کہا جاتا ہے۔

دوسرے حِجِ تمتع کے ساتھ عمرہ، جس میں پہلے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، اور عمرہ سے فارغ ہوکر حلال ہوکر پھر اسی سال حج کا الگ سے احرام باندھ کر حج کیا جاتا ہے۔

تیسرے حِجِ قران کے ساتھ عمرہ، جس میں ایک احرام کے ساتھ پہلے عمرہ اور پھر اسی احرام میں حج ادا کیا جاتا ہے۔

ان میں سے جس طریقہ کے ساتھ بھی عمرہ کرلیا جائے، تو اس سے عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کا حکم پورا ہوجاتا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما العقل والإسلام :فهما شرطان لوجوب العمرة وصحتها، فلا تجب العمرة على كافر، ولا مجنون ولا تصح منهما، لكن يجوز أن يحرم بالعمرة عن المجنون وليه ويؤدى المناسك عنه، ويجنبه محظورات الإحرام وهكذا، لكن لا يصلى عنه ركعتي الإحرام أو الطواف، بل تسقطان عنه عند الحنفية والمالكية، أما عند الشافعية فيصليهما عنه، وهو ظاهر كلام الحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰ص ۳۲۳،شروط فرضية العمرة،مادة''عمرة'')

[۱] اگر کسی میں عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کی شرائط پائی جائیں، اور حج فرض ہونے کی شرائط نہ پائی جائیں، تو اسے حج کے بجائے عمرہ کرنا جائز ہے، اور اگر وہ عمرہ کو مؤخر کرکے حج کے سفر کے ساتھ عمرہ ادا کرلے، تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

تتأدى العمرة على ثلاثة أوجه، وهى :أ) إفراد العمرة :وذلك بأن يحرم بالعمرة أى :ينويها ويلبى - دون أن يتبعها بحج -فى أشهر الحج، أو يحج ثم يعتمر بعد الحج، أو يأتى بأعمال العمرة فى غير أشهر الحج فهذه كلها إفراد للعمرة.

ب) التمتع :وهو أن يحرم بالعمرة فى أشهر الحج ويأتى بأعمالها ويتحلل، ثم يحج، فيكون متمتعا ويجب عليه هدى التمتع بالشروط المقررة للتمتع(ر :تمتع ف ۶ وحج ف ۳۷)

ج) القران :وهو أن يحرم بالعمرة والحج معا فى إحرام واحد، فيأتى بأفعالهما مجتمعين، وتدخل أفعال العمرة فى الحج عند الجمهور ،ويجزئه لهما طواف واحد وسعى واحد عندهم، ويظل محرما حتى يتحلل بأعمال يوم النحر فى الحج.ومذهب الحنفية :أن القارن يطوف طوافين ويسعى سعيين طواف وسعى لعمرته،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے کے لئے عمرہ کرنا

جس طرح عمرہ خود اپنے لیے کرنا عبادت اور ثواب کا کام ہے، اسی طرح دوسرے کو ثواب پہنچانے کے لئے بھی عمرہ کرنا جائز ہے۔ [1]

اور اگر کوئی شخص عمرہ پر قادر تھا، مگر اس نے عمرہ کرنے میں کوتاہی کی، اور وہ عمرہ ادا نہیں کر سکا، یہاں تک کہ وہ عمرہ ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہو گیا، اور آئندہ کے لئے اُسے عمرہ کرنے کی قدرت نہ رہی، تو اسے حجِ بدل کی طرح دوسرے سے اپنا عمرہ کرانا یا عمرہ کی وصیت کرنا بھی جائز ہے، اور اس کے اخراجات بھی حجِ بدل کی طرح اس کے ذمہ ہیں، اور اگر اس نے وصیت نہ کی ہو، تب بھی اس کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنے مال سے اس کے لئے عمرہ کرنا جائز ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''ماہِ ذیقعدہ اور حج کے فضائل واحکام'') [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ثم طواف وسعی لحجه، ولا يتحلل بعد أفعال العمرة، بل يظل محرما أيضا حتى يتحلل تحلل الحج (ر :قران، وحج ف ۳۷ ب) وكيفما أدى العمرة على أي وجه من هذه الوجوه تجزء عنه، ويتأدى فرضها عند القائلين بفرضيتها كما تتأدى سنيتها على القول بسنيتها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰ ص ۳۱۵ تا ۳۱۷، وجوه أداء العمرة، مادة ''عمرة'')

[1] اگر عمرہ پر جانے والے نے دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنے کا وعدہ کر لیا، تو اگر کوئی عذر نہ ہو تو اس وعدہ کو پورا کرنا چاہئے۔ اور دوسرے کو ثواب پہنچانے کے لئے عمرہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ کر کے اس کو ثواب پہنچنے کی اللہ سے دعاء کرے، یا احرام باندھتے وقت ہی دوسرے کی طرف سے عمرہ کی نیت کر لے۔

[2] ذهب الفقهاء في الجملة إلى أنه يجوز أداء العمرة عن الغير؛ لأن العمرة كالحج تجوز النيابة فيها؛ لأن كلا من الحج والعمرة عبادة بدنية مالية ولهم في ذلك تفصيل:
ذهب الحنفية إلى أنه يجوز أداء العمرة عن الغير بأمره؛ لأن جوازها بطريق النيابة، والنيابة لا تثبت إلا بالأمر، فلو أمره أن يعتمر فأحرم بالعمرة واعتمر جاز؛ لأنه فعل ما أمر به.
وذهب المالكية إلى أنه تكره الاستنابة في العمرة وإن وقعت صحت.
وقال الشافعية :تجوز النيابة في أداء العمرة عن الغير إذا كان ميتا أو عاجزا عن أدائها بنفسه، فمن مات وفي ذمته عمرة واجبة مستقرة بأن تمكن بعد استطاعته من فعلها ولم يؤدها حتى مات . وجب أن تؤدى العمرة عنه من تركته، ولو أداها عنه أجنبي جاز ولو بلا إذن كما أن له أن يقضي دينه بلا إذن.
وتجوز النيابة في أداء عمرة التطوع إذا كان عاجزا عن أدائها بنفسه، كما في النيابة عن الميت. وذهب الحنابلة إلى أنه لا تجوز العمرة عن الحي إلا بإذنه؛ لأنها عبادة تدخلها النيابة، فلم تجز إلا بإذنه، أما الميت فتجوز عنه بغير إذنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰ ص ۳۲۸ و ۳۲۹، أداء العمرة عن الغير، مادة ''عمرة'')

عمرہ کے جائز، مکروہ اور افضل اوقات

عمرہ کی ادائیگی کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں، اور کوئی مکروہ وقت بھی نہیں، دن رات میں جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں، البتہ عام حالات میں ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بشرطیکہ کسی خرابی وگناہ کا اس کی خاطر ارتکاب نہ کیا جائے۔

چنانچہ حضرت اُمِ معقل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً(ترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر (فضیلت رکھتا) ہے (ترمذی)

اس قسم کے مضمون کی اور روایات بھی ہیں۔ [2]

عمرہ کے حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس عمرہ سے فرض حج کی ادائیگی ہو جاتی ہے،

---

[1] رقم الحديث ۹۳۹، ابواب الحج، باب ماجاء فی عمرة رمضان.

قال الترمذی: وفی الباب عن ابن عباس، وجابر، وأبی هريرة، وأنس، ووهب بن خنبش " :ويقال: هرم بن خنبش "، قال :بيان، وجابر، عن الشعبی، عن وهب بن خنبش، وقال داود الأودی :عن الشعبی، عن هرم بن خنبش، ووهب أصح، وحديث أم معقل حديث حسن غريب من هذا الوجه، وقال أحمد وإسحاق :قد ثبت عن النبی صلی الله عليه وسلم أن عمرة فی رمضان تعدل حجة، قال إسحاق :معنی هذا الحديث مثل ما روی عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال " :من قرأ :قل هو الله أحد فقد قرأ ثلث القرآن(ترمذی)

[2] أخبرنی عطاء ، قال :سمعت ابن عباس يخبرنا قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لامرأة من الأنصار :إذا كان رمضان فاعتمری فيه، فإن عمرة فيه تعدل حجة(نسائی،رقم الحديث ۲۱۱۰)

عن وهب بن خنبش، قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :عمرة فی رمضان، تعدل حجة(ابنِ ماجه،رقم الحديث ۲۹۹۱، واللفظ لهٗ؛ مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۵۹۹)

عن جابر، أن النبی صلی الله عليه وسلم قال :عمرة فی رمضان، تعدل حجة(ابنِ ماجه،رقم الحديث ۲۹۹۵)

بلکہ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے ساتھ رمضانُ المبارک کی فضیلت شامل ہوجانے کی وجہ سے وہ عمرہ ثواب میں حج کے برابر ہوجاتا ہے۔ [1]

البتہ حنفیہ کے نزدیک سال کے صرف پانچ دنوں میں تنہا عمرہ کرنا مکروہ ہے، اور وہ یومِ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک کا وقت ہے، کیونکہ یہ حج کے مخصوص دن کہلاتے ہیں، جن میں حج کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان پانچ دنوں میں بھی عمرہ کرنا مکروہ نہیں کہلاتا۔ [2]

حجِ تمتع کرنے والے کا حج سے پہلے عمرہ کرنا

اور جب عمرہ کرنا ہمہ وقت جائز ہے، فقط حج کے مخصوص دنوں میں ہی صرف حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حجِ تمتع کرنے والے کو حرم میں پہنچ کر پہلی مرتبہ کے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حرم ومکہ میں قیام کے دوران نو ذی الحجہ سے پہلے مزید

---

[1] ملحوظ رہے کہ کسی بھی عمل کی جو فضیلت ہوتی ہے، وہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور اس عمل کو اخلاص کے ساتھ اور ٹھیک ٹھیک انجام دینے کی صورت میں ہوتی ہے، وہ فضیلت نہ تو دوسرے عمل کے تقابل کے اعتبار سے ہوتی اور نہ ہی اس عمل کو بغیر اخلاص اور غلط طریقہ پر کرنے کی صورت میں ہوتی، یہی معاملہ رمضان میں عمرے کا بھی ہے۔

اور جب غریب اور مستحق لوگ تعاون کے زیادہ محتاج ہوں (جیسا کہ آجکل بہت سی جگہ ایسا ہے) تو بعض حضرات کے نزدیک اِن غریبوں کا تعاون کرنا اس رقم کو بار بار کے نفلی حج وعمرے میں خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہوتا ہے۔

فالحاصل أنه أعلمها أن العمرة فی رمضان تعدل الحجة فی الثواب لا أنها تقوم مقامها فی إسقاط الفرض للإجماع علی أن الاعتمار لا یجزء عن حج الفرض (فتح الباری لابن حجر، ج۳، ص۶۰۴، تحت رقم الحدیث ۱۷۸۲، قوله باب عمرة فی رمضان)

[2] اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق یومِ عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کے زوال سے پہلے تک عمرۂ مفردہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے عملی طور پر حج کے فرائض کی ادائیگی کا وقت شروع نہیں ہوتا، اور حج کا پہلا فرض و رکن وقوفِ عرفہ ہی ہے، جس کا وقت نو ذی الحجہ کے زوال سے شروع ہوتا ہے۔ **الا عند الحنابلہ۔**

اختلف الفقهاء فی حکم الإحرام بالعمرة یوم عرفة، فیری جمهور الفقهاء عدم کراهة الإحرام بالعمرة یوم عرفة، ویری الحنفیة وأحمد فی روایة عنه أن الإحرام بالعمرة یوم عرفة مکروه (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۵ ص ۳۲۹، مادة "یوم عرفة" مکروهات یوم عرفة)

عمرے کرنا دوسرے فقہائے کرام سمیت حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔
اور حجِ تمتع کرنے والے کو میقات سے باہر (مثلاً مدینہ منورہ) جانے کی صورت میں واپسی پر آتے ہوئے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مزید عمرے کرنا بھی جائز ہے، خاص طور پر حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہونے میں شبہ نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک میقات سے باہر جانے پر حج کے ساتھ پہلے عمرہ کا تعلق تمتع کی حیثیت سے ختم ہو جاتا ہے، اور ان کے نزدیک یہی عمرہ، حج کو تمتع بنانے والا شمار ہوتا ہے۔
لہٰذا آج کل قانونی تقاضوں کی وجہ سے عمرہ کرنے کے بعد جو بہت سے حجاجِ کرام کو حج سے پہلے مدینہ منورہ لے جایا جاتا ہے، اور حج سے پہلے واپس حرم لایا جاتا ہے، ایسے حجاجِ کرام مدینہ منورہ سے واپس حرم آتے ہوئے ذوالحلیفہ سے اگر عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں، اور حج سے پہلے ایک اور عمرہ کرلیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ان کے اس عمرہ سے ہی ان کا حج تمتع بنے گا، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان کا حجِ تمتع پہلے والے عمرہ سے ہی برقرار رہے گا، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ عمرہ کرنا ممنوع نہ ہوگا۔
اور بعض عوام یا اہلِ علم میں یہ جو مشہور ہے کہ حجِ تمتع کرنے والا، مکہ اور حرم میں قیام کے دوران مزید عمرے نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ مکہ میں مقیم ہونے کی وجہ سے مکہ والوں کا حکم حاصل کر چکا ہے، اور مکہ والوں کے لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک حجِ تمتع کرنا ممنوع ہے، اس کی محققین نے تردید فرمائی ہے، کیونکہ یہ حجِ تمتع کرنے والا درحقیقت آفاقی (یعنی میقات سے باہر کا رہنے والا) ہے، جس کو عمرہ کرنے کی ممانعت نہیں، اور اگر اس کا اب اہلِ مکہ میں سے ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے، تو اہلِ مکہ کے حق میں بھی صحیح قول کے مطابق عمرہ کرنے بلکہ کثرت سے عمرے کرنے کی ممانعت نہیں، اگرچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہلِ مکہ کو حجِ تمتع کی ممانعت ہے، مگر یہ پہلے سے حجِ تمتع کرنے والا ہے، جس کا حجِ تمتع دوبارہ عمرہ کرنے سے

باطل نہیں ہوتا، لہٰذا حجِ تمتع کرنے والے کو ایک سے زیادہ مرتبہ عمرہ کرنا جائز ہے، کیونکہ عمرہ طواف کی طرح مستقل عبادت ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] البتہ جو متمتع سائقِ ہدی (یعنی اپنے ساتھ ہدی لایا) ہو (اور ایسا عموماً آج کل نہیں ہوتا) اس کے حق میں حنفیہ کے نزدیک ممانعت مسلَّم ہے، کیونکہ ایسا متمتع بحکمِ قارِن ہوتا ہے، جو عمرہ کے بعد حلق وقصر کے ساتھ حلال نہیں ہوتا، اس لئے اس کے حق میں عمرہ کے احرام پر دوسرے عمرہ کا تداخل لازم آتا ہے، جو کہ ممنوع ہے۔

اور جو متمتع سائقِ ہدی نہ ہو، تو اس کے حق میں مزید عمروں کی ممانعت کا حکم لگانا احناف کے تمام اصحاب کے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک عمرہ پانچ دِنوں کے علاوہ پورے سال جائز ہے، جس میں مکی اور آفاقی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک نہ تو متمتع سائقِ ہدی کو تکرارِ عمرہ کی ممانعت ہے، کیونکہ ان کے نزدیک متمتع سائقِ ہدی وغیر سائقِ ہدی برابر ہیں، اور نہ ان کے نزدیک پانچ دنوں میں عمرہ یا تکرارِ عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

وجه قولهما أنه لما جاوز الميقات، ووصل إلى موضع لأهله التمتع والقران فقد بطل حكم السفر الأول، وخرج من أن يكون من أهل مكة لوجود إنشاء سفر آخر، فلا يكون متمتعا كما لو رجع إلى أهله، ولأبي حنيفة أن وصوله إلى موضع لأهله القران والتمتع لا يبطل السفر الأول، ما لم يعد إلى منزله؛ لأن المسافر ما دام يتردد في سفره يعد ذلك كله منه سفرا واحدا ما لم يعد إلى منزله، ولم يعد ههنا فكان السفر الأول قائما فصار كأنه لم يبرح من مكة فيكون متمتعا، ويلزمه هدى المتعة(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج٢،ص ١٧١، كتاب الحج)

(تنبيه)أفاد أنه يفعل ما يفعله الحلال، فيطوف بالبيت ما بدا له ويعتمر قبل الحج، وصرح في اللباب بأنه لا يعتمر :أي بناء على أنه صار في حكم المكي وأن المكي ممنوع من العمرة في أشهر الحج وإن لم يحج، وهو الذي حط عليه كلام الفتح .وخالفه في البحر وغيره بأنه ممنوع منها إن حج من عامه وسيأتي تمامه(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص٥٣٧، كتاب الحج،باب التمتع)

وقد ذكر في اللباب أن المتمتع لا يعتمر قبل الحج قال شارحه هذا بناء على أن المكي ممنوع من العمرة المفردة أيضا، وقد سبق أنه غير صحيح بل إنه ممنوع من التمتع والقران وهذا المتمتع آفاقي غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها؛ لأنها عبادة مستقلة أيضا كالطواف اهـ.

وفي حاشية المدني أن ما في اللباب مسلم في حق المتمتع السائق للهدى، أما غير السائق فلا؛ لأنه خلاف مذهب أصحابنا جميعا؛ لأن العمرة جائزة في جميع السنة بلا كراهة إلا في خمسة أيام لا فرق في ذلك بين المكي والآفاقي كما صرح به في النهاية والمبسوط والبحر وأخي زاده والعلامة قاسم وغيرهم اهـ.(منحة الخالق، ج٢،ص ٣٩٣، كتاب الحج،باب التمتع)

والظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة لا يكون ممتنعا من إتيان العمرة فإنه زيادة عبادة وهو وإن كان في حكم المكي إلا أن المكي ليس ممنوعا عن العمرة فقط على الصحيح، وإنما يكون ممنوعا عن التمتع كما تقدم اهـ .ما في اللباب(منحة الخالق، ج٢،ص ٣٩٦، كتاب الحج،باب التمتع)

(فصل نمبر۳)

عمرہ کرنے والے کو چند ہدایات وآداب

عمرہ کرنے والے کو چند آداب کا لحاظ کرنا چاہئے، اور عمرہ سے متعلق رائج منکرات ورسموں سے بچنا چاہئے، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)......عمرہ کرنے سے پہلے اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرے، اور ریاء کاری اور دکھلاوے اور نام ونمود سے پرہیز کرے۔ [۱]

(۲)......عمرہ کرنے سے پہلے تجربہ کار اور صاحبِ علم حضرات سے عمرہ کے سفر اور عمرہ کے احکام سے متعلق مشورہ اور علم حاصل کرلے، یا مستند کتابوں میں عمرہ کے احکام کا مطالعہ کرلے۔

(۳)...... جب عمرہ کا ارادہ ہوجائے، تو عمرہ کے سفر کی تعیین اور کیفیت کے بارے میں سنت کے مطابق استخارہ کرلے، مثلاً وہ کون سے ادارہ ومحکمہ کے واسطہ سے اور کون سے طریقہ (وپیکج) سے عمرہ کا سفر کرے۔

(۴)...... جب عمرہ کا پختہ ارادہ وعزم ہوجائے، تو تمام گناہوں اور خطاؤں سے سچی توبہ کرے، اور مخلوق کی جو مالی وجانی حق تلفیاں اور مظالم کیے ہیں، اُن کی ادائیگی کرے، یا صدقِ دل سے معافی طلب کرے۔

اور اگر کچھ حقوق ذمہ میں باقی ہوں، تو اُن کی وصیت کردے، اور اپنے اہل وعیال ومتعلقین کو بھی خیر اور نیک کاموں کی وصیت کردے۔

اور اپنے زیرِ کفالت بیوی، بچوں وغیرہ کے نان ونفقہ اور ان کی نگرانی کا معقول

---

[۱] حج النبی ﷺ علی رحل، رث، وقطیفة تساوی أربعة دراهم، أو لا تساوی، ثم قال :اللهم حجة لا ریاء فیها، ولا سمعة (ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۲۸۹۰، باب الحج علی الرحل)

انتظام وبندوبست کردے۔

(۵)...... پڑوسیوں، عزیزوں اور بطورِ خاص والدین میں سے کوئی ناراض ہو، تو ان کی ناراضگی دور کرنے کی ممکنہ حد تک کوشش کرے۔

(۶)......عمرہ میں خرچ کرنے کے لئے حلال مال کا انتخاب واہتمام کرے۔

(۷)......ممکن ہو تو نیک صالح اور عمرہ کے احکام کا علم رکھنے والے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کا سفر کرنے کی کوشش کرے۔

(۸)...... جب عمرہ کا سفر شروع کرے، تو اپنے گھر والوں، پڑوسیوں اور رفقاء کو الوداع کہے، اور ان کو اللہ کے حفظ وامان میں دینے کی دعاء کرے۔

(۹)......بہتر ہے کہ سفرِ عمرہ کے لئے گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لے، جس کی پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنا بہتر ہے، اور دوسری سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

اور گھر سے نکلتے وقت مسنون دعاء پڑھ لے، مثلاً:

بِسْمِ اللّٰهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

(۱۰)......سفر میں دعاء کی کثرت رکھے، اور سفر کے آداب کا اہتمام کرے۔

(۱۱)......اچھے اخلاق اور صبر کا مظاہرہ کرے، اور بداخلاقی و بے صبری سے بچنے کا اہتمام کرے۔

(۱۲)......اللہ کی طرف دل کے استحضار اور خشوع وخضوع کا اہتمام کرے۔

(۱۳)......عمرہ کے احکام کو سنت کے مطابق ادا کرنے کا اہتمام کرے، اور ہر کام میں افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کے راستہ کو اختیار کرے، اور ہر قدم پر وقت ضائع کرنے اور خاص کر گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے۔

(۱۴)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت مندرجہ

ذیل دعاء پڑھنا منقول ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ مَنَایَانَا بِھَا حَتّٰی تُخْرِجَنَا مِنْھَا۔ [1]

اور عمرہ کے احکام شریعت وسنت کے مطابق ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

(۱۵)...... عمرہ سے واپسی کے سفر میں بھی سفر کے آداب کا خیال رکھے، اور اگر عذر نہ ہو تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرے۔

(۱۶)...... عمرہ بلکہ کسی بھی سفر سے واپسی پر تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھ کر مندرجہ ذیل دعاء کا پڑھنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے:

لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ، وَنَصَرَ عَبْدَہٗ، وَھَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔ [2]

(۱۷)...... عمرہ سے واپس آکر اپنے اعمال کی نگرانی رکھے، تاکہ اس کی جو حالت عمرہ کرنے سے پہلے تھی، عمرہ کرنے کے بعد اُس سے بہتر ہو جائے۔

چند غلط فہمیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ

عمرہ کے حوالہ سے آج کل کئی غلط فہمیاں اور کوتاہیاں رائج ہوگئی ہیں، جن سے بچنا چاہئے، ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

---

[1] عن ابن عمر، أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا دخل مکة قال " : اللھم لا تجعل منایانا بھا حتی تخرجنا منھا (مسند احمد، رقم الحدیث ٦٠٢٧)
قال شعیب الارنؤوط: رجالہ ثقات (حاشیة مسند احمد)

[2] عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا قفل من الغزو أو الحج أو العمرة یبدأ فیکبر ثلاث مرار، ثم یقول :
لا إلہ إلا اللہ، وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک، ولہ الحمد، وھو علی کل شیء قدیر. آیبون تائبون، عابدون ساجدون، لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ، ونصر عبدہ، وھزم الأحزاب وحدہ (بخاری، رقم الحدیث ٤١١٦، باب غزوة الخندق وھی الأحزاب)

●......آج کل بہت سے لوگ نام ونمود، اپنی مالداری اور نیک نامی ظاہر کرنے کے لئے عمرہ کرتے ہیں، جبکہ دکھلاوے اور ریاکاری کے طور پر عمل کرنا چھپا ہوا شرک ہے، جس پر قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، لہٰذا عمرہ کرنے والوں کو اپنی نیتوں میں اخلاص پیدا کرنا چاہئے۔

●......بعض لوگ تجارت یا سیر وتفریح کو مقصودِ اصلی بنا کر عمرہ کے سفر پر جاتے ہیں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب نیت ہی میں اخلاص نہ رہا، تو پھر ثواب کی کیا امید رکھی جاسکتی ہے؟

●......بعض لوگ بھیک مانگنے کے لئے عمرہ کے سفر کا انتخاب کرتے ہیں اور وہاں جا کر حرمین شریفین اور دوسرے مقامات پر سوال کرتے اور بھیک مانگتے ہیں، جو کہ سنگین گناہ ہے۔

●......بعض لوگ نماز روزے، زکاۃ اور کبیرہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اور عمرہ کے سفر پر چل پڑتے ہیں، بلکہ کئی کئی عمرے کرتے رہتے ہیں، حالانکہ نماز، روزے اور زکاۃ اور کبیرہ گناہوں سے بچنے کا درجہ عمرہ سے زیادہ ہے، جن میں کوتاہی درست نہیں۔

●......بعض لوگ حقوق العباد کی صحیح طور پر ادائیگی کی فکر نہیں کرتے اور صرف مروّجہ رسمی طور پر معافی تلافی کرکے اور رسمی طور پر لوگوں سے مل ملا کر عمرہ کے لئے روانہ ہوجاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح رسمی کارروائی کرنے اور ملنے جلنے سے سب معاملات صاف اور حقوقُ العباد بے باق ہوگئے ہیں، جو کہ غلط ہے، شریعت کے اصولوں کے مطابق معافی تلافی اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کرنی چاہئے۔

●......بعض لوگ عمرہ پر جانے سے پہلے اجنبی عورتوں سے بے مُحابا ملتے پھرتے ہیں اور اس طرح عمرہ سے پہلے ہی بدنظری کے گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں، جس سے بچنا چاہئے۔

●......بعض لوگوں کے یہاں عمرہ پر جانے سے پہلے عورتوں اور اجنبی مَردوں کا بے پردگی کے ساتھ اختلاط واجتماع ہوتا ہے اور دھوم دھام کا سماں ہوتا ہے، اس طرح غیرت وحیاء کے خلاف نمود ونمائش کا سماں پیدا کرنے سے بچنا چاہئے۔

●......بعض لوگ عمرے پر جانے سے پہلے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور متعلقین سے رسمی ملاقات کرنے اور ملنے کو ضروری خیال کرتے ہیں، چنانچہ اگر کوئی کسی سے ملاقات نہ کر سکے تو اس کو بہت زیادہ معیوب اور قابلِ الزام چیز سمجھتے ہیں، یہ بھی ایک غیر ضروری چیز کو ضروری سمجھنا ہے، جو کہ شرعی اعتبار سے غلو اور حد سے تجاوز ہے۔

●......بعض لوگ عمرہ جیسی مقدس عبادت کے لئے حرام مال استعمال کرتے ہیں، جو بڑا گناہ ہے اور اس سے مقبول عمرہ کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی، لہٰذا عمرہ کے لئے جہاں تک ہو سکے حلال مال استعمال کرنا چاہئے، حرام مال سے ویسے بھی بچنا ضروری ہے اور عمرہ کے لئے تو حلال مال استعمال کرنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

●......بعض لوگ عمرہ کا شوق پورا کرنے کے لئے لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور اس طرح سے رقم جمع کر کے پھر عمرہ کو جاتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں اور مانگنے پر ایسے لوگوں کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں۔

●......آج کل عمرہ پر جانے سے پہلے بعض لوگ اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرنے لگے ہیں، جس میں مَرد حضرات کے علاوہ خواتین کو بھی شریک کیا جاتا ہے اور بعد میں خورد ونوش کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، اس میں کئی خرابیاں شامل ہو چکی ہیں، لہٰذا اس سے بھی بچنا چاہئے، البتہ مروّجہ طریقہ پر قرآن خوانی کی رسم سے ہٹ کر اپنے طور پر خود اخلاص کے ساتھ قرآن مجید اور مسنون دعائیں پڑھنے اور اخلاص سے کچھ صدقہ خیرات کرنے میں حرج نہیں۔

●......بعض لوگ نامحرم عورت کو اور بعض عورتیں نامحرم مرد کو اپنا محرم ظاہر کر کے عمرہ پر جاتے ہیں، جبکہ وہ ایک دوسرے کے لئے شرعی نقطۂ نظر سے محرم نہیں ہوتے، جس کا جھوٹ ہونا اور جھوٹ کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔

اسی طرح بعض عورتیں شرعی محرم کے بغیر بلکہ نامحرم کو اپنا محرم ظاہر کر کے عمرہ کے سفر پر چل پڑتی ہیں جو کہ جائز نہیں، کسی نامحرَم کو اپنا محرَم ظاہر کرنے میں جھوٹ اور غلط بیانی کا گناہ لازم

آتا ہے، جیسا کہ گزرا۔

اگر کسی عورت کو محرم میسر نہ ہو، تو اس کو شرعی اعتبار سے عمرہ کرنا ضروری ہی نہیں، پھر اس کے لئے جھوٹ جیسے گناہ کے ارتکاب کی کیسے اجازت ہوسکتی ہے۔

● ......بعض لوگ عمرہ کی خاطر رشوت دینے کا ارتکاب کرتے ہیں، حالانکہ عمرہ کی خاطر رشوت کے لین دین کا ارتکاب کرنا درست نہیں۔

● ......عمرہ کرنے والوں کے لئے قانونی طور پر خون کے گروپ اور دیگر طبی معائنوں کی رپورٹ ضروری قرار دی گئی ہے، بعض لوگ طبی معائنہ وتشخیص کرائے بغیر رسمی اور جھوٹی رپورٹ تیار کرالیتے ہیں، جس کے جھوٹ ہونے میں شک نہیں، جھوٹ کے علاوہ اس کا نقصان بعض اوقات اس شکل میں بھی اٹھانا پڑ جاتا ہے کہ ہنگامی حالات میں اس کی وجہ سے غلط دواوغیرہ کا انتخاب ہوجاتا ہے، پس میڈیکل رپورٹ کے اس غلط طریقہ سے بچنا چاہئے۔

● ......آج کل عمرہ کے سفر پر جانے والے کو رخصت کرتے وقت گلے میں یا سر پر مختلف قسم کے ہار اور پھول پتیاں ڈالی جاتی ہیں، یہ رسم خلافِ سنت اور قابلِ ترک ہے اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں یا عمرہ والے کے لئے ایسی نمود ونمائش میں مشغول ہونا پسند نہیں فرمایا۔

● ......بعض لوگ عمرہ کرنے والے کو رخصت کرتے وقت نعت خوانی اور نعرے بازی کرتے ہیں، یہ بھی خواہ مخواہ کی رسم اور اخلاص کے خلاف ہے۔

● ......بعض جگہ عمرہ کرنے والے کو رخصت کرنے کے لئے خواتین بھی ایک ہجوم کے ساتھ گھروں سے باہر نکلتی ہیں، بلکہ دور دراز سے سفر کر کے ائیر پورٹ وغیرہ تک جاتی ہیں، جن میں بن سنور کر بے پردہ عورتیں بھی ہوتی ہیں، عورتوں کو، ہجوم کے ساتھ اس غرض کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور اس سے بڑھ کر بن سنور کر بے پردگی کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں۔

● ......بعض لوگ عمرہ کرنے والے کو رخصت کرتے وقت تصویریں بناتے ہیں، جس سے بچنا چاہئے۔

● ......بعض لوگ عمرہ کے سفر میں ذرا سے عذر یا غفلت اور لاپرواہی سے فرض نمازیں تک چھوڑ دیتے یا قضاء کردیتے ہیں، جس کی وجہ سے عمرہ کی قبولیت سے محرومی کا اندیشہ ہے۔

● ......بعض عورتیں عمرہ میں پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں، بلکہ اپنے گھروں میں پردہ کرنے والی خواتین بھی عمرہ کے موقع پر بے پردگی اور بناؤ سنگھار کا کھلا مظاہرہ کرتی ہیں، جو کہ درست نہیں۔

● ......بعض لوگ کسی طرح چھپ کر یا سفارش وتعلقات وغیرہ کی بنیاد پر متعینہ وزن سے زیادہ سامان اس کا مقررہ محصول اور کرایہ ادا کئے بغیر لے جاتے یا لاتے ہیں، جو کہ شرعاً بھی جائز نہیں۔

● ......بعض لوگ عمرہ کے مقدس فریضہ کی ادائیگی سے واپس آتے ہوئے ساتھ میں غیر شرعی یا غیر قانونی سامان لے آتے ہیں حتیٰ کہ ٹیلی ویژن، وی سی آر، ڈیک وغیرہ جیسی چیزوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں، اس طرح کی حرکات سے باز آنا چاہئے۔

● ......بعض لوگوں کو عمرہ سے واپسی پر رسمی طور پر رشتہ دار واحباب کو تحفے تحائف دینے کی بڑی فکر ہوتی ہے اور اتنے سارے تحفے سب کے لئے لانا مشکل ہوتا ہے، ایسے حالات میں وہ اپنے یہاں سے خریدی یا لی ہوئی چیزوں کو مکہ ومدینہ سے لائی ہوئی ظاہر کرکے پیش کرتے ہیں جس میں دھوکہ دہی پائی جاتی ہے، اولاً تو رسمی تحفے تحائف کی ضرورت ہی کیا ہے؟ پھر اس رسمی عمل کو مزید ایک دھوکہ دہی کا گناہ کرکے انجام دینا تو اور بھی زیادہ نامناسب ہے۔

● ......آج کل عام طور پر دیکھنے میں آرہا ہے کہ اگر کوئی عمرہ کرکے واپس آئے اور کسی جاننے والے کے لئے کوئی تحفہ وہاں سے نہ لائے تو اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے، طرح طرح کی باتیں کی جاتی ہیں اور عمرہ کرنے والا بھی اسی غرض سے لاتا ہے، تاکہ لوگوں کی طعن وتشنیع سے بچا جاسکے، یا ہمارا نام روشن ہوجائے اور سب کو معلوم ہوجائے کہ فلاں صاحب عمرہ

کر کے آئے ہیں، سب لوگوں کے لئے تحفے لائے ہیں، جبکہ اس طرح رسم کے طور پر اور نام ونمود کے لئے لین دین کرنا منع ہے، البتہ کسی مسلمان بھائی کو محبت اور اخلاص سے تحفہ، ہدیہ دینا، دعوت کرنا اور اس کا قبول کرنا باعثِ اجر وثواب اور سنت ہے، اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے، لیکن یہ عمل اس وقت عبادت ہے، جبکہ محبت اور اخلاص کے ساتھ ہو، اور اس میں کوئی گناہ نہ ہو، اور اس کو صرف رسم کے طور پر انجام نہ دیا جائے۔

●...... بہت سے لوگ عمرہ کے بعد اس خیال میں رہتے ہیں کہ ہم نے عمرہ کرلیا ہے اور سب گناہ اور حقوقُ العباد معاف ہوگئے ہیں، اس لئے یہ لوگ عمرہ کے بعد گناہوں پر اور جری ہوجاتے ہیں، حالانکہ عمرہ سے تمام گناہ خصوصاً حقوقُ العباد معاف نہیں ہوتے۔

●......آج کل بعض لوگوں کی عمرہ سے واپسی پر ایئرپورٹ یا اسٹیشن وغیرہ پر تصاویر بنائی جاتی ہیں، اس سے بچنا چاہئے۔

●...... بعض علاقوں میں یہ بھی ضروری سمجھا جانے لگا ہے کہ جب کوئی عمرہ کر کے واپس آتا ہے تو اس کے دوست احباب اور رشتہ دار اس سے ملاقات کے لئے خالی ہاتھ نہ جائیں بلکہ مٹھائی، جوڑا وغیرہ کچھ نہ کچھ خدمت میں ضرور پیش کریں اور کوئی خالی ہاتھ چلا جائے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے، یہ بھی حد سے تجاوز ہے۔

●......بعض علاقوں میں یہ دستور بھی چل پڑا ہے کہ عمرہ کر کے آنے والا تمام ملنے والوں کی اجتماعی یا انفرادی طور پر ضرور دعوت کرے اور دوسرے جاننے والے بھی فرداً فرداً عمرہ کرنے والے کی دعوت کریں، اور جو کوئی دعوت نہ کرے تو اسے باعثِ عَیب سمجھا جاتا ہے، اور پھر باری باری یا ادلہ بدلی کے طور پر دعوت کو ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ تمام چیزیں رسم میں داخل ہیں، البتہ اگر کوئی اخلاص اور محبت سے دعوت کرے اور اسے ضروری نہ سمجھے، اور رسم کے طور پر اس کو اختیار نہ کیا جائے، اور کسی دوسری خرابی میں مبتلا نہ ہوا جائے، نہ ہی دکھلاوا پیشِ نظر ہو، تو پھر حرج نہیں۔

●......بعض لوگ عمرہ سے واپس آ کر جب بھی کہیں موقع ملتا ہے، اپنے عمرہ کے قصے چھیڑ دیتے ہیں، تاکہ حاضرین وسامعین کو پتہ چل جائے کہ یہ حضرت بھی عمرہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، اور ایک مرتبہ ہی نہیں، بلکہ اتنی مرتبہ حاصل کر چکے ہیں، ظاہر ہے کہ ریاء کاری اور دکھلاوے سے نیک اعمال کی قبولیت ونورانیت ختم ہو جاتی ہے۔

●......بعض لوگ جہاز میں سوار ہو کر اگر نماز کا وقت آ جائے، تو نماز نہیں پڑھتے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ جہاز میں نماز نہیں ہوتی۔

حالانکہ جہاز میں بھی نماز ہو جاتی ہے، لیکن اگر قیام کرنا اور باقاعدہ رکوع وسجدہ کرنا اور قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن ہو، تو ان شرائط کی رعایت کرنا یا ان میں سے جن شرائط پر قدرت ہو، ان کی رعایت کر کے فرض نماز پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔ [1]

البتہ جہاز میں نفل وسنت نمازوں کو بیٹھ کر اور رکوع وسجدہ اشارہ سے کر کے پڑھنا اور اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے جس طرف بھی رخ ہو، اسی طرف رخ کئے ہوئے پڑھنا جائز ہے۔ [2]

●......بعض لوگوں کو سفر میں نماز کے قصر کے احکام کا علم نہیں ہوتا، اس لئے وہ سفر میں نماز

---

[1] وإذا كانت صلاة الفرض على الراحلة لا تجوز إلا لعذر؛ لأن شرط الفريضة المكتوبة أن يكون المصلى مستقبل القبلة مستقرا فى جميعها ومستوفيا شروطها وأركانها، فإن من أمكنه صلاة الفريضة على الراحلة مع الإتيان بكل شروطها وأركانها، ولو بلا عذر صحت صلاته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۳۰، و ۲۳۱ مادة "الصلاة على الراحلة")

[2] والتطوع الجائز على الراحلة يشمل النوافل المطلقة والسنن الرواتب والمعينة والوتر وسجود التلاوة، وهذا عند جمهور الفقهاء المالكية والشافعية والحنابلة.
واستدلوا بأن النبى صلى الله عليه وسلم كان يوتر على بعيره، وكان يسبح على بعيره إلا الفرائض.
وعند الحنفية ما يعتبر واجبا عندهم من غير الفرائض كالوتر لا يجوز على الراحلة بدون عذر، وكذلك سجدة التلاوة وعن أبى حنيفة :أنه ينزل عن دابته لسنة الفجر؛ لأنها آكد من سائر السنن الرواتب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۲۲۹، مادة صلاة، الصلاة على الراحلة)
اتفق الفقهاء على جواز التنفل على الراحلة فى السفر لجهة سفره ولو لغير القبلة ولو بلا عذر، لأنه صلى الله عليه وسلم :كان يصلى على راحلته فى السفر حيثما توجهت به وفسر قوله تعالى : (فأينما تولوا فثم وجه الله) بالتوجه فى نفل السفر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴، ص ۷۵، استقبال المتنفل على الراحلة فى السفر، مادة "استقبال")

پڑھنے میں تذبذب کا شکار ہوتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک کوئی اپنے ملک سے باہر نہ نکل جائے، اس وقت تک اس کو نماز میں قصر کا حکم نہیں ہوتا، اور اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب کوئی مسافر کسی جگہ ایک دو دن کے لئے بھی ٹھہر جائے، تو اس کی نماز کے قصر کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔

حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط فہمی پر مبنی ہیں، کیونکہ جب کوئی شخص سفر کی نیت سے اپنی اقامت والی جگہ کی حدود سے نکل جائے، خواہ وہ اقامت والی جگہ اس کا شہر ہو یا گاؤں ہو، تو اس کو نماز میں قصر کا حکم ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب کوئی مسافر کسی جگہ ایک، دو دن کے لئے ٹھہرے، تب بھی اس کو نماز میں قصر کا حکم ہوتا ہے۔

البتہ اگر کسی جگہ شرعی اقامت اختیار کر لے، تو پھر نماز کے قصر کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک شرعی اقامت کی مدت کم از کم پندرہ راتیں ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام (مالکیہ، شافعیہ وحنابلہ) کے نزدیک چار دن ہے، مگر امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک چار دن سے زیادہ یعنی کم از کم پانچ دن ہے۔

لہٰذا حنفیہ کے نزدیک مسافر اپنے وطنِ اقامت سے باہر کسی جگہ مجموعی طور پر کم از کم پندرہ رات قیام کی نیت کرنے کی وجہ سے مقیم شمار ہوتا ہے، اور اس کو پوری نماز پڑھنے کا حکم ہوتا ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو غلط فہمیوں اور کوتاہیوں سے بچ کر اخلاص کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے اور اس کے ثواب کو تادمِ آخر محفوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] جبکہ حنابلہ کے نزدیک چار دن سے زیادہ (مثلاً پانچ یا اس سے زیادہ دن) اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک صرف چار دن قیام کرنے کی وجہ سے وہ شخص مقیم شمار ہو جاتا ہے، اور اس کو پوری نماز پڑھنے کا حکم ہوتا ہے۔

(کذافی الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ج۲۸، ص۷۴، مادۃ "صوم")

(فصل نمبر۴)

عمرہ کی ادائیگی کا مختصر وسہل طریقہ

عمرہ ادا کرنے کا طریقہ (خواہ تنہا عمرہ کرنا مقصود ہو، یا حجِ تمتع والا عمرہ کرنا مقصود ہو) یہ ہے کہ جو شخص عمرہ کا ارادہ کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ عمرہ کے احرام کی تیاری کرے۔

پھر اگر وہ میقات سے باہر سے سفر کر کے حرم جارہا ہے، تو اُسے چاہئے کہ میقات پر پہنچ کر یا اس سے پہلے (گھر یا ائرپورٹ سے، یا جہاز میں بیٹھ کر) جب بھی چاہے، احرام باندھ لے۔

اور اگر وہ میقات سے اندر مگر حرم کی حدود سے باہر یعنی حِل سے عمرہ کرنے جارہا ہے، تو اسے چاہئے کہ اپنے گھر سے یا حل کی کسی بھی جگہ سے حرم کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لے۔

اور اگر وہ حرم کی حدود میں موجود ہے، تو اُسے چاہئے کہ وہ کسی بھی طرف سے حرم کی حدود سے باہر حل کی طرف نکل کر احرام باندھے، اور آج کل بیتُ اللہ سے حرم کی بیرونی قریبی حد تنعیم نام کی جگہ ہے، جہاں آج کل مسجدِ عائشہ قائم ہے، اور وہاں حکومت کی طرف سے احرام باندھنے کے انتظامات مہیا کیے گئے ہیں۔

اور عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے حرم کی حدود سے باہر نکلنے کا یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے، جو حرم کی حدود میں موجود ہو، خواہ وہ وہاں کا مستقل باشندہ ہو، یا کسی اور جگہ کا رہنے والا شخص حرم میں کسی وجہ سے مقیم ہو، یا حرم کے باہر سے آیا ہوا کوئی ایسا شخص ہو، جو حرم میں موجود ہو، اگرچہ وہ شرعی اعتبار سے مسافر ہو۔

اور آج کل جو بعض لوگ حرم میں موجود باہر سے آئے ہوئے حضرات کو تنعیم سے جہاں آج کل مسجدِ عائشہ کے نام سے مسجد قائم ہے، عمرہ کا احرام باندھنے کو منع کرتے ہیں، اُن کا یہ منع

کرنا دلیل کے لحاظ سے راجح نہیں۔ [۱]

احرام کی تیاری یہ ہے کہ جو چیزیں احرام کے لئے سنت و مستحب ہیں، ان کو اختیار کرے، مثلاً غسل کرے، یا کم از کم وضو کرے، فاضل بال اور ناخن وغیرہ کاٹے، اور بدن اور لباس پر ایسی خوشبو لگائے، جس کا جسم اور دَل بعد میں باقی نہ رہے، اگرچہ نشان باقی رہے، اور اگر مرد ہو تو سِلے ہوئے کپڑے اُتار کر احرام کی دو چادریں پہن لے، ایک تہبند کے طور پر پائجامہ یا شلوار کی جگہ، اور دوسری اوپر کرتہ کی جگہ، پھر احرام شروع کرنے کے لئے دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر اس کے بعد عمرہ کی دل میں نیت کرے، اور زبان سے بھی الفاظ ادا کر لے، تو جائز بلکہ بعض کے نزدیک بہتر ہے، مثلاً عربی میں یہ الفاظ ادا کرے کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

اور اگر عربی میں مشکل ہو تو اُردو یا اپنی جو بھی زبان ہو، اُس میں اس طرح سے کہے کہ:

اے اللہ! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، تو آپ اس کو میرے لئے آسان کر دیجئے، اور اس کو میری طرف سے قبول فرمالیجئے، بے شک آپ خوب سُننے، جاننے والے ہیں۔

پھر اس کے بعد تلبیہ پڑھے، اور تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں کہ:

لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ.

---

[۱] صفة أداء العمرة :من أراد العمرة فإنه يستعد للإحرام بالعمرة متى بلغ الميقات أو اقترب منه إن كان آفاقيا، أو يحرم من حيث أنشأ أى :من حيث يشرع فى التوجه للعمرة إن كان ميقاتيا، أى يسكن أو ينزل فى المواقيت أو ما يحاذيها، أو فى المنطقة التى بينها وبين الحرم.
أما إن كان مكيا أو حرميا أو مقيما أو نازلا فى مكة أو فى منطقة الحرم حول مكة فإنه يخرج من الحرم إلى أقرب مناطق الحل إليه، فيحرم بالعمرة متى جاوز الحرم إلى الحل ولو بخطوة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص۳۱۷، مادة "عمرة")

اس عمل کے ذریعہ سے اس کا احرام شروع ہوجائے گا، اور احرام کی پابندیاں لازم ہوجائیں گی۔

اگر کوئی کسی دور ملک سے سفر کر کے عمرہ کرنے کے لئے جارہا ہے، تو آج کل انتظامی وقانونی حالات کے پیشِ نظر میقات سے کچھ پہلے یا میقات پر پہنچ کر احرام شروع کرنا مناسب ہے، کیونکہ پہلے احرام شروع کردینے کے نتیجہ میں بعض اوقات سفر منسوخ یا مؤخر ہوجاتا ہے، اور احرام کی پابندیوں کو نباہنا مشکل ہوجاتا ہے، لہٰذا احرام کی باقی تیاریاں پہلے کر لی جائیں، اور احرام کی نیت کر کے تلبیہ بعد میں میقات پر یا اس سے کچھ پہلے پڑھا جائے، تو زیادہ سہولت رہتی ہے۔

احرام شروع کرنے کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھتے رہنا چاہئے، اور حرم پہنچ کر پھر مسجدِ حرام میں داخل ہو کر عمرہ کے طواف کی تیاری کرنی چاہئے۔

جس کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو خشوع اور احترام کے ساتھ بیتُ اللہ کے قریب پہنچے، اور اگر مرد ہو تو اضطباع کرلے، یعنی اپنے احرام کی اوپر والی چادر کا دایاں حصہ داہنے بازو کے نیچے سے لاکر بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے اور دائیں کندھے کو اوپر کی طرف سے ننگا کردے، اور چادر کے بائیں طرف کے کنارے کو بھی موڑ کر اسی بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے، اور حجرِ اسود کے قریب پہنچ کر تلبیہ پڑھنا بند کردے، اور بیتُ اللہ کا طواف کرنے کی دل میں نیت کرے، اور حجرِ اسود کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو، پھر اللہ اکبر کہہ کر حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرے، اور بیتُ اللہ کو اپنے بائیں طرف کر کے سات چکر کاٹے، اور طواف شروع کرتے وقت حجرِ اسود کا استلام کرے، اور استلام یہ ہے کہ اگر ہجوم نہ ہو، اور کسی کو ایذاء وتکلیف نہ پہنچے، تو تکبیر یعنی اللہ اکبر پڑھ کر حجرِ اسود کو منہ سے بوسہ دے، جس کو استلام کہا جاتا ہے، بشرطیکہ اس کو خوشبو لگی ہوئی نہ ہو، ورنہ دُور سے اس کے سامنے کی طرف اللہ اکبر کہتے ہوئے اشارہ کرنے اور ہاتھوں کو چوم لینے پر اکتفاء کرے، یہ استلام کا اشارہ ہے، پھر اس کے

بعد جب بھی اگلے چکروں میں حجرِ اسود کے سامنے سے گزرے، تو مذکورہ تفصیل کے مطابق اس کو بوسہ دے، یا اس کی طرف دُور سے ہی اشارہ کرے۔

اور اگر مرد ہو، تو طواف کے پہلے تین چکروں میں رَمَل کرے، اور باقی چار چکر معمول کے مطابق چل کر مکمل کرے، اور رَمَل کا مطلب یہ ہے کہ سینہ تان کر اور قریب قریب پاؤں رکھ کر تیز چلے، اور خواتین رَمَل نہ کریں، بلکہ وہ طواف کے تمام چکر عام رفتار کے ساتھ چل کر پورے کریں۔

اور طواف کے درمیان آہستہ آواز میں ذکر اور دعاء میں مصروف رہے۔

پھر جب طواف کے سات چکر مکمل کرلے، تو طواف سے فارغ ہوکر دو رکعتیں ادا کرے، اور اگر ہجوم نہ ہو، اور اپنے کو اور کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچتی ہو، تو مقامِ ابراہیم کے قریب میں یہ دو رکعتیں ادا کرے، ورنہ مسجدِ حرام میں جہاں بھی موقع مل جائے، وہاں یہ دو رکعتیں ادا کرلے۔

پھر اگر ممکن ہو تو ایک مرتبہ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے حجرِ اسود کا بوسہ لے، اور اگر بوسہ لینا مشکل ہو، تو دور سے اس کی سیدھ میں ہوکر اس کی طرف اشارہ کرے۔

اور پھر صفا کی طرف چلے، اور اگر ممکن ہو اور یاد رہے، تو یہ آیت پڑھتا ہوا جائے کہ:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا.

اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی شروع کرے۔

چنانچہ پہلے صفا پہاڑی پر اتنا اوپر چڑھ جائے کہ کعبۃُ اللہ نظر آنے لگے، پھر کعبۃُ اللہ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہوجائے، اور لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے، اور جو چاہے دعاء کرے، اور اگر دل چاہے، تو دعاء کرتے وقت ہاتھ بھی دعاء کے لئے اٹھالے۔

پھر آہستہ آواز میں ذکر کرتے ہوئے مَروہ کی طرف چلنا شروع کرے، اور اگر مرد ہو تو میلین

اخضرین یعنی دوسبز ستونوں کے درمیان تیز چلے، اور خاتون ہوتو عام رفتار کے ساتھ چلے۔

اور میلین اخضرین سے گزرنے کے بعد مرد بھی عام رفتار کے ساتھ چل کر مروہ تک پہنچ جائے، اور مروہ پر کھڑے ہو کر بھی بیتُ اللہ کی طرف رُخ کر کے صفا کی تفصیل کے مطابق کھڑے ہو کر دعاء کرے۔

اس طرح یہ سعی کا ایک چکر مکمل ہوا۔

پھر مروہ سے صفا کی طرف پہلی تفصیل کے مطابق واپس جائے، اور صفا پر جا کر پہلی تفصیل کے مطابق دعاء کرے، اس طرح دوسرا چکر بھی مکمل ہو گیا، اور اسی طرح کرتے کرتے سات چکر مکمل کر لے، ساتویں چکر کا اختتام مروہ پر ہوگا۔

پھر جب سعی سے فارغ ہو جائے تو مرد کو چاہئے کہ اپنے سر کے بال منڈوائے، یا ترشوائے، اور خاتون ہوتو اُسے اپنے سر کے بال ایک پوروے کے برابر یا اس سے کچھ زیادہ کٹانا چاہئے۔

اس کے بعد عمرہ مکمل ہو جائے گا، اور خالی عمرہ ہو یا حجِ تمتع والا عمرہ ہو، تو احرام کی پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ عمرہ کا جو طریقہ ذکر کیا گیا، یہ اس عمرہ کا طریقہ بھی ہے، جو خاص عمرہ کے لئے سفر کر کے کیا جائے، اور اُس عمرہ کا طریقہ بھی یہی ہے، جو عمرہ حجِ تمتع کرنے والا، حج کے موقع پر حج سے پہلے کرتا ہے، اور اسی طرح سے اگر حج کرنے والا حج سے پہلے یا بعد میں مزید عمرے کرے، اس کا طریقہ بھی یہی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر ۵)

عمرہ کے تفصیلی احکام

عمرہ کے فرائض اور واجبات

حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے لئے احرام کا ہونا شرط ہے، جس کے بغیر عمرہ کرنا صحیح نہیں، اور عمرہ کا رکن درجہ کا فرض طواف کرنا ہے، اور طواف کے بعد سعی کرنا اور بالوں کو منڈانا یا ترشوانا واجب ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عمرہ کے تین ارکان ہیں، ایک احرام، دوسرے طواف، تیسرے سعی، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلق یا قصر (یعنی بال کٹانا یا منڈنا) بھی رکن میں داخل ہے۔ [1]

عمرہ کی سنتیں

عمرہ میں سنت اعمال وہی ہیں، جو احرام اور طواف اور سعی اور سر کے بال منڈانے یا کٹانے میں سنت ہیں، کیونکہ عمرہ میں یہی اعمال ادا کئے جاتے ہیں، لہٰذا جو جو کام ان اعمال میں ادا کرنا سنت ہوں گے، وہی عمرہ کے لئے بھی سنت ہوں گے۔ [2]

---

[1] عمرہ کے لئے احرام تمام فقہائے کرام کے نزدیک ضروری ہے، اختلاف صرف اس کے شرط یا رُکن ہونے کا ہے، اور یہ اختلاف ایک علمی نوعیت کا ہے، ورنہ کسی کے نزدیک بھی عمرہ احرام کے بغیر درست نہیں ہوتا۔

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن أركان العمرة ثلاثة هى :الإحرام والطواف والسعى، وهو مذهب المالكية والحنابلة ، وقال بركنيتها الشافعية، وزادوا ركنا رابعا هو :الحلق

ومذهب الحنفية أن الإحرام شرط للعمرة، وركنها واحد هو :الطواف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠ص٣١٨،أركان العمرة،مادة"عمرة")

[2] يسن فى العمرة ما يسن فى الأفعال المشتركة بينها وبين الحج :فى الإحرام والطواف، والسعى، والحلق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص٣٢٤،مادة " عمرة ")

عمرہ کے ممنوعات ومکروہات

عمرہ کے ارکان یا واجبات میں سے کسی چیز کو ترک کرنا، مثلاً طواف، یا سعی، یا بال کٹانے یا منڈانے کو ترک کردینا عمرہ کے ممنوعات میں داخل ہے۔

اوران میں سے بعض چیزوں کے ترک کرنے سے عمرہ ادا بھی نہیں ہوتا، جبکہ بعض چیزوں کے ترک کرنے پر دَم لازم آجاتا ہے۔ [1]

اگر کوئی عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ کرنے سے روک دیا جائے، مثلاً حکومت کی طرف سے اُسے عمرہ کرنے کی اجازت نہ ملے، تو وہ شریعت کی زبان میں محصَر کہلاتا ہے، جس کے احرام سے نکلنے کے لئے شریعت کی طرف سے مخصوص طریقہ مقرر کیا گیا ہے، جس کا ذکر آگے اپنے مقام پر آتا ہے۔ [2]

اور اگر کوئی شخص عمرہ کا کوئی رُکن چھوڑ دے، تو اُسے اس رکن کی ادائیگی ضروری ہے۔

اور جب تک وہ عمرہ کے اس رکن کو ادا نہیں کرے گا، اس وقت تک اس کو احرام سے نکلنا جائز

---

[1] يمنع في العمرة مخالفة أحكامها بحسب الحكم الذي تقع المخالفة له.

فمحرمات العمرة :هي ترك شيء من أركانها، فيحرم ترك شيء من الطواف، أو السعي أو الحلق، على القول بركنيتهما، ولا يتحلل من إحرام العمرة حتى يتم ما تركه.

ومكروهات العمرة :ترك واجب من واجباتها، وترك الواجب مكروه كراهة تحريم عند الحنفية، وعند غيرهم حرام، والمعنى واحد؛ لأنه يلزم الإثم عند الجميع، ويلزم الدم عند الحنفية وغيرهم.

ويكره ترك سنة من السنن، ولا تسمى كراهة تحريم، ولا يلزم جزاء بتركها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٠، ص ٣٢٤، مادة " عمرة ")

[2] الإخلال بأحكام العمرة:

أولا :ترك ركن من أركان العمرة بمانع قاهر:

يعتبر المنع من ركن من أركان العمرة بمانع قاهر إحصارا يبيح التحلل من إحرام العمرة، ويتفاوت اعتباره إحصارا باختلاف المذاهب في أركان العمرة، وفيما يعتبر سببا للإحصار، وما يترتب على ذلك من أحكام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٠، ص ٣٢٧، مادة " عمرة ")

نہیں ہوگا۔ [۱]

اگر کوئی شخص عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے رکن کی ادائیگی سے پہلے اللہ نہ کرے جماع کر بیٹھے، تو اس سے اس کا عمرہ فاسد ہو جاتا ہے۔

جس کے بعد اس پر قضا بھی واجب ہوتی ہے، اور اس کا فدیہ بھی واجب ہوتا ہے، اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کا فدیہ دم کی شکل میں قربانی کا ایک چھوٹا جانور ہے۔ [۲]

اور عمرہ کے کسی واجب کو ترک کرنے سے دم واجب ہوا کرتا ہے۔ [۳]

---

[۱] من ترک شيئا من أركان العمرة كالطواف أو السعى -عند القائل بركنيته -فإنه يكون قد فعل حراما، ويجب عليه الإتيان بما تركه، ويظل محرما يجب عليه اجتناب محظورات الإحرام كلها حتى يرجع ويأتى بما تركه، ولا تفوت عليه العمرة أبدا؛ لأنه ليس لأركانها وقت معين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص۳۲۷، مادة "عمرة")

[۲] اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کا فدیہ دم کی شکل میں قربانی کا ایک بڑا جانور ہے، جس کو بدنہ کہا جاتا ہے، جس کی تفصیل آگے "احرام میں جماع وقضائے شہوت کا حکم" میں آتی ہے۔

لا تفسد العمرة بترک ركن من أركانها، ولا بترک واجب فيها، إلا بالجماع قبل التحلل من إحرامها، على التفصيل التالى:

ذهب الحنفية إلى أنه لو جامع قبل أن يؤدى ركن العمرة -وهو الطواف أربعة أشواط عندهم -فإنه تفسد عمرته، أما لو وقع المفسد بعد ذلک فلا تفسد العمرة؛ لأنه بأداء الركن أمن الفساد.

وذهب المالكية إلى أن المفسد إن حصل قبل تمام سعيها ولو بشوط فسدت، أما لو وقع بعد تمام السعى قبل الحلق فلا تفسد؛ لأنه بالسعى تتم أركانها، والحلق من شروط الكمال عندهم.

ومذهب الشافعية والحنابلة أنه إذا حصل المفسد قبل التحلل من العمرة فسدت، والتحلل يحصل بالحلق عند الفريقين، وهو ركن عند الشافعية واجب عند الحنابلة.

ويجب فى إفساد العمرة ما يجب فى إفساد الحج من الاستمرار فيها، والقضاء ، والفداء .

واختلفوا فى فداء إفساد العمرة :فمذهب الحنفية، والحنابلة أنه يلزمه شاة؛ لأن العمرة أقل رتبة من الحج، فخفت جنايتها، فوجبت شاة.

ومذهب المالكية والشافعية أنه تلزمه بدنة قياسا على الحج.

أما فداء الجماع الذى لا يفسد العمرة فشاة فقط عند الحنفية، وبدنة عند المالكية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص۳۲۷، مادة "عمرة")

[۳] من ترک واجبا فى العمرة، كالسعى عند الحنفية وفى القول الراجح عند الحنابلة، وكالحلق عند الجمهور خلافا للشافعية، فإنه يأثم بهذا، ويجب عليه الدم عندهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص۳۲۷، ۳۲۸، مادة "عمرة")

اور عمرہ کی کسی سنت کو ترک کرنے سے ثواب میں کمی اور کراہت لازم آجاتی ہے، اگرچہ کوئی دَم واجب نہیں ہوتا۔ [1]

عمرہ کے مباحات

عمرہ میں جن کاموں کے ترک کرنے یا خلاف ورزی کرنے سے نہ تو کوئی فرض، واجب یا سنت فوت ہو، اور نہ کوئی دَم یا کراہت لازم آئے، اُن کاموں کا کرنا عمرہ کے مباحات میں داخل ہے، کہ جن کے کرنے میں نہ تو کوئی گناہ ہے، اور نہ کوئی ثواب۔ [2]

ملحوظ رہے کہ عمرہ سے متعلق جو احکام ذکر کئے گئے، وہ عمرۂ مفردہ کے متعلق بھی ہیں، یعنی فقط عمرہ کے، اور اس عمرہ کے بھی ہیں، جو حجِ تمتع کرنے والا حج سے پہلے یا بعد میں یا مدینہ منورہ سے واپسی پر کرتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] تارک السنة یحرم نفسه الثواب والفضل الذی أعده الله لمن أتی بالسنة، وصرح الحنفیة فی تارک السنة بکونه مسیئا، ولا یلزمه جزاء ولا فداء (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۰، ص۳۲۷، ۳۲۸، مادة "عمرة")

[2] یباح فی العمرة کل ما لا یخل بأحکامها، وخصوصا أحکام الإحرام التی سبقت (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۰، ص۳۲۴، مادة "عمرة")

(فصل نمبر ٦)

احرام اور اس کے متعلق احکام

عمرہ صحیح ہونے کے لئے احرام ضروری ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا۔

پھر دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک تو احرام صرف دل میں نیت کرنے سے شروع ہوجاتا ہے، یعنی جب کوئی دل میں یہ نیت کرلے کہ وہ عمرہ کا احرام شروع کرتا ہے، یا عمرہ کے احرام میں داخل ہوتا ہے، تو صرف اتنا کرنے سے احرام شروع ہوجاتا ہے، اور احرام کی پابندیاں لازم ہوجاتی ہیں، البتہ احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھنا بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک سنت ہے۔

چنانچہ حنفیہ کے نزدیک احرام کی نیت کا تلبیہ یا اللہ کے کسی ایسے ذکر کے ساتھ ہونا ضروری ہے، جو اللہ کی تعظیم پر دلالت کرے، اور جب تک احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ نہ پڑھے، تو حنفیہ کے نزدیک احرام شروع نہیں ہوتا، لہٰذا اگر کوئی شخص دل میں احرام کی نیت کرلے، مگر زبان سے تلبیہ نہ پڑھے، یا زبان سے تلبیہ پڑھے، مگر دل میں احرام کی نیت نہ ہو، تو بہر دوصورت اس کا احرام شروع نہیں ہوگا۔

عمرہ کے احرام کا زمانہ

عمرہ کی ادائیگی کا کوئی مخصوص وقت اور زمانہ مقرر نہیں، اس لئے عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے وقت کی کوئی تخصیص نہیں۔

اور عمرہ کا احرام سال میں جب چاہے دن رات میں کسی بھی وقت باندھنا جائز ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک نو ذی الحجہ سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک (صرف ان پانچ دنوں میں) عمرہ کرنا منع ہے، اس لئے ان دنوں میں عمرہ کا احرام باندھنا بھی منع ہے، کیونکہ یہ دن حج کے

ساتھ خاص ہیں۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ان پانچ دنوں میں بھی عمرہ کا احرام باندھنا جائز ہے۔

عمرہ کے احرام کا مقام

اگر کوئی شخص آفاقی ہے یعنی میقات سے باہر ہے، جیسا کہ پاکستان، بنگلہ دیش یا ہندوستان وغیرہ میں موجود شخص، اور وہ عمرہ کرنے کے لئے حرم جانا چاہتا ہے، تو اسے عمرہ کا احرام میقات یا اس کی محاذات یعنی بالمقابل جگہ سے باندھنا ضروری ہے۔ [1]

اور میقات پانچ ہیں، ایک کا نام ذوالحلیفہ ہے، اور دوسری کا نام جحفہ ہے، اور تیسری کا نام یلملم ہے، اور چوتھی کا نام ذاتِ عرق ہے، اور پانچویں کا نام قرنُ المنازل ہے۔ [2]

پھر جو شخص میقات سے گزر کر حرم کی حدود میں داخل ہونا چاہتا ہے، اگر وہ عمرہ اور حج کرنے کی نیت سے نہیں جارہا، بلکہ کسی اور غرض مثلاً ملازمت، تجارت، وغیرہ سے جارہا ہے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو بھی حج یا عمرہ کسی ایک کا احرام باندھ کر جانا ضروری ہے۔

جبکہ امام شافعی کے نزدیک اس کو احرام باندھنا ضروری نہیں، اگرچہ مستحب ہے، اِلَّا یہ کہ وہ حج یا عمرہ کی نیت سے جائے۔ [3]

---

[1] البتہ اگر کوئی میقات کے باہر (مثلاً پاکستان) سے جانے والا شخص پہلے مدینہ منورہ جاتا ہے، اور پھر وہاں سے حرم میں آ کر عمرہ کرنا چاہتا ہو، تو اسے مدینہ منورہ بغیر احرام کے جانا جائز ہے، پھر مدینہ منورہ سے حرم آتے وقت وہاں کی میقات (یعنی ذوالحلیفہ) سے عمرہ کا احرام باندھنا ضروری ہوگا۔

[2] والآفاقی :هو من منزله خارج منطقة المواقيت، ومواقيت الآفاقی هی :ذو الحليفة لأهل المدينة ومن مر بها، والجحفة لأهل الشام ومن جاء من قبلها كأهل مصر والمغرب، ويحرمون الآن من رابغ قبل الجحفة بقليل، وقرن المنازل "ويسمى الآن السيل "لأهل نجد، ويلملم لأهل اليمن وتهامة والهند، وذات عرق لأهل العراق وسائر أهل المشرق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص٣٢٠، مادة " عمرة")

[3] آج کل نقل وحمل کے ذرائع عام اور تیز ہونے کی وجہ سے بہت سے تجّار، ملازم اور پیشہ ور لوگوں کو کثرت سے میقات سے گزر کر حرم میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور ہر مرتبہ عمرہ کی ادائیگی کا مکلّف کرنے میں حرجِ عظیم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کوئی شخص خاص میقات یا اس کی محاذات میں یعنی بالمقابل ہے یا میقات سے اندر مگر حرم سے باہر حِل میں (یعنی حرم کی حدود سے باہر اور میقات سے اندر والے مقام پر) موجود ہے، اور وہاں سے عمرہ کرنا چاہتا ہے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کے احرام کا مقام حرم سے باہر باہر کی جگہ یعنی پورا حِل ہے، وہ حِل کی جس جگہ سے بھی احرام باندھ لے، تو درست ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک وہ حِل کی جس جگہ سے بھی عمرہ کی نیت سے سفر کرنا یعنی چلنا شروع کرے گا، وہیں سے احرام باندھے گا۔ [1]

اگر کوئی شخص حدودِ میقات کے اندر مگر حرم کی حدود سے باہر یعنی حِل (مثلاً جدہ) میں موجود

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لازم آتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے احرام کے بغیر حدودِ حرم میں داخلہ کی گنجائش ہے۔

چنانچہ اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا کی قرارداد میں ہے کہ:

> موجودہ حالات میں جبکہ تجّار، دفاتر میں کام کرنے والے، ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ ورانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز کبھی ہر دوسرے تیسرے دن، اور بعض لوگوں کو تو ایک دن میں ایک سے زیادہ دفعہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے، ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور اداءِ عمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دشوار ہے، اس لئے ان حضرات کے لئے بغیر احرام باندھے حدودِ حرم میں داخلہ کی گنجائش ہوگی (حج وعمرہ کے مسائل، دسواں فقہی سیمینار، ممبئی، بتاریخ ۲۱ تا ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ، بمطابق 24 تا 27 اکتوبر 2001ء)

علاوہ ازیں شافعیہ کی دلیل بھی اس سلسلہ میں معقول ہے، کیونکہ ایک روایت میں حج یا عمرہ کی قید کے بغیر میقات سے احرام باندھنے کا اور دوسری روایت میں حج یا عمرہ کی قید کے ساتھ احرام باندھنے کا ذکر آیا ہے، اور یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔

من مر بالمواقيت يريد دخول الحرم لحاجة غير النسك اختلف فيه :ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أنه يجب عليه الإحرام لدخول مكة أو الحرم المعظم المحيط بها، وعليه العمرة إن لم يكن محرما بالحج.

وذهب الشافعية إلى أنه إذا قصد مكة أو منطقة الحرم لحاجة لا للنسك جاز له ألا يحرم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص١٤٧، مادة "إحرام")

[1] والميقاتي :هو من كان في مناطق المواقيت أو ما يحاذيها أو ما دونها إلى مكة.

وهؤلاء ميقاتهم من حيث أنشئوا العمرة وأحرموا بها، إلا أن الحنفية قالوا :ميقاتهم الحل كله، والمالكية قالوا :يحرم من داره أو مسجده لا غير، والشافعية والحنابلة قالوا :ميقاتهم القرية التي يسكنونها لا يجاوزونها بغير إحرام(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣٠،ص٣٢٠،مادة " عمرة ")

ہے، اور وہ وہاں سے حج وعمرہ کے بجائے کسی اور غرض سے (مثلاً اپنا کوئی سامان لینے کے لئے) حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے، تو اس کو حرم کی حدود میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔
اور حرم کی مقررہ حدود پر سعودی حکومت کی طرف سے نشانات اور علامات قائم کردی گئی ہیں۔
اور اگر کوئی شخص حرم کی حدود کے اندر موجود ہے، اور وہ وہاں سے عمرہ کرنا چاہتا ہے، تو اسے عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے باتفاقِ فقہاء حرم سے باہر یعنی حِل کی حدود میں جانا ضروری ہوگا، خواہ کسی بھی طرف سے حرم کی حدود سے نکل کر حِل کی حدود میں چلا جائے، مثلاً تنعیم میں، جہاں آج کل "مسجدِ عائشہ" قائم ہے۔ [1]
پھر جو شخص حرم کی حدود میں موجود ہو، اور وہ عمرہ کرنا چاہے، تو حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کو تنعیم کے مقام سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے، جہاں کہ آج کل مسجدِ عائشہ واقع ہے، اور

---

[1] مکی (یعنی حرم کی حدود میں موجود شخص) کے عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے حرم سے باہر نکلنے کے شرط ہونے پر فقہائے کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تنعیم سے احرام باندھنے کے واقعہ سے، نیز ابنِ سیرین کی ایک مرسل حدیث سے، اور اس کے علاوہ حضرت عطاء کے قول سے استدلال کیا ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها، أنها أهلت بعمرة، فقدمت ولم تطف بالبيت حتى حاضت، فنسكت المناسك كلها، وقد أهلت بالحج، فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم :يوم النفر يسعك طوافك لحجك وعمرتك فأبت، فبعث بها مع عبد الرحمن إلى التنعيم، فاعتمرت بعد الحج(مسلم، رقم الحديث ١٢١١"١٣٢")

حدثنا محمد بن زنبور قال :ثنا الفضيل بن عياض، عن هشام، عن ابن سيرين قال :بلغنا "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت لأهل مكة التنعيم "(اخبارِ مكة للفاكهي، رقم الحديث ٢٨٢٥)

وحدثنا أبو بشر بكر بن خلف قال :ثنا سعيد بن الحكم، عن الهذيل بن بلال، عن عطاء قال " :من أراد العمرة ممن هو من أهلها أو غيره فليخرج إلى التنعيم أو إلى الجعرانة فليحرم منها، وأفضل ذلك أن يأتي وقتا (اخبارِ مكة للفاكهي، رقم الحديث ٢٨٣٩)

اور موجودہ دور کے بعض حضرات مثلاً جناب ناصر الدین البانی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ جو اہلِ مکہ ہوں، انہیں عمرہ کے احرام کے لئے حرم سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو تنعیم کی طرف نکلنے کا حکم دیا تھا، وہ حکم حائضہ اور معذور وغیرہ کے ساتھ خاص ہے، آجکل بعض عربی حضرات اسی پر زور دیتے ہیں۔
مگر ہمیں یہ بات راجح معلوم نہیں ہوتی، اس لئے کہ اس واقعہ کے معذور اور حائضہ کے ساتھ خاص ہونے کی کوئی مضبوط دلیل نہیں، یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے اس سے دوسرے لوگوں کے لئے بھی حکم اخذ کیا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے حکمِ عام پر استدلال کرنے کی مرسل حدیث اور حضرت عطاء کے اثر سے بھی تائید ہوتی ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق جعرانہ سے احرام باندھنا تنعیم کے مقابلہ میں افضل ہے۔

اور یہ اختلاف صرف افضلیت کے بارے میں ہے، ورنہ تمام فقہائے کرام کے نزدیک حرم کی حدود میں موجود شخص کو تنعیم، جعرانہ وغیرہ سے عمرہ کا احرام باندھنا جائز ہے، کیونکہ یہ تمام جگہیں حرم کی حدود سے باہر واقع ہیں، اور حرم کی حدود میں موجود شخص کو عمرہ کے احرام کے لئے حدودِ حرم سے باہر کسی بھی طرف جانا کافی ہو جاتا ہے۔ [1]

حائضہ کے احرام اور عمرہ کا حکم

اگر کوئی عورت عمرہ کا احرام شروع کرنے کے وقت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو، تو اس کو عمرہ کا احرام شروع کرنا جائز ہے، لیکن اسے حیض یا نفاس کی حالت میں عمرہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے، اور طواف کے لئے پاک ہونا ضروری ہے، نیز عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں دوسری مساجد کی طرح مسجدِ حرام میں داخل ہونا بھی جائز نہیں۔

اس لئے اگر عمرہ کا احرام شروع کرتے وقت عورت کو حیض یا نفاس جاری ہو، تو اسے احرام

---

[1] المكان الأفضل لإحرام المكى.

اختلف الفقهاء فى أى الحل أفضل للإحرام بالعمرة لمن كان بمكة أو الحرم.

فعند الحنفية وهو المذهب عند الحنابلة أن الإحرام من التنعيم أفضل؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم أمر عبد الرحمن بن أبى بكر أن يعمر عائشة من التنعيم فهو أفضل تقديما لدلالة القول على دلالة الفعل.

وقال الحنابلة يلى الإحرام من التنعيم فى الأفضلية الإحرام من الجعرانة ثم الحديبية.

وقال الشافعية والحنابلة فى وجه :الإحرام من الجعرانة أفضل، ثم من التنعيم ثم من الحديبية؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم أحرم من الجعرانة وأمر عائشة بالاعتمار من التنعيم وبعد إحرامه بها بذى الحليفة عام الحديبية هم بالدخول إليها من الحديبية فصده المشركون عنها، فقدم الشافعى ما فعله صلى الله عليه وسلم ثم ما أمر به ثم ما هم به.

وقال أكثر المالكية :التنعيم والجعرانة متساويان، لا أفضلية لواحد منهما على الآخر، وتوجيهه ظاهر، وهو ورود الأثر فى كل منهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص٣٢٤،٣٢٥،مادة "عمرة")

شروع کرنے کی ممانعت نہیں، اسی طرح عمرہ کا احرام شروع کرنے کے بعد اور عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے اگر عورت کو حیض یا نفاس جاری ہو جائے، تب بھی اس کے احرام میں کوئی خلل وخرابی پیدا نہیں ہوتی، لیکن ان دونوں صورتوں میں اس کو طواف کرنا جائز نہیں ہوتا، ایسی صورت میں اس عورت کو چاہئے کہ وہ احرام کی حالت میں رہ کر حیض یا نفاس سے پاک ہونے کا انتظار کرے، اور احرام کی پابندیوں پر عمل کرتی رہے، اور پھر پاک ہونے کے بعد غسل کر کے طواف کرے۔

البتہ اگر عمرہ کا طواف کرنے کے بعد حیض یا نفاس جاری ہوا ہو، تو پھر کوئی حرج کی بات نہیں، بلکہ اسے اسی حال میں سعی کر کے اور اپنے بال ترشوا کر عمرہ مکمل کرنا اور احرام سے نکلنا جائز ہے۔ [1]

---

[1] اور حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے طواف کے چار چکر رکن ہیں، اور بقیہ تین چکر واجب ہیں، اس لئے حنفیہ کے نزدیک اگر طواف کے کم از کم چار چکر مکمل کرنے کے بعد کسی عورت کو حیض یا نفاس جاری ہوا ہو، جس کے بعد اس نے طواف کے مزید چکر پورے نہیں کئے، اور اسی حال میں اس نے سعی کر کے بال کٹوا لئے اور احرام سے نکل گئی، تو اس کا عمرہ مکمل ہو جائے گا، مگر اس پر دَم واجب ہوگا، لیکن اگر اس نے وہ تین چکر پاک ہو کر پورے کر لئے، تو اس کا دَم بھی ساقط ہو جائے گا، البتہ بعض حضرات کے نزدیک اس کو طواف کے چکروں کے ساتھ سعی کو لوٹانے کی صورت میں دَم ساقط ہوگا، جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے ساتوں چکر مکمل کرنے اور سعی کرنے سے پہلے اس کا عمرہ مکمل نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک طواف کے تمام چکر رکن میں داخل ہیں، حنفیہ کی طرح چار چکر رکن اور باقی واجب نہیں ہیں۔

وفی الفتح :لو طاف للعمرة جنبا أو محدثا فعليه دم، وكذا لو ترك من طوافها شوطا لأنه لا مدخل للصدقة فى العمرة(الدر المختار)

(قوله وفى الفتح إلخ) عزاه إلى المحيط، ونقله فى الشرنبلالية، ومثله فى اللباب حيث قال :ولو طاف للعمرة كله أو أكثره أو أقله ولو شوطا جنبا أو حائضا أو نفساء أو محدثا فعليه شاة لا فرق فيه بين الكثير والقليل والجنب والمحدث لأنه لا مدخل فى طواف العمرة للبدنة ولا للصدقة، بخلاف طواف الزيارة، وكذا لو ترك منه أى من طواف العمرة أقله ولو شوطا فعليه دم وإن أعاده سقط عنه الدم اهـ لكن فى البحر عن الظهيرية :لو طاف أقله محدثا وجب عليه لكل شوط نصف صاع من حنطة إلا إذا بلغت قيمته دما فينقص منه ما شاء اهـ ومثله فى السراج .والظاهر أنه قول آخر فافهم(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص ۱۵۵، كتاب الحج، باب الجنايات فى الحج)

إذا طاف للعمرة محدثا أو جنبا، فما دام بمكة يعيد الطواف لأن الطواف ركن فى العمرة كطواف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آج کل حج وعمرہ پر جانے والوں کے لئے سفر کے معاملات، حکومت اور انتظامیہ کی طرف سے طے شدہ ہوتے ہیں، جن کی خلاف ورزی کرنے کی قانونی طور پر اجازت نہیں ہوتی۔
اور ایسی صورت میں بعض اوقات عمرہ کرنے والے کو حرم پہنچنے کے بعد جلد ہی مدینہ منورہ جانے کی پابندی ہوتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزيارة فی الحج(المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۲،ص ۴۶۴، کتاب المناسک، الفصل الثامن :فی الطواف والسعی)

وفی الجامع الصغير :طاف لعمرته، وسعى على غير الوضوء له حل بمكة أعاد الطواف ويسعى، وإنما أعاد السعى؛ لأن السعى وإن صح مع الحدث بوصف التمام؛ لأنه لا تعلق له بالبيت، إلا أن السعى تابع للطواف ومرتب عليه، ألا ترى أنه لا يعد قربة بدون الطواف، وقد أمر بإعادة السعى بطريق التبعية؟ وإن رجع إلى أهله، ولم يعد يصير حلالا وعليه الدم لإدخال النقصان فی طواف العمرة، وليس عليه للسعى شیء ، وكان ينبغی أن يلزمه دم لأجل السعی كما لو عاد طواف العمرة طاهرا ولم يعد السعی.

والجواب :إذا أعاد الطواف ولم يعد السعی إنما يلزمه الدم؛ لأن بالإعادة يرتفع المؤدی، ويصير كأن لم يكن بقی السعی قبل الطواف، فيلزمه الدم لترک السعی، بخلاف ما إذا لم يعد الطواف، ولكن أراق الدم؛ لأن بإراقة الدم لا يرتفع المؤدی، ولا يصير كأن لم يكن؛ لأنه ليس من جنسه بل يرتفع النقصان، فيبقى الطواف فی محله والسعی بعده، فلا يلزمه شیء (المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۲،ص ۴۶۴، کتاب المناسک، الفصل الثامن :فی الطواف والسعی)

(قوله :أو طاف لعمرته وسعى محدثا، ولم يعد) أی تجب شاة لتركه الواجب، وهو الطهارة قيد بقوله، ولم يعد؛ لأنه لو أعاد الطواف طاهرا فإنه لا يلزمه شیء لارتفاع النقصان بالإعادة، ولا يؤمر بالعود إذا رجع إلى أهله لوقوع التحلل بأداء الركن مع الحلق، والنقصان يسير، وما دام بمكة يعيد الطواف؛ لأنه الأصل، والأفضل أن يعيد السعی لأنه تبع للطواف، وإن لم يعده فلا شیء عليه، وهو الصحيح؛ لأن الطهارة ليست بشرط فی السعی، وقد وقع عقب طواف معتد به، وإعادته لجبر النقصان كوجوب الدم لا لانفساخ الأول(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۳،ص ۲۳، ۲۴، کتاب الحج، باب الجنايات فی الحج)

ومن أعاد أی طواف على طهارة، سقط الدم، لإتيانه به على الوجه المشروع، والأصح وجوب الإعادة فی حال الجنابة، وندبها فی حال الحدث، ومن طاف وربع عضو من العورة مكشوف، أعاد الطواف ما دام بمكة، وإن لم يعد حتى خرج من مكة، فعليه دم(الفقه الاسلامی وادلتہ، ج۳،ص ۲۳۲۴، الباب الخامس، الفصل الاول، المبحث الحادی عشر)

ولو طاف للعمرة جنبا أو محدثا فعليه شاة؛ لأنه ركن فيها، وإنما لا تجب البدنة لعدم الفرضية ؛

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایسی صورتِ حال میں اگر کسی عورت کو احرام شروع کرنے کے بعد، حیض یا نفاس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے عمرہ کرنے سے پہلے مدینہ منورہ جانا پڑ جائے، اور اس کو پاک ہونے اور عمرہ کرنے تک حرم میں ٹھہرنے کی اجازت نہ ملے، تو اس کو مدینہ منورہ احرام کی حالت میں چلے جانا اور وہاں سے واپس حرم لوٹ کر اسی سابقہ احرام سے عمرہ کرنا جائز ہوگا، اور اس صورت میں اس پر نہ تو دَم واجب ہوگا، اور نہ ہی وہ گناہ گار ہوگی، البتہ اسے مدینہ منورہ رہتے ہوئے اور آمد ورفت کے وقت احرام کی پابندیاں اختیار کرنی پڑیں گی۔

اور اگر کسی عورت کو عمرہ کا احرام شروع کرتے وقت حیض یا نفاس جاری ہو، اور اسے معلوم ہو کہ حرم پہنچنے کے بعد حیض یا نفاس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اسے عمرہ کا موقع نہیں مل سکے گا، اور اسے اسی حالت میں مدینہ منورہ جانا پڑے گا، اور اس طرح اس کے احرام کا دورانیہ غیر معمولی لمبا ہو جائے گا، اور اس کی پابندیوں کا نبھانا اس کے لئے مشکل ہوگا۔

تو اس طرح کی مجبوری میں مبتلا عورت اگر میقات سے احرام کے بغیر حرم میں داخل ہو جائے، اور پھر وہاں سے عمرہ کئے بغیر اسی حال میں مدینہ منورہ چلی جائے، اور وہاں سے واپس آتے وقت ''ذوالحلیفہ'' یا کسی اور آفاقی میقات سے احرام باندھ کر حرم میں داخل ہو کر عمرہ کرے، تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحائض كالجنب لاستوائهما فى الحكم، ولو أعاد هذه الأطوفة على طهارة سقط الدم لأنه أتى بها على وجه المشروع فصارت جنايته متداركة فسقط الدم(الاختيار لتعليل المختار، ج ١، ص ١٦٢، باب الجنايات)

(قوله :أو طاف للقدوم) كذلك الحكم فى كل طواف هو تطوع فيجب الدم لو طافه جنبا والصدقة لو محدثا لوجوبه بالشروع كما فى التبيين ويؤمر بالإعادة فى الحدث استحبابا وفى الجنابة إيجابا وإن أعاده قبل الذبح سقط الدم أى والصدقة كما فى التبيين.

وقال فى الفوائد الظهيرية محل سقوط الدم إذا أعاد السعى مع الطواف وإن لم يعده فعليه دم؛ لأن الطواف الأول لما انتقض واعتبر الثانى كان السعى واقعا قبل الطواف المعتد به فيجب الدم لترك الواجب، وذكر الإمام المحبوبى أنه لا شىء عليه بعدم إعادة السعى؛ لأن الطهارة ليست بشرط فى السعى وإنما الشرط أن يؤتى به على أثر طواف معتد به من وجه ولهذا يتحلل به اهـ(حاشية الشرنبلالى علىٰ درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ١، ص ٢٤٢، كتاب الحج، باب الجنايات فى الحج)

اس کا دَم ساقط ہو جائے گا۔

کیونکہ میقات کے باہر سے عمرہ کی غرض سے حرم میں آنے والا فرد اگر بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے، اور حرم میں داخل ہو جائے، تو اس پر دَم لازم ہوتا ہے، لیکن اگر وہ بعد میں کسی بھی میقات پر چلا جائے، اور وہاں سے باقاعدہ احرام باندھ کر دوبارہ حرم میں داخل ہو، تو اس کا دَم ساقط ہو جاتا ہے۔ [1]

اور مذکورہ صورت میں اس عورت کا ذوالحلیفہ کی میقات کی طرف جانا اور وہاں سے احرام باندھ کر آنا پایا جاتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ بلا عذر اس کو ایسا کرنا جائز نہیں ہوتا۔

اور مذکورہ صورت میں ہمارے نزدیک اس عورت کے لئے معقول عذر پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے امید ہے کہ وہ گناہ گار نہ ہوگی۔ [2]

پھر بھی اگر کوئی عورت احتیاط پر عمل کرتے ہوئے احرام کی حالت میں حرم میں داخل ہو، اور وہ عمرہ کرنے تک احرام کی پابندیوں کو نبھائے، جیسا کہ پہلے گزرا، تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

اور یہ تمام تفصیل مجبوری کی صورت میں ہے۔ [3]

---

[1] بلکہ صاحبین اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اگر کوئی میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرنے کے بعد احرام باندھے اور پھر کوئی نسک مثلاً طواف ادا کئے بغیر میقات کی طرف لوٹ کر آ جائے، اور پھر دوبارہ احرام کی تجدید کے بغیر حرم میں پہنچ کر عمرہ وغیرہ کرے، تو بھی دَم ساقط ہو جاتا ہے۔

[2] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میقات سے قصداً وعمداً بغیر احرام کے گزرنا گناہ ہے، اور میقات کی طرف عود کرنا واجب ہے، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے عود کو ترک کیا جائے، تو گناہ نہیں، لہٰذا جب عذر کی وجہ سے عود کو ترک کرنے سے گناہ نہیں ہوتا، تو امید ہے کہ ابتداءً بغیر احرام کے عذر کی وجہ سے گزرنے میں بھی گناہ نہ ہو، خاص طور پر جبکہ ہماری زیرِ بحث صورت میں عود کر کے اس وجوب کی خلاف ورزی کی تلافی بھی پائی جاتی ہے۔

من جاوز الميقات قاصدا الحج أو العمرة أو القران، وهو غير محرم، أثم، ويجب عليه العود إليه والإحرام منه .فإن لم يرجع وجب عليه الدم سواء ترك العود بعذر أو بغير عذر، وسواء كان عالما عامدا أو جاهلا أو ناسيا .لكن من ترك العود لعذر لا يأثم بترك الرجوع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ص۱۴۹، مادة " احرام")

[3] لو جاوز الشخص ميقاتا من المواقيت الخمسة، يريد الحج أو العمرة، بغير إحرام، ثم عاد قبل أن يحرم، وأحرم من الميقات، وجاوزه محرما، لا يجب عليه دم بالإجماع؛ لأنه لما عاد إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کسی عورت نے اپنے وطن سے حرم میں جا کر عمرہ کرلیا، اور پھر وہ مدینہ منورہ گئی، اور وہاں سے واپسی پر اسے قانونی پابندی کی وجہ سے حرم شریف پہنچنا ضروری ہو، اور وہ اس وقت حیض کی حالت میں ہو، اور عمرہ بھی نہ کرنا چاہتی ہو، یا پاک ہونے سے پہلے اسے وہاں سے قانونی طور پر واپس اپنے وطن لوٹنا ضروری ہو، تو اسے امام شافعی کے نزدیک ذوالحلیفہ سے بغیر احرام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الـميقات قبل أن يحرم، وأحرم، التحقت تلك المجاوزة بالعدم، وصار هذا ابتداء إحرام منه (الفقة الاسلامی و ادلتۂ للزحیلی، ج۳، ص ۲۱۳۳، الباب الخامس الحج و العمرہ، المطلب الثانی)

أما لو أحرم بعدما جاوز الميقات قبل أن يعمل شيئا من أفعال الحج، ثم عاد إلى الميقات، ففيه آراء للفقهاء، علما بأن هذه الآراء تنطبق عند الحنفية على المكى الذى ترك ميقاته، فأحرم للحج من الحل، والعمرة من الحرم:قال أبو حنيفة :إن عاد إلى الميقات، ولبى، سقط عنه الدم، وإن لم يلب لا يسقط، لقول ابن عباس للذى أحرم بعد الميقات :ارجع إلى الميقات، فلب، وإلا فلا حج لك أوجب التلبية من الميقات، فلزم اعتبارها . قال الصاحبان والشافعية والحنابلة :من جاوز الميقات، فأحرم، لزمه دم إن لم يعد، وإن أحرم ثم عاد قبل تلبسه بنسك كالطواف سقط عنه الدم، لبى أو لم يلب، علم تحريم ذلك أو جهله؛ لأن حق الميقات فى مجاوزته إياه محرما، لا فى إنشاء الإحرام منه، وسقوط الدم عنه لما روى ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :من ترك نسكا، فعليه دم .وإن تجاوز الميقات بغير إحرام لزمه العود ليحرم منه، إلا إذا ضاق الوقت أو كان الطريق مخوفا.

وينطبق هذا على المكى بالحرم إن لم يخرج إلى الميقات، وأتى بأفعال العمرة، عليه دم، وأجزأته، فلو خرج إلى الحل بعد إحرامه سقط الدم، كما لو جاوز الميقات ثم عاد إليه محرما.

ولو أفسد المحرم من دون الميقات حجه، لم يسقط عنه الدم عند الحنابلة والشافعية .وقال الحنفية :يسقط؛ لأن القضاء واجب.

وقال المالكية :من تجاوز الميقات وأحرم، لم يلزمه الرجوع إليه، وعليه الدم، لتعديه الميقات حلالا، ولا يسقط عنه رجوعه له بعد الإحرام، لتعديه .فإن لم يكن أحرم وجب الرجوع للميقات إلا لعذر كخوف فوات لحجة لو رجع، أو فوات رفقة، أو خاف على نفس أو مال أو عدم قدرة على الرجوع، فلا يجب عليه الرجوع حينئذ، ويجب عليه الدم لتعديه الميقات حلالا (الفقة الاسلامی و ادلتۂ للزحیلی، ج۳، ص ۲۱۳۳ و ۲۱۳۴، الباب الخامس الحج و العمرہ، المطلب الثانی)

وإن جاوز الآفاقى الميقات بغير إحرام، وهو يريد الحج والعمرة، فإن عاد إلى الميقات وأحرم سقط عنه الدم، وإن أحرم من مكانه ذلك، وعاد إلى الميقات محرما، فإن لبى سقط عنه الدم، وإن لم يلب وجاوز الميقات، واشتغل بأعمال ما عقد الإحرام له لا يسقط عنه الدم.وقال أبو يوسف ومحمد :إذا عاد إلى الميقات سقط عنه الدم لبى أو لم يلب (المحيط البرهانی، ج۲، ص ۴۳۶، كتاب المناسك، الفصل الرابع :فى بيان مواقيت الإحرام وما يلزم بمجاوزتها من غير إحرام)

کے حرم جانا جائز ہے، کیونکہ ان کے نزدیک احرام باندھنا اسی کے لئے ضروری ہے، جو عمرہ یا حج کی نیت سے حرم کی حدود میں جانا چاہتا ہو، اور جو کسی اور غرض سے جانا چاہتا ہو، اس کو احرام باندھنا ضروری نہیں۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک دونوں کے لئے احرام ضروری ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [۱]

نابالغ بچہ کا احرام

نابالغ بچہ کو حج یا عمرہ کرنے کا حکم تو نہیں، لیکن اگر وہ حج یا عمرہ کرے، تو اس کا حج وعمرہ صحیح ہوجاتا ہے، اور اس کا حج وعمرہ نفل بنتا ہے۔

اب اگر کوئی بچہ سمجھدار ہے، جو بات کو سمجھتا ہے، اور جواب بھی دیتا ہے، تو اس کا حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک خود سے احرام باندھنا درست ہوجاتا ہے، خواہ اس کا ولی وسرپرست اجازت دے یا اجازت نہ دے، اور اس کی طرف سے اس کے ولی اور سرپرست کا خود سے احرام باندھنا صحیح نہیں ہوتا۔ [۲]

پھر جو بچہ نابالغ ہونے کے ساتھ ساتھ ناسمجھ بھی ہو، جو بات کو نہ سمجھ سکے اور جواب نہ دے سکے، تو اس کا خود سے احرام باندھنا تو درست ومعتبر نہیں۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک اس کے ولی کا اس کی طرف سے احرام باندھنا صحیح ہے، مثلاً ولی تلبیہ پڑھتے وقت یہ نیت کرے کہ میں نے اس بچہ کو عمرہ کے احرام میں داخل کردیا، اور اس کے بعد اس بچہ کا ولی، بچہ کو ساتھ لے کر عمرہ کے اعمال ادا کرے، اور اگر وہ بچہ، لڑکا ہو، تو اس کے سِلے ہوئے کپڑے بھی اس کے احرام کی نیت کرنے کے ساتھ اتار دے، اور اس کو احرام کی دو چادریں اوڑھادے۔

---

[۱] اور ہمارے نزدیک بامرِ مجبوری امام شافعی کے قول پر عمل کرلینے کی گنجائش ہے۔ محمد رضوان۔

[۲] اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نابالغ سمجھدار بچہ کا احرام اس کے ولی وسرپرست کی اجازت سے ہی منعقد ومعتبر ہوتا ہے، بلکہ شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح قول کے مطابق بچہ کی طرف سے بچے کے ولی کا احرام باندھنا بھی درست ہوتا ہے۔

اگر کسی نابالغ بچہ کا والد یا ولی بچہ کو احرام بندھوا کر اس کو عمرہ کرائے، تو بچہ کے ولی یا والد کو چاہئے کہ بچہ کو احرام اور عمرہ کی ممنوع چیزوں سے بچائے، لیکن اگر بچہ احرام یا عمرہ کی کوئی خلاف ورزی کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس بچہ پر یا اس بچہ کی طرف سے اس کے ولی یا والد پر کچھ کفارہ یا دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا، خواہ وہ بچہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ ہو، بشرطیکہ نابالغ ہو۔ [1]

(ماخوذ از ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

خنثیٰ مشکل کے احرام کا حکم

اگر کوئی خنثیٰ مشکل ہو، یعنی وہ نہ مرد ہو اور نہ عورت ہو، اور اس میں مرد یا عورت ہونے کی کوئی صفت غالب ونمایاں نہ ہو، ایسے فرد کا احرام کے معاملہ میں حکم احتیاط کی بناء پر عورت کی طرح ہے۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] اسی طرح اگر کوئی نابالغ بچہ میقات سے بغیر احرام کے حرم میں داخل ہوا، اور وہ میقات سے گزر کر حل کی حدود میں بالغ ہوگیا، اور اس نے وہیں سے عمرہ کا احرام باندھ لیا، یا حرم کی حدود میں پہنچ کر بالغ ہوا، اور اس نے حل میں جا کر عمرہ کا احرام باندھ لیا، اور پھر عمرہ کیا، تو اس کا عمرہ ادا ہو جائے گا، اور اس بچہ یا اس کے ولی پر بچہ کے میقات سے بغیر احرام کے گزرنے سے کچھ واجب نہیں ہوگا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام''

[2] فإن قلت : كيف حكم الخنثى فى هذه الأشياء .
قلت :يشترط فى حقه ما يشترط فى المرأة احتياطاً فى المحرمات(البناية شرح الهداية، ج۴ص ۲۷۵، كتاب الحج، فصل فى بيان مسائل شتى من أفعال الحج)

(فصل نمبر ۷)

احرام باندھنے کا مسنون و مستحب طریقہ

جو شخص عمرہ کا احرام باندھنا چاہے، تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے جسم سے میل کچیل دُور کرلے، اور اپنے جسم (زیرِ ناف، زیرِ بغل، مونچھ) کے فاضل بال اور اُنگلیوں کے ناخن کاٹ لے، اور شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر زیب وزینت حاصل کرلے۔

اور احرام کی نیت سے غسل کرلے، اور اگر وہ جنبی ہو، یعنی اس کو غسل کرنا ضروری ہو، تو ایک ہی غسل ناپاکی دُور کرنے اور احرام کی نیت سے کافی ہوجائے گا۔

اور اگر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو، تو اس کو بھی صفائی حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرلینا افضل ومسنون ہے۔

اور اگر کسی کو غسل کرنے میں کوئی عذر ہو تو وضو پر اکتفاء کرلینا بھی جائز ہے۔

اور غسل کے بعد افضل یہ ہے کہ بدن اور لباس وکپڑوں پر ایسی خوشبو لگالے کہ جس خوشبو کا جسم اور دَل بعد میں باقی نہ رہے، پھر اگر احرام باندھنے والا مرد ہو تو سِلے ہوئے کپڑوں کے بجائے دونئی یا استعمال شدہ دُھلی ہوئی چادریں پہن لے، جو سفید رنگ کی ہوں تو بہتر ہے، اور اگر کسی اور رنگ کی ہوں تو بھی جائز ہے۔

اور عورت کو حسبِ معمول سِلا ہوا لباس پہنے رکھنا جائز ہے۔

پھر اگر مکروہ وقت نہ ہو، اور عورت حیض اور نفاس کی حالت میں بھی نہ ہو، تو احرام کی نیت سے دو رکعتیں نفل پڑھ لے۔

اور احرام کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اگر مرد ہو تو اپنے سر سے کپڑا ہٹادے، اور عورت صرف اپنے چہرے کی جلد پر کپڑا لگنے سے پرہیز کرے۔

احرام کی نیت سے پہلے جو نفل پڑھے جاتے ہیں، بعض لوگ ان دو رکعتوں کو سر کھول کر اور اضطباع کر کے پڑھنا ضروری خیال کرتے ہیں، جبکہ مرد کو بلا عذر سر کھول کر اور اضطباع کر کے نماز پڑھنا اچھا نہیں اور احرام شروع ہونے سے پہلے مرد کو سر ڈھانپنا منع نہیں، لہٰذا یہ نوافل سر ڈھانپ کر پڑھنا چاہئے۔

پھر اس کے بعد عمرہ کی دل میں نیت کرے، اور زبان سے بھی نیت کے عربی یا کسی اور زبان میں الفاظ ادا کر لے، تو جائز یا بہتر ہے، مگر ضروری نہیں، اور ساتھ ہی احرام شروع کرنے کی نیت سے تلبیہ بھی پڑھ لے۔

اس کے بعد احرام شروع ہو جائے گا، اور احرام کی پابندیاں لازم ہو جائیں گی، جو اس وقت تک برقرار رہیں گی، جب تک عمرہ کو ادا نہ کر لیا جائے۔

احرام سے متعلق ایک مشورہ

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ احرام کی پابندیاں اس وقت شروع ہوتی ہیں، جب کوئی شخص احرام کی نیت کرے، اور حنفیہ کے نزدیک اس نیت کے ساتھ تلبیہ بھی پڑھے۔

اور آج کل قانونی وانتظامی امور کی وجہ سے بعض اوقات سفر مؤخر یا معطل ہو جاتا ہے، مثلاً جہاز میں فنی خرابی پیدا ہو جاتی ہے، یا سفر کے لئے جہاز میسر نہیں ہوتا، یا اور کوئی قانونی یا غیر قانونی مجبوری پیش آ جاتی ہے، جس کی بناء پر فی الفور سفر کرنا ممکن نہیں رہتا، اور احرام شروع کرنے کے بعد اس کی پابندیوں کو زیادہ وقت تک نبھانا مشکل ہوتا ہے، خصوصاً اپنے وطن میں رہتے ہوئے، اس لئے احرام شروع کرنے والوں کو یہ مشورہ ہے کہ وہ میقات سے قریب پہنچ کر احرام شروع کریں، تو زیادہ سہولت کا باعث ہے، البتہ غسل کرنے اور احرام کی چادریں پہننے وغیرہ کا عمل بے شک پہلے اپنے گھر یا ائیرپورٹ پر کر لیں۔

(فصل نمبر ۸)

احرام کی سنن، مباحات، مکروہات وممنوعات

احرام کی حالت میں بعض چیزیں سنت ہیں، بعض چیزیں مستحب ہیں، بعض چیزیں مباح وجائز ہیں، اور بعض چیزیں مکروہ ہیں، اور بعض چیزیں ممنوع وناجائز ہیں۔

آگے ان کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

احرام کی سنتیں

احرام کے لئے بعض چیزیں سنت ہیں، جن کو اختیار کرنا باعثِ ثواب ہے، اور ان کا بلا عذر ترک کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، مگر ان کی خلاف ورزی پر دَم وغیرہ واجب نہیں۔

آگے احرام کی ان سنتوں کا مع متعلقہ ضروری پہلوؤں کے ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... احرام شروع کرنے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔

اور احرام کے لئے یہ غسل کرنا سنت ومستحب ہے، فرض یا واجب نہیں۔

لہٰذا اگر کوئی غسل نہ کرے، بلکہ وضو پر اکتفاء کرلے، تو بھی گناہ نہیں۔

اور اگر احرام شروع کرتے وقت عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو، تو اس کو بھی غسل کر لینا سنت ومستحب ہے، کیونکہ اس غسل کا مقصود صفائی کا حاصل کر لینا بھی ہے۔

اور اگر کوئی احرام شروع کرنے سے کچھ یا زیادہ دیر پہلے غسل کرلے، اور پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے، اور اس کے بعد یہ صرف وضو کرلے، غسل کو نہ دہرائے، تو تب بھی سنت کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲...... احرام شروع کرتے وقت (نہ کہ احرام شروع کرنے کے بعد) اپنے بدن کو (نہ کہ لباس کو) خوشبو لگانا سنت ہے، اگرچہ اس خوشبو کا رنگ یا جسم اور دَل احرام کے بعد بھی

باقی رہے، اور احرام کے کپڑوں اور لباس میں احرام شروع کرنے سے پہلے ایسی خوشبو لگانا تو منع ہے، جس کا جسم اور دَل احرام شروع کرنے کے بعد باقی رہے، لیکن ایسی خوشبو لگانا جائز ہے کہ جس کا جسم احرام شروع کرنے کے بعد باقی نہ رہے، اگرچہ اس کی خوشبو باقی رہے۔

البتہ اگر احرام شروع کرنے کے بعد احرام کے خوشبو والے لباس یا کپڑے کو اپنے بدن سے الگ کردے یا اتار دے، تو پھر اس کو احرام کی حالت میں دوبارہ جسم پر پہننا یا اوڑھنا جائز نہیں، بشرطیکہ اس میں خوشبو کی مہک موجود ہو، کیونکہ احرام کی حالت میں اس خوشبودار یا خوشبو مہکنے والے لباس یا کپڑے کو دوبارہ استعمال کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال کرنا، یا خوشبودار کپڑا پہننا، اور احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال کرنا ظاہر ہے کہ منع ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... احرام شروع کرنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لینا سنت سے ثابت ہے۔

لیکن اگر مکروہ وقت ہو تو پھر احرام سے پہلے کی ان دو رکعتوں کو نہیں پڑھنا چاہیے۔

اور اگر کوئی احرام شروع کرنے سے پہلے خاص احرام کی غرض سے دو نفل رکعتیں نہ پڑھے، بلکہ کوئی اور سنت نماز پڑھ لے، تو بھی احرام کی ان دو رکعتوں کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

اور اگر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہے، تو پھر اسے یہ دو رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔

مسئلہ نمبر ۴...... احرام باندھنے والے کے لئے یہ چیز بھی سنت میں داخل ہے کہ احرام کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھتا رہے، اور احرام شروع کرنے کے وقت بطورِ خاص تلبیہ پڑھے، اور تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ .

”میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ہر تعریف اور ہر نعمت آپ کے لیے ہے، اور ملک و بادشاہت بھی، آپ کا کوئی شریک نہیں ہے“ (بخاری)

اوراحرام کی حالت میں بطورِخاص اوپر نیچے چڑھنے اورایک دوسرے سے ملنے کے وقت اور فرض نماز کے بعد اور ایک حالت سے دوسری حالت تبدیل ہوتے وقت تلبیہ پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

اور مرد حضرات کو کچھ بلند آواز سے اورعورتوں کو آہستہ آواز سے تلبیہ پڑھنا سنت ہے۔

یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ احرام شروع کرنے کی نیت کرنے کے ساتھ تلبیہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ہے۔

احرام کی جائز اور مباح چیزیں

احرام کی حالت میں بعض چیزیں جائز ہیں، جن کو اختیار کرنے کی وجہ سے نہ تو کوئی کفارہ اور دَم وغیرہ لازم آتا، اورنہ کوئی گناہ وکراہت لازم آتی۔

مثلاً احرام کی حالت میں گرم پانی سے غسل کرنا، پانی میں اس طرح غوطہ لگانا، جس سے سر بھی پانی میں ڈوب جائے یا جسم کا کوئی حصہ اس طرح دھونا بلا کراہت جائز ہے، کہ جس میں جسم کو رگڑا نہ جائے، اورمیل کچیل دور نہ کیا جائے۔

اوراحرام کی حالت میں بقدرِضرورت چکنائی وغیرہ دور کرنے کے لئے ایسا صابن یا سرف استعمال کرنا جائز ہے کہ جس میں خوشبو شامل نہ ہو۔

اوراحرام کی حالت میں مرد وعورت کو اکثر فقہاء کے نزدیک مباح انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

اوراحرام کی حالت میں عورت کو اپنے جسم کے تمام اعضاء پر سِلا ہوا لباس اور بند جوتے پہننا جائز ہے، جس میں حنفیہ کے نزدیک ہاتھوں کے دستانے پہننا بھی داخل ہے۔

البتہ عورت کو چہرہ پر کپڑا لگانا منع ہے۔

اوراحرام کی چادر کے تہبند میں روپیہ یا گھڑی وغیرہ رکھنے کے لئے جیب لگانا جائز ہے۔

اوراسی طرح مرد کو رقم وغیرہ محفوظ رکھنے کے لئے ''ہمیانی'' باندھنا جائز ہے۔

اوراحرام کی حالت میں آئینہ دیکھنا جائز ہے۔

اوراحرام کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے۔

اوراحرام کی حالت میں ٹوٹے ہوئے ناخن کو الگ کرنا جائز ہے۔

اوراحرام کی حالت میں حجامہ کرانا اور فصد کرانا جائز ہے، بشرطیکہ بال نہ اُکھاڑے جائیں۔

اوراحرام کی حالت میں سِلے ہوئے کپڑے کا اوڑھنا جائز ہے، جبکہ اسے جسم پر پہنا نہ جائے۔

اوراحرام کی حالت میں پالتو جانوروں مثلاً اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کا ذبح کرنا جائز ہے۔

اوراحرام کی حالت میں چشمہ لگانا جائز ہے۔

اوراحرام کی حالت میں رخسار تکیہ پر رکھنا، اور اپنا یا دوسرے کا ہاتھ سر پر رکھنا یا ناک پر رکھنا، اور ٹھوڑی سے نیچے ڈاڑھی کو اور کانوں کو اور گدی اور ہاتھوں کو چادر، تولیہ وغیرہ سے ڈھانکنا جائز ہے۔ [1]

اوراحرام کی حالت میں پان کھانا جائز ہے، لیکن نہ کھانا بہتر ہے۔ [2]

اور احرام کی حالت میں آنت وغیرہ اُترنے کے عذر کی وجہ سے لنگوٹ یا ''ہرنیا ایڈ'' (Hernia Aid) باندھنا جائز ہے، اور بغیر عذر کے مکروہ ہے، مگر اس پر کوئی کفارہ وغیرہ واجب نہیں۔ [3]

---

[1] ووضع خده على وسادة ووضع يده أو يد غيره على رأسه أو أنفه وتغطية اللحية ما دون الذقن وأذنيه وقفاه ويديه أى بمنديل ونحوه(منحة الخالق على البحر، ج۲ص۳۵۰، كتاب الحج، باب الاحرام)
ولا بأس للمحرم أن يغطى أذنيه أو من لحيته ما دونِ الذقن ولا يمسک على أنفه بثوب ولا بأس بأن يضع يده على أنفه ولا يغطى فاه ولا ذقنه ولا عارضاً(فتاویٰ قاضيخان، ج ۱ ص ۱۹۵ ، كتاب الحج)

[2] امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

پان چونکہ داخلِ طیب نہیں، گوموجبِ زینت ہے، منافی احرام نہیں، اور الائچی اور مثل اُس کے طیب ضرور ہیں، مگر چونکہ پان وتمبا کو میں مغلوب ہیں، لہٰذا وہ بھی جنایت نہیں، گو خالی از کراہت بھی نہیں (امدادُ الفتاویٰ، جلد۲، صفحہ۱۶۲، باب الاحرام)

اسی طرح اگر کوئی احرام کی حالت میں نسوار کھائے یا سگریٹ نوشی کرے، تو اس سے احرام میں خلل نہیں آتا، لیکن فی نفسہٖ ان چیزوں کا استعمال کراہت سے خالی نہیں۔

[3] اور لنگوٹ سے مراد تین کونے والا کپڑا ہے، جس کے تین کونے آگے سے باندھ دیئے جاتے ہیں، جیسا کہ چھوٹے بچوں کو پیشاب پاخانہ کے لئے اس طرح کا کپڑا باندھا جاتا تھا، اور ''ہرنیا ایڈ'' سے مراد ایسی بیلٹ ہے، جو لنگوٹ کی طرح کھل جاتی ہے۔

البتہ مرد کو احرام کی حالت میں نیکر پہننا بہر حال جائز نہیں۔
اور احرام کی حالت میں ہاتھ میں گھڑی پہننا جائز ہے، **لانه ليس بساتر۔**
اور احرام کی حالت میں چونکہ حجامہ کرانا یعنی سینگی لگوانا جائز ہے، لہٰذا ضرورت کے وقت کسی کو خون دینا یا خون چڑھوانا یا خون وغیرہ ٹیسٹ کرانا، یا شوگر ٹیسٹ کرانا بھی جائز ہے۔
اور احرام کی حالت میں نکاح کرنا، یا کسی دوسرے کا نکاح پڑھانا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، اور دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک احرام میں نکاح کرنا جائز نہیں۔

احرام سے متعلق چند غلط فہمیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ

آج کل احرام کے حوالہ سے معاشرہ میں کئی غلط فہمیاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، جن کا کچھ حال ذکر کیا جاتا ہے۔

● ...... احرام شروع کرتے وقت عورت کو نیا لباس اور مرد کو مخصوص وہ چادریں پہننا ضروری نہیں، جو احرام کی نیت سے خریدی گئی ہوں، بلکہ دُھلا ہوا اور استعمال شدہ لباس اور استعمال شدہ چادروں مثلاً دوسرے کا استعمال شدہ احرام کا پہننا بھی جائز ہے۔
بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ احرام کے لئے ایسا نیا کپڑا ضروری ہے جو پہلے استعمال نہ کیا گیا ہو، حالانکہ شرعاً احرام کے لئے نیا اور غیر استعمالی کپڑا ہونا ضروری نہیں۔

● ...... آج کل بعض لوگ احرام کی چادروں کے لئے سفید رنگ ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ شرعاً سفید رنگ کے علاوہ دوسرا رنگ بھی جائز ہے، البتہ سفید رنگ بہتر و مستحب ہے۔

● ...... آج کل بعض لوگ احرام کی حالت میں انہی چادروں کو استعمال کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جو احرام کی غرض سے لی گئی ہوں، اسی وجہ سے اگر ان کے احرام کی چادریں میلی یا ناپاک ہوجائیں یا پھٹ جائیں تو پریشان ہوتے ہیں، حالانکہ احرام کی حالت میں خاص ان چادروں کا استعمال ضروری نہیں، جو احرام کی غرض سے لی گئی ہوں، بلکہ مرد کو ہر ایسا کپڑا

استعمال کرنا جائز ہے، جو بدن کی وضع قطع پر سلا ہوا نہ ہو خواہ وہ احرام کی غرض سے نہ لیا گیا ہو اور عام چادر ہی کیوں نہ ہو۔

●......بعض لوگ احرام کی حالت میں سلی ہوی چادر یا رضائی کے استعمال کو ناجائز سمجھتے ہیں، حالانکہ احرام کی حالت میں ایسا سلا ہوا کپڑا پہننا تو منع ہے، جو بدن کی ہیئت اور وضع کے مطابق کاٹ یا پھاڑ کر بنایا گیا ہو (جیسے کرتا، پائجامہ، بنیان، واسکٹ وغیرہ) لیکن جو کپڑا بدن کی ہیئت کے مطابق نہ بنایا گیا ہو، اس کا پہننا ناجائز نہیں، لہٰذا احرام کی حالت میں مرد کو رضائی، کمبل وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

●......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ احرام شروع ہونے کے بعد حلال ہونے تک احرام کی مخصوص چادروں کو رات، دن ہر وقت مستقل پہنے رکھنا ضروری ہے اور اگر ان کو اتار دیا جائے یا کسی ضرورت سے جسم ننگا ہو جائے تو احرام ٹوٹ جاتا ہے، یہ بھی غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ اس طرح کرنے سے احرام نہیں ٹوٹتا۔

●......بعض لوگ احرام کی چادر میلی یا ناپاک ہونے کے بعد دھونے کو ممنوع سمجھتے ہیں، حالانکہ احرام کی حالت میں، پہنی ہوئی احرام کی چادر یا لباس کو دھونا منع نہیں، البتہ اس میں صرف اتنی احتیاط کی ضرورت ہے کہ اگر اسے احرام والا شخص دھوئے، تو خوشبودار صابن وغیرہ سے نہ دھوئے، اور اگر جسم سے الگ کر کے کوئی غیر احرام والا شخص دھوئے، تو اس کو خوشبودار صابن وغیرہ سے بھی دھونا جائز ہے، البتہ جب اس کو احرام والا شخص اوڑھے یا پہنے، تو اس وقت اس لباس میں صابن وغیرہ کی خوشبو باقی نہیں ہونی چاہئے۔

●......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک احرام کی حالت برقرار رہے اس پورے عرصہ میں اضطباع کئے (یعنی احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے) رکھنا چاہئے اور یہ لوگ اسی حالت میں نماز بھی ادا کرتے ہیں، جبکہ نماز میں اضطباع کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اضطباع تو صرف ایسا طواف کرتے وقت کرنا سنت ہے جس کے بعد

سعی کرنی ہو اور احرام کی چادریں پہنی ہوئی ہوں، جیسا کہ عمرہ کے طواف میں ہوتا ہے، البتہ ایسے طواف اور نماز کے علاوہ عام حالات میں اضطباع کرنا فی نفسہٖ مکروہ نہیں ہے۔

●......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب انسان عمرہ کے سفر پر گھر سے روانہ ہوتا ہے تو واپس لوٹنے تک احرام کی پابندیاں برقرار رہتی ہیں، حالانکہ احرام کی پابندیاں حلال ہونے یعنی احرام سے نکلنے تک رہتی ہیں اور جب عمرہ کر کے احرام سے فراغت ہوگئی تو حلال ہونے کی وجہ سے احرام کی پابندیاں ختم ہوگئیں۔

●......بعض لوگ احرام کی حالت میں ستر کی حفاظت کا اہتمام نہیں کرتے، ناف کے نیچے یا گھٹنوں سے اوپر ران کا کچھ حصہ چلتے پھرتے لیٹے بیٹھے ہوئے نظر آرہا ہوتا ہے، جبکہ مرد کا ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ ستر میں داخل ہے اور اس کو احرام کی حالت میں بھی دوسروں سے چھپانا ضروری ہے۔

●......بعض خواتین خاص ایام میں ہوتی ہیں اور احرام کا مرحلہ پیش آجاتا ہے، ایسی حالت میں وہ بہت پریشان ہوتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ اس حالت میں احرام شروع نہیں ہوسکتا، حالانکہ یہ لاعلمی ہے، کیونکہ احرام اس حالت میں بھی شروع کرنا جائز ہے، البتہ اس حالت میں احرام شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا جائز نہیں، لیکن اس کے علاوہ ان کو احرام سے پہلے کے سب کام (مثلاً فاضل بال، ناخن کاٹنا، غسل وغیرہ) کرنا جائز ہے۔

●......آج کل اکثر خواتین سر پر مخصوص قسم کے رومال کو احرام سمجھتی ہیں اور یہ غلط فہمی بہت عام ہے، حالانکہ عورت کے احرام کا کوئی مخصوص کپڑا مقرر نہیں کہ جس کا عورت کو احرام میں پہننا یا باندھنا ضروری ہو، لہٰذا اس رومال کو احرام سمجھنا درست نہیں، علاوہ ازیں اس کو احرام کی حالت میں سر پر باندھ کر بہت سی خواتین کئی خرابیوں میں بھی مبتلا ہوتی ہیں، مثلاً بعض خواتین اس کپڑے کو وضو وغیرہ کی حالت میں بھی نہیں اتارتیں اور نہ ہی اس کے نیچے سے ہاتھ پہنچا کر مسح کرتیں، بلکہ اوپر ہی سے ہاتھ پھیر لیتی ہیں اور مسح کا اثر نیچے بالوں تک نہیں پہنچتا، جس

کی وجہ سے نہ ان کا وضو ہوتا ہے نہ نماز اور بعض خواتین اس کپڑے سے پیشانی کے اس حصہ کو چھپادیتی ہیں جو حصہ چہرے میں داخل ہے اور اس حصہ پر کپڑا لگانا منع ہے۔

سر کے بال ٹوٹنے سے بچانے اور پردہ کے لئے کوئی اور طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

● ...... آج کل بعض لوگ مرد حضرات کو احرام کی نیچے والی چادر باندھنے کے لئے مخصوص طریقوں کی تلقین کرتے ہیں، اور آگے سے گرہ وغیرہ لگا کر باندھنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں، اور اس کی باقاعدہ تعلیم دیتے ہیں، اور اس میں بڑے غلو سے کام لیتے ہیں۔

جبکہ شریعت کی طرف سے احرام کی چادر باندھنے کا کوئی مخصوص طریقہ مقرر نہیں کیا گیا، اور بعض فقہاء کے نزدیک گرہ باندھنا جائز ہے، البتہ بعض فقہاء گرہ باندھنے اور احرام کی چادر روکنے کے لئے اوپر سے ازار بند یا بیلٹ وغیرہ باندھنے کو مکروہ وخلافِ اولیٰ قرار دیتے ہیں، مگر اس کی خلاف ورزی پر دَم واجب نہیں ہوتا۔ [1]

اور اسی طرح بعض لوگ احرام کے نیچے والی چادر کے دونوں پاٹوں کی سلائی سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں، حالانکہ بے پردگی سے بچنے کے لئے احرام کی چادر کے دو پاٹوں کو سلائی کر کے جوڑنا جائز ہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ ایسی چادر ہو کہ جس میں بالکل سلائی نہ ہو (امدادالفتاویٰ، ج۲ص۱۶۴، باب الاحرام) [2]

---

[1] شد الإزار بحبل يوما كره له ذلك ولا شيء عليه(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۲۴۲، كتاب المناسک)

حدثنا ابن عيينة ,عن عمرو ، قال :قلت لجابر بن زيد :ينحل إزاری بعرفة فأعقده ؟ قال : نعم(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۱۵۶۸۴)

[2] لنگی کے دو پاٹوں کو آگے سے سینے کی صورت میں بھی وہ لنگی خود سے جسم پر ٹھہری ہوئی نہیں ہوتی، جو کہ ممنوع لباس کے لئے ضروری ہے، اس لئے وہ ممنوع لباس میں داخل نہیں ہے۔

و(عند الشافعية)له أن يعقد إزاره لستر العورة، لا رداء ه، وله أن يغرز طرف ردائه فی إزاره .وقال الحنفية :يكره أن يخلل الإزار بالخلال وأن يعقد الإزار(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج۳ص ۲۲۹۴، الباب الخامس، الفصل الاول، المبحث العاشر)

لكنه يكره من غير عذر كعقد الإزار وتخليل الرداء لشبه المخيط(فتح القدير، ج۳ص ۳۱، كتاب الحج، باب الجنايات)

احرام کی مکروہ چیزیں

احرام کی حالت میں بعض چیزیں مکروہ ہیں، جن کو بلاعذر اختیار کرنا برا ہے، لیکن ان کی وجہ سے کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

چنانچہ احرام کی حالت میں سر کو اور جسم کو اور ڈاڑھی کو کسی ایسی چیز (مثلاً خوشبو کے بغیر شیمپو) سے دھونا، جس سے بال نرم ہو جاتے ہیں، یہ مکروہ عمل ہے۔

اور احرام کی حالت میں زور سے سر میں کنگھا یا خارش کرنا، یا جسم کے کسی حصہ میں زور سے خارش کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر ہلکے اور نرم انداز میں کرے، تاکہ بال وغیرہ نہ ٹوٹیں، تو حرج نہیں۔

اور احرام کی حالت میں زیب وزینت کا اختیار کرنا بھی مکروہ ہے، اور اسی وجہ سے احرام کی حالت میں زینت کی غرض سے سرمہ لگانا مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی زینت کا ارادہ کئے بغیر، دوا یا نظر کی قوت کے لئے غیر خوشبودار سرمہ لگائے، تو حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

اور خوشبودار سرمہ لگانا بہرحال مرد وعورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔ [1]

احرام کی محظور، ممنوع وناجائز چیزیں

احرام کی حالت میں کئی ایسی چیزیں اور ایسے کام ممنوع وناجائز ہو جاتے ہیں کہ جو احرام سے

---

[1] اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جس سرمہ میں خوشبو اور زینت نہ ہو، وہ مکروہ نہیں، جیسا کہ سفید سرمہ، اور اگر زینت والا سرمہ لگائے جیسا کہ کالا سرمہ، تو وہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، لیکن اس میں کوئی فدیہ لازم نہیں۔

اور اگر ضرورت کی وجہ سے لگائے، مثلاً آنکھیں دُکھنے کی وجہ سے، تو پھر ان کے نزدیک کراہت بھی نہیں۔

أجاز الحنفية الاكتحال بالإثمد للمحرم بغير كراهة ما دام بغير طيب، فإذا كان بطيب وفعله مرة أو مرتين فعليه صدقة، فإن كان أكثر فعليه دم.

ومنعه المالكية وإن كان من غير طيب، إلا إذا كان لضرورة، فإن اكتحل فعليه الفدية.

وأجازه الشافعية والحنابلة مع الكراهة، واشترط الحنابلة عدم قصد الزينة به(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦ ص ٩٤، مادة "اكتحال")

پہلے مباح اور جائز تھے، جس میں بے شمار حکمتیں ہیں، مثلاً ان پابندیوں کی وجہ سے احرام کی حالت میں غفلت پیدا نہ ہو، اور ہر وقت اللہ اور آخرت کا استحضار رہے، اور انسانی نفس کی تربیت ہو، اور وہ پابندیوں اور جفاکشی کا عادی ہو، اور عیش پرستی اور آرام طلبی سے نکلے، اور لوگوں میں مساوات اور برابری کا لحاظ ہو، اور تکبر دُور ہو کر عاجزی وانکساری پیدا ہو، اور موت وقبر اور قیامت کے یقین اور اللہ عزوجل کی طرف رجوع میں پختگی پیدا ہو، وغیرہ وغیرہ۔

احرام میں جو چیزیں ممنوع اور ناجائز ہو جاتی ہیں، ایسی چیزوں کو عربی زبان میں ممنوعات ومحظوراتِ احرام کہا جاتا ہے۔

احرام کی ممنوع یا محظور چیزیں مختصراً مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... احرام کی حالت میں مرد کو ایسا سلا ہوا یا بُنا ہوا یا کسی اور طریقہ سے تیار شدہ لباس پہننا منع ہے، جو جسم یا اس کے بعض اعضاء کے مطابق تیار کیا گیا ہو، جیسا کہ قمیص، شلوار، بنیان، جرابیں، ٹوپی، دستانے وغیرہ۔

البتہ خواتین کو احرام کی حالت میں سِلا ہوا لباس اور جوتے وموزے وغیرہ پہننا جائز ہے، جس میں حنفیہ کے نزدیک دستانے پہننا بھی داخل ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک عورت کو دستانوں کا نہ پہننا مستحب ہے۔ [۱]

(۲)...... احرام کی حالت میں مرد کو ٹخنوں تک جوتے پہننا، اور اپنے سر کو اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک اپنے چہرے کو بھی کپڑے سے ڈھانکنا، ممنوع ومحظور ہے، جبکہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مرد کو اپنا چہرہ ڈھانکنا ممنوع نہیں۔

اور گردن اور کان کو ڈھانکنا بہر حال کسی کے نزدیک بھی ممنوع نہیں۔ [۲]

---

[۱] اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عورت کو چہرہ کے علاوہ انگلیوں سے ہتھیلیوں تک سلا ہوا کپڑا پہننا بھی منع ہے، اور اسی وجہ سے حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عورت کو احرام کی حالت میں دستانے پہننا جائز نہیں۔

[۲] ملحوظ رہے کہ اس بارے میں فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ عورت کو احرام کی حالت میں اپنا سر اور سر کے بال ڈھانکنا جائز ہے، اور اس بارے میں بھی اتفاق ہے کہ مرد احرام کی حالت میں اپنے سر کو نہیں ڈھانکے گا، البتہ مرد کو احرام کی حالت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراحرام کی حالت میں خواتین کوصرف اپنے چہرہ پر(نہ کہ سر پر) ایسا کپڑا لگانا منع ہے، جو چہرہ کی جلد کو چھولے۔

(۳)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کوخوشبو لگانا یا ایسی چیز کا استعمال کرنا، جس میں خوشبو بسی ہوئی ہو، منع ہے۔

(۴)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو اپنے جسم کے کسی بھی حصہ کے بال کاٹنا اور ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کاٹنا منع ہے۔

(۵)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو جماع وصحبت کرنا یا اس کے مقدمات اور دواعی (مثلاً بوس وکنار وغیرہ) کو اختیار کرنا منع ہے۔

(۶)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو لڑائی جھگڑا کرنا اور فسق وفجور اور گناہوں میں مبتلا ہونا خصوصیت کے ساتھ منع ہے۔

(۷)...... احرام کی حالت میں مرد حضرات اور خواتین دونوں کو خشکی کے جانور کا شکار کرنا منع ہے۔

آگے احرام کی ان ممنوع ومحظور چیزوں کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

احرام میں لباس سے متعلق احکام

احرام کی حالت میں مرد کو سِلا ہوا لباس پہننا منع ہے، اور عورت کو سِلا ہوا لباس پہننا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... مرد کو احرام کی حالت میں ایسا سِلا ہوا لباس پہننا منع ہے، جو عادتاً استعمال کیا جاتا ہو، اور جسم یا اس کے بعض حصہ کو چُھپالے، اور وہ خود سے جسم یا اس کے کسی حصہ پر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

میں چہرہ ڈھانکنے کے جائز وناجائز ہونے اور کفارہ واجب ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مرد کو چہرہ ڈھانکنا جائز ہے، اور مرد کو چہرہ ڈھانکنے پر کوئی کفارہ واجب نہیں، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مرد کو چہرہ ڈھانکنا جائز نہیں، جس کی خلاف ورزی پر کفارہ واجب ہے، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

ٹھہرا رہے۔

لہٰذا مرد کو احرام کی حالت میں چادر یا ایسے کپڑے سے اپنے جسم کو (حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک سر اور چہرہ کے علاوہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک صرف سر کے علاوہ پورے جسم کو) چھپانا جائز ہے، کہ جو بدن کی وضع قطع اور ہیئت کے مطابق نہ سِیا گیا ہو۔

احرام کی حالت میں اگر کسی مرد نے کُرتہ، قمیص، جُبہ یا پائجامہ وغیرہ کو باقاعدہ پہنا نہیں، بلکہ اپنے کاندھے پر ویسے ہی ڈال لیا، تو حنفیہ کے نزدیک ایسا کرنے میں حرج نہیں، کیونکہ اس کو پہننا نہیں کہا جاتا۔

مسئلہ نمبر۲...... احرام کی حالت میں مرد کو اپنے پورے سَر یا سَر کے بعض حصہ کو عمامہ، ٹوپی یا کسی کپڑے سے چھپانا اور ڈھکنا منع ہے، اور عورت کو منع نہیں۔

اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک احرام کی حالت میں مرد کو سَر پر ہاتھ رکھنا منع نہیں ہے۔

اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک مرد کو سَر پر کوئی ایسا سامان اُٹھانا منع ہے، جس سے عادتاً سر کو ڈھانکا جاتا ہو، البتہ اگر اس سے عادتاً سَر کو نہ ڈھانکا جاتا ہو، تو پھر جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... اگر کسی نے سر اور چہرہ کے علاوہ کسی اور عضو مثلاً گھٹنے، ٹخنے، کہنی یا گٹے یا کمر، یا گردن وغیرہ پر کسی عذر جیسے درد، زخم وغیرہ سے حفاظت کی خاطر پٹی یا بیلٹ یا فوم کالر (Cervicl Collar) باندھی، خواہ تھوڑے عضو پر ہو یا زیادہ عضو پر، تو یہ نہ تو مکروہ ہے، اور نہ اس پر کوئی کفارہ وغیرہ واجب ہے، بشرطیکہ وہ پٹی باندھی گئی ہو، خواہ باندھ کر گرہ لگائی گئی ہو، یا پِن، میجک (Majic) وغیرہ لگایا گیا ہو، اور جو پٹی گول آستین نما سِلی ہوئی ہوتی ہے، اس کا عضو پر چڑھانا جائز نہیں، اور ایسی پٹی کو اگر درمیان سے کاٹ کر مذکورہ طریقہ پر باندھ لیا جائے، تو بھی کچھ واجب نہیں، اور عذر کی صورت میں مکروہ بھی نہیں۔ [1]

---

[1] اور اگر آستین نما پٹی کو عذر کی وجہ سے کسی عضو پر پہن لیا، اور وہ لگاتار ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ دیر تک پہنے رکھا، تو فدیہ واجب ہے، اور اس سے کم وقت کے لئے پہنا، تو صدقۂ فطر کے بقدر صدقہ واجب ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۴...... احرام کی حالت میں مرد کا چھتری، خیمہ، یا کسی اور ایسی چیز سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے، جو کہ سَر کو لگی ہوئی نہ ہو، بلکہ سَر سے الگ ہو، جس میں آج کل کی گاڑیوں اور سواریوں، وغیرہ کی چھت سے سایہ حاصل کرنا بھی داخل ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... احرام کی حالت میں حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مرد کا اپنے چہرہ کو کپڑے سے اس طرح ڈھانکنا منع ہے کہ کپڑا چہرہ کو لگ جائے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک احرام کی حالت میں مرد کے لئے اپنے چہرہ کو کپڑے یا کسی اور چیز سے ڈھانکنے کی ممانعت نہیں۔

مسئلہ نمبر۶...... احرام کی حالت میں خواتین کا اپنے چہرے پر ماسک پہننا درست نہیں، جبکہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مرد کو ماسک پہننا جائز ہے، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مرد کو بھی ماسک پہننا جائز نہیں ہے۔

البتہ اگر کوئی مرد یا عورت احرام کی حالت میں چہرہ یا سر سے تولیہ یا ٹشو پیپر سے پانی یا پسینہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ولو عصب شيئا من جسده لعلة أو غير علة لا شيء عليه؛ لأنه غير ممنوع عن تغطية بدنه بغير المخيط، ويكره أن يفعل ذلك بغير عذر؛ لأن الشد عليه يشبه لبس المخيط(بدائع الصنائع، ج۲ص۱۸۷، كتاب الحج، فصل محظورات الاحرام)

وإن عصب شيئا من جسده من علة أو غير علة فلا شيء عليه لأنه غير ممنوع عن تغطية سائر الجسد سوى الرأس والوجه، ولكن يكره له أن يفعل ذلك من غير علة كما يكره شد الإزار وشد الرداء على ما بينا(المبسوط للسرخسي، ج۴ص۱۲۷،۱۲۸، كتاب المناسك، باب مايلبسه المحرم من الثياب)

فلا شيء عليه لو عصب موضعا آخر من جسده، ولو كثر لكنه يكره من غير عذر كعقد الإزار وتخليل الرداء (البحر الرائق، ج۳ص۹، كتاب الحج، باب الجنايات فى الحج)

ولا شيء عليه لو عصب غيره من بدنه لعلة أو غير علة لكنه يكره بلا علة اهـ(حاشية الشلبى علىٰ تبيين الحقائق، ج۲ص۱۳، كتاب الحج،باب الاحرام)

(وإن لبس المخيط أو غطى رأسه يوما فعليه شاة) أيضا لأنهما من محظورات الإحرام أيضا لما بينا، فإن كان يوما كاملا فهو ارتفاق كامل؛ لأن المعتاد أن يلبس الثوب يوما ثم ينزع فتجب شاة، وفيما دون ذلك صدقة(الاختيار لتعليل المختار،ج۱،ص۱۶۱،كتاب الحج،باب الجنايات)

وغیرہ صاف کرے،تو اس میں حرج نہیں، کیونکہ اس سے مقصود چہرہ کو چھپانا نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۷......احرام کی حالت میں عورت کا اپنے چہرہ کو کپڑے سے اس طرح ڈھانکنا منع ہے کہ کپڑا چہرہ کو لگ جائے۔

اور عورت کو احرام کی حالت میں نامحرم لوگوں سے چہرہ کا پردہ کرنا جائز ہے جبکہ چہرے کے سامنے اس طرح کوئی کپڑا وغیرہ لٹکا لے کہ جو چہرہ سے الگ رہے۔[1]

البتہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک عورت کو احرام کی حالت میں اجنبی لوگوں سے پردہ کرنے کی ضرورت اور مجبوری کی خاطر سَر کے اوپر سے کوئی کپڑا، حجاب، نقاب وغیرہ ڈال کر چہرہ پر لٹکانا جائز ہے،خواہ وہ چہرہ کی کھال سے ہی کیوں نہ لگے۔

مسئلہ نمبر ۸......احرام کی حالت میں مرد کو دستانے پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۹......احرام کی حالت میں عورت کو دستانے پہننا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے،اور نہ پہننا بہتر ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک احرام کی حالت میں عورت کو بھی پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۰......احرام کی حالت میں عورت کو ہر طرح کا جوتا اور جرابیں اور موزے پہننا جائز ہے،اور مرد کو جرابیں اور موزے پہننا جائز نہیں۔

البتہ مرد کو ایسا جوتا یا پائتابہ پہننا جائز ہے کہ جو ٹخنوں اور پیروں کے درمیان کی ابھری ہوئی ہڈی کو نہ چھپائے ،اوراس سے نیچے نیچے کی طرف خواہ پیروں کو سب طرف سے چھپائے ہوئے ہو، یا کسی ایک طرف سے،اس کی گنجائش ہے۔

---

[1] والمرأة كالرجل لكنها لا تكشف رأسها، بل تكشف وجهها، ولو سدلت شيئا عليه، وجافته عنه صح(شرح الوقاية، ج۳ص ۳۶۵،كتاب الحج)

وأما المرأة فلا تغطى وجهها .وكذا لا بأس أن تسدل على وجهها بثوب وتجافيه عن وجهها(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۸۵ ، كتاب الحج، فصل محظورات الاحرام)

البتہ احرام کی حالت میں مرد حضرات کو ایسا جوتا پہننا احادیث کی رو سے منع ہے کہ جو دونوں طرف سے ٹخنے کی عام ہڈیوں کو چھپالے، جیسا کہ فُل جوتوں، فوجی بوٹوں اور خفین اور موزوں وجرابوں کی حالت ہوتی ہے۔

اسی طرح مرد حضرات کو احرام کی حالت میں مشائخِ احناف کے نزدیک ایسا جوتا پہننے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کہ جو عام ٹخنوں کی ہڈیوں سے تو نیچے ہو، لیکن پیروں کے درمیان کی ابھری ہوئی ہڈی کو چھپالے۔

اور رہا ایسا بند جوتا جو دائیں بائیں سے اور پیچھے سے پیر کے حصے کو ٹخنوں کی ہڈی سے نیچے نیچے اور آگے کی طرف سے ابھری ہوئی ہڈی سے نیچے نیچے کے حصے (مثلاً انگلیوں اور پنجوں) کو چھپائے ہوئے ہو، تو حنفیہ کے نزدیک مرد کو احرام کی حالت میں اس کا پہننا گناہ نہیں۔

پس مرد کو ہوائی چپل کا پہننا جائز بلکہ افضل ہے، اور حنفیہ کے نزدیک ایسا بوٹ جوتا پہننا گناہ نہیں کہ جو پیچھے اور آگے کی طرف سے مذکورہ ہڈیوں (یعنی عام ٹخنوں، اور پیروں کے درمیان کی اُبھری ہوئی ہڈی) سے نیچے نیچے ہو، اگرچہ پیچھے ایڑی اور آگے پنجوں کو چھپائے ہوئے ہو، جیسا کہ آج کل مکیشن نامی بوٹ جوتا ملتا ہے، اسی طرح بعض ایسے کھُسے اور بعض ایسی سوفٹیاں اور آگے سے بند جوتے اور سینڈل جوتے ملتے ہیں، جو آگے سے پیروں کے درمیان والی ہڈی اور پیچھے سے ٹخنوں کی ہڈی کی سطح سے نیچے نیچے ہوتے ہیں۔

اور اس طرح کے جوتے کہ جو پیچھے ایڑی کی طرف سے تو ٹخنوں سے نیچے ہوں، لیکن آگے کی طرف سے پیروں کی پشت کے درمیان والی ابھری ہوئی ہڈی کو چھپالیں، ایسے جوتوں سے احرام کی حالت میں مرد حضرات کو پرہیز کرنا چاہئے۔

البتہ بہت سے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ احرام کی حالت میں مرد وعورت کا اپنے پیروں کو کسی بھی قسم کے کپڑے سے سوتے اور جاگتے ہوئے ڈھانکنا جائز نہیں۔

یہ سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ پیروں میں ٹخنوں تک جوتے پہننا درحقیقت سِلا ہوا لباس پہننے

کے مفہوم میں داخل ہونے کی وجہ سے مرد کے لئے احرام کی حالت میں جائز نہیں، جیسا کہ ہاتھوں، اور گلے میں سِلا ہوا لباس پہننا جائز نہیں، مگر ہاتھ اور گلے وغیرہ پر احرام وغیرہ کی چادر اوڑھنا جائز ہے۔

اسی طرح احرام کی حالت میں مرد وعورت کو چادر، لحاف، گدّے وغیرہ سے پیروں کو ڈھانکنا بھی جائز ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے ایک مستقل رسالہ ’’بحالتِ احرام جوتے وموزے پہننے کا حکم‘‘ میں ذکر کردی ہے۔

احرام میں بدن سے متعلق احکام

احرام کی حالت میں کچھ پابندیاں جسم سے متعلق بھی ہیں، مثلاً سَر کے بال مونڈنا، کاٹنا اور جسم کے کسی بھی حصہ سے بال زائل کرنا، اور ناخن کاٹنا، اور تیل لگانا، اور خوشبو لگانا۔

یہ چیزیں احرام کی حالت میں ممنوع ومحظور ہیں۔

اس سلسلہ میں چند مسائل ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر ۱...... احرام کی حالت میں سَر کے بال دُور کرنا جائز نہیں، خواہ مونڈ کر ہو یا کاٹ کر یا اُکھاڑ کر یا کسی کریم وغیرہ سے صاف کر کے۔

اور یہ ممانعت اس وقت تک ہے، جب تک حج یا عمرہ جو بھی کیا جارہا ہے، اس کے احکام ومناسک سے فارغ ہو کر احرام سے نکلنے کا وقت نہیں آیا۔

مسئلہ نمبر ۲...... احرام کی حالت میں سَر کے علاوہ جسم کے کسی بھی حصہ کے بال دُور کرنا جائز نہیں، خواہ مونڈ کر ہو یا کاٹ کر یا اُکھاڑ کر یا کسی کریم وغیرہ سے صاف کر کے۔

مسئلہ نمبر ۳...... احرام کی حالت میں ہاتھ، پاؤں کی اُنگلیوں کے ناخن کاٹنا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴...... بحالتِ احرام حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سَر اور ڈاڑھی سمیت بدن کے کسی بھی حصہ میں خوشبودار تیل یا کریم لگانا، اور حنفیہ کے نزدیک زیتون اور تِل کا خالص تیل

لگانا جائز نہیں، اور زیتون اور تِل کے تیل کے علاوہ باقی کسی بھی غیر خوشبودار تیل یا غیر خوشبو دار کریم کا لگانا جائز ہے۔

جبکہ شافعیہ کے نزدیک مرد وعورت کو سَر کے بالوں اور مرد کو ڈاڑھی اور مونچھوں میں تو غیر خوشبودار تیل یا کریم لگانا جائز نہیں، کیونکہ یہ زینت میں داخل ہے، اور اس کے علاوہ بدن کے دوسرے حصوں میں غیر خوشبودار تیل یا کریم لگانا جائز ہے، کیونکہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک معتمَد یہ ہے کہ بدن کے سب حصوں میں غیر خوشبودار تیل یا غیر خوشبودار کریم لگانا جائز ہے۔

احرام میں خوشبو سے متعلق احکام

احرام کی حالت میں خوشبو (عطر، سینٹ وغیرہ) کا جسم اور لباس میں لگانا جائز نہیں (اور احرام شروع کرتے وقت خوشبو لگانے کا حکم الگ ہے، جس کا ذکر احرام کی سنتوں میں گزر چکا ہے) [1]

اس سلسلہ میں چند مسائل ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر ۱...... خوشبو لگانے یا استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بدن یا لباس پر اس طریقہ سے خوشبو لگائی جائے کہ خوشبو کا کوئی جزو بدن یا لباس پر منتقل ہو جائے۔

اسی وجہ سے اگر مثلاً خوشبودار چیز یا خوشبودار پھل کو چھوا جائے، لیکن اس کی خوشبو جسم پر منتقل نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ [2]

---

[1] پھر حنفیہ کے نزدیک احرام میں ممنوع خوشبو وہ کہلاتی ہے کہ جس میں لذت آمیز خوشبو پائی جاتی ہو، اور اس سے خوشبو (عطر وغیرہ) تیار کی جاتی ہو، اور شافعیہ کے نزدیک وہ کہلاتی ہے کہ جس سے اکثر اور غالب درجہ میں خوشبو حاصل کرنے کا قصد کیا جاتا ہو، اور احرام کی حالت میں اہم مقصد اس سے خوشبو حاصل کرنا ہو، اور حنابلہ کے نزدیک وہ کہلاتی ہے کہ جس کی خوشبو سے سونگھنے کے لئے عطر وغیرہ تیار کیا جاتا ہو، اور مالکیہ کے نزدیک دو قسمیں ہیں، مذکر و مؤنث، اور دونوں کا حکم جدا ہے۔

[2] وضابط حرمة الطيب عند الحنفية :هو مس الطيب بحيث يلزق شيء منه بثوبه أو بدنه كاستعمال ماء الورد والمسك وغيرهما (الفقه الاسلامى و ادلته، ج٣، ص ٢٢٩٧، القسم الاول، الباب الخامس، الفصل الاول، المبحث العاشر، الاصل الثانى، ترفيه البدن بالطيب وإزالة الشعر وتقليم الظفر ونحوهما مما يجرى مجرى الطيب) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲...... احرام کی حالت میں لباس میں خوشبو لگانا منع ہے، خواہ لباس جسم کے ساتھ اس طرح سے لگا ہوا ہو کہ وہ پہن یا اوڑھ رکھا ہو، یا اس پر بیٹھا یا لیٹا ہوا ہو، اور احرام شروع کرتے وقت لباس میں خوشبو لگانے کا حکم الگ ہے، جس کا ذکر احرام کی سنتوں میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... احرام کی حالت میں بدن پر بھی خوشبو کا استعمال جائز نہیں، اور سَر اور ڈاڑھی وغیرہ پر مہندی وغیرہ کا خضاب لگانا اور جسم یا اس کے کسی حصہ کو خوشبودار صابن سے دھونا یا خوشبودار پاؤڈر اور کریم وغیرہ لگانا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر۴...... احرام کی حالت میں خالص خوشبو کا کھانا پینا بھی جائز نہیں۔

البتہ اگر کوئی خوشبو کھانے پینے کی چیز میں شامل ہو، تو اگر اس خوشبو کو کھانا پکانے سے پہلے شامل کیا گیا تھا، اور اس خوشبو کے ساتھ ہی کھانے کو پکایا گیا ہے، تو خواہ خوشبو تھوڑی ہو یا زیادہ، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسی چیز کے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔

بلکہ حنفیہ کے نزدیک اگر پکائے ہوئے کھانے میں کھانا پکانے کے بعد بھی خوشبو شامل کی گئی ہو، تو اس کا کھانا جائز ہے۔

اور اگر ایسے کھانے میں خوشبو شامل کی گئی ہو، جو کہ پکایا نہیں گیا، تو اگر کھانے کی مقدار خوشبو کی مقدار پر غالب ہے، اور اس سے خوشبو نہیں آتی، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر خوشبو آتی ہے، تو اس کا کھانا مکروہ ہے، اور اگر خوشبو کی مقدار کھانے کی مقدار پر غالب ہے، تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں، خواہ اس سے خوشبو آتی ہو یا نہ آتی ہو۔

اور خوشبودار پھلوں اور دوائیوں کو کھانا جائز ہے، کیونکہ اولاً تو ان سے خوشبو حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ کھانا یا دوا کرنا مقصود ہوتا ہے، اور دوسرے ان کی خوشبو غذا و دوا کے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وحقيقة التطيب أن يلزق ببدنه أو ثوبه طيبا (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۳، ص۳، كتاب الحج، باب الجنايات)

مقابلہ میں مغلوب ہوتی ہے۔ [۱]

اور مالکیہ کے نزدیک ہر ایسا کھانا جس میں خوشبو پکائے بغیر شامل کی گئی ہو، تو اس کا کھانا بہرحال احرام کی حالت میں ممنوع ہے۔

اور اگر خوشبو کو کسی مشروب میں شامل کیا جائے، جیسا کہ پانی میں شامل کیا ہوا عرقِ گلاب وغیرہ، تو احرام کی حالت میں حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں، خواہ خوشبو کم ہو یا زیادہ۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جب خوشبو کو کسی بھی کھانے پینے کی چیز میں شامل کردیا جائے، لیکن اس میں خوشبو کی مہک اور ذائقہ ظاہر نہ ہو، تو احرام کی حالت میں اس کا کھانا پینا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر۵...... احرام کی حالت میں اگر خوشبو کو صرف سونگھا جائے، جیسا کہ خوشبودار پھل کو سونگھا جائے، لیکن اس کو چھوا نہ جائے، یا چھوا تو جائے، مگر اس کی خوشبو جسم پر منتقل نہ ہو، تو بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، مگر اس میں کوئی کفارہ لازم نہیں۔ [۲]

---

[۱] وما يقصد به الأكل أو التداوى لا يحرم ولا فدية فيه وإن كان له ريح طيبة، كالتفاح والسنبل وسائر الأبازير الطيبة كالمصطكى؛ لأن ما يقصد منه الأكل أو التداوى لا فدية فيه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۱۲۲، مادة "تداوى")

وأما ما يطلب للأكل والتداوى غالبا كالقرنفل والدارصينى والفواكه كالتفاح والمشمش فيجوز أكله وشمه لأنه ليس بطيب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲٦، ص ۲۱۱، مادة "شم")

[۲] مذکورہ بالا حکم حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ہے، جبکہ حنابلہ کے نزدیک عمداً خوشبو کا سونگھنا حرام ہے، اور اس پر فدیہ واجب ہے۔

شم الطيب دون مس يكره عند الحنفية والمالكية والشافعية، ولا جزاء فيه عندهم.

أما الحنابلة فقالوا :يحرم تعمد شم الطيب، ويجب فيه الفداء، كالمسک والكافور، ونحوهما مما يتطيب بشمه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۱٦۱ و ۱٦۲، مادة "احرام")

ولا يحرم إن شم بلا قصد، أو مس ما لا يعلق بالجسد كقطع المسک، أو شم الفواكه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جانور کو مارنے اور شکار کرنے کا حکم

احرام کی حالت اور حرم کی حدود میں خشکی کے جانور کا شکار کرنے اور عام جانوروں کو مارنے کی ممانعت ہے، البتہ بعض جانور ایسے ہیں کہ ان کو احرام کی حالت میں اور حرم کی حدود میں بھی قتل کرنا اور مارنا جائز ہے، مثلاً سانپ، بچھو، چوہا، کاٹ کھانے والا یا ہڑک والا کتا، بھیڑیا، چیل، اور نجاست خور کوا۔ [1]

اسی طرح احرام کی حالت میں موذی حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے مثلاً چھپکلی، مکھی، مچھر وغیرہ کو مارنا جائز ہے، کیونکہ یہ شکاری جانور میں داخل نہیں، اور جُوں کا حکم آگے کفارہ کے بیان میں آتا ہے۔

عُمرہ کے احرام میں جماع وقضائے شہوت کا حکم

اگر کوئی شخص عمرہ کے احرام میں جماع کرلے، تو حنفیہ کے نزدیک اگر وہ عمرہ کا مکمل طواف کرنے یا اس طواف کے کم از کم چار چکر ادا کرنے سے پہلے جماع کرے، تو اس کا عمرہ فاسد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أو النباتات الصحراوية كالخزامى والقيصوم والنرجس والإذخر، أو ما ينبته آدمي لا بقصد طيب كحناء وعصفر وقرنفل (الفقة الاسلامى و ادلته، ج۳، ص ۲۲۹۹، القسم الاول، الباب الخامس، الفصل الاول، المبحث العاشر، الاصل الثانى، ترفيه البدن بالطيب وإزالة الشعر وتقليم الظفر ونحوهما مما يجرى مجرى الطيب)

ثم إن لم يكن على المحرم شىء بشم الطيب والرياحين لكن يكره له ذلك، وكذا شم الثمار الطيبة كالتفاح وهى مختلفة بين الصحابة، كرهه عمر وجابر، وأجازه عثمان وابن عباس (فتح القدير، ج۳، ص ۱۲۴، كتاب الحج، باب الجنايات)

وكذا كل نبات له رائحة طيبة، وكل ثمرة لها رائحة طيبة؛ لأنه ارتفاق بالرائحة ولو فعل لا شىء عليه؛ لأنه لم يلتزق ببدنه وثيابه شىء منه (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۹۱، كتاب الحج، فصل تطيب المحرم)

[1] البتہ حنفیہ کی ایک روایت کے مطابق درندہ کو اس وقت قتل کرنا جائز ہے، جبکہ وہ احرام والے شخص پر حملہ آور ہو۔

ہو جاتا ہے، اور اس کی قضاء بھی واجب ہوتی ہے، اور دَم بھی واجب ہوتا ہے، جو کہ حنفیہ کے نزدیک قربانی کے چھوٹے جانور (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کا ذبح کرنا ہے۔

اور اگر اس کے بعد مگر بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے جماع کرے تو عمرہ فاسد نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر قضاء واجب نہیں ہوتی، البتہ اس پر دَم واجب ہوتا ہے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر طواف اور سعی کرنے اور سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے جماع کرے، تو اس کا عمرہ فاسد ہو جاتا ہے۔

اور عمرہ کے فاسد ہونے کی صورت میں ایک تو اس فاسد شدہ عمرہ کو (غسل کرنے کے بعد) جاری رکھ کر پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، دوسرے اس عمرہ کی قضا بھی واجب ہوتی ہے، اور تیسرے قربانی بھی واجب ہوتی ہے، جو حنفیہ کے نزدیک قربانی کے چھوٹے جانور (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کا ذبح کرنا ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک اس صورت میں بُدنہ یعنی قربانی کے بڑے جانور (اونٹ، گائے، بھینس) کا ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی احرام کی حالت میں باقاعدہ جماع تو نہ کرے، البتہ شہوت سے دوسرے کے جسم کو چھوئے، یا بوس وکنار کرے یا شہوت سے جسم کے ساتھ جسم ملائے، تو اس سے عمرہ تو فاسد نہیں ہوتا، البتہ اس کی وجہ سے چھوٹے جانور (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی شکل میں دَم واجب ہوتا ہے، خواہ انزال یعنی منی خارج ہو یا نہ ہو۔

اور اگر کوئی شہوت کے ساتھ بوس وکنار یا دوسرے کے جسم کو چھونے وغیرہ کا ارتکاب تو نہ کرے، البتہ کسی کو شہوت کے ساتھ دیکھے یا شہوت کی بات سوچے، تو اس میں کوئی فدیہ اور دَم وغیرہ واجب نہیں، اگرچہ اس کے نتیجہ میں اس کو انزال (یعنی منی خارج) ہی کیوں نہ ہو جائے۔ [۱]

---

[۱] اور مندرجہ بالا حکم حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک ہے، اور شہوت کے ساتھ سوچنے کے بارے میں حنابلہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احرام میں گناہ اور جھگڑے کی ممانعت

احرام کی حالت میں ہر قسم کا گناہ کرنا اور بطورِ خاص جھگڑا کرنا حرام ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَارَفَثَ وَلَافُسُوقَ وَلَاجِدَالَ فِي الْحَجِّ (سورۃ البقرۃ رقم الایۃ ۱۹۷)

ترجمہ: سو جو شخص ان (حج کے مہینوں) میں حج مقرر کرلے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر (اس شخص کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی گناہ (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع (و جھگڑا) ہے (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں گناہ اور جھگڑے سے بطورِ خاص بچنا چاہئے۔

البتہ جھگڑا کرنے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی دوسرے کو نیک بات بتلانا، نیکی کا حکم کرنا اور بری بات سے آگاہ کرنا اور اس سے روکنا داخل نہیں۔

حدودِ حرم کے خودرو درخت اور گھاس کاٹنے کی ممانعت

احادیث میں حرم کی حدود میں خود سے اُگنے والے یعنی خودرو درخت کاٹنے کی بھی ممانعت آئی ہے، خواہ احرام کی حالت میں ہو، یا احرام کی حالت میں نہ ہو، اور خواہ کوئی حرم کی حدود سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور مالکیہ کے نزدیک اگر کوئی شہوت کے ساتھ دیکھنے اور سوچنے کا عمل لذت کے قصد سے کرے، اور منی کے اخراج تک اس کا یہ قصد جاری رہے، تو یہ عمل عمرہ فاسد ہونے کے سلسلہ میں جماع کی طرح ہے، اور اگر منی کے اخراج تک اس کا یہ قصد جاری نہ رہے، تو پھر عمرہ تو فاسد نہیں ہوتا، البتہ اس میں دَم واجب ہوتا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک شہوت کی نظر ڈالنے میں یہ تفصیل ہے کہ اس نے ایک مرتبہ نظر ڈال کر ہٹالی، پھر اس کی منی خارج ہوگئی، تو اس پر دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر بار بار نظر ڈالی، اور پھر منی خارج ہوئی، تو اس پر بدنہ واجب ہوتا ہے۔

باہر کا رہنے والا ہو، یا حرم کی حدود کے اندر کا رہنے والا ہو، یہ ممانعت سب کے لئے ہے۔
اور حرم کی حدود میں جو چارہ اور گھاس خود سے اُگتی ہے، اس کو بھی کاٹنے اور پھاڑنے کی ممانعت ہے، بشرطیکہ وہ درخت اور گھاس تازہ اور ہری ہو، خشک نہ ہو، اور وہ ایسی ہو کہ جس کو لوگ عادتاً اُگاتے اور بوتے نہیں، یعنی اس کی کاشت نہیں کرتے، بلکہ وہ خود سے اُگتی ہے، جس کو خودرَو گھاس اور خودرَو درخت کہا جاتا ہے۔
اور اذخر نامی خودرَو گھاس جسے فارسی زبان میں گورگیاہ اور انگریزی زبان میں Camel grass کہا جاتا ہے، حرم کی اس گھاس کو کاٹنے اور پھاڑنے کی ممانعت نہیں۔
اور کھمبی کو کاٹنے کی بھی ممانعت نہیں، اسی طرح جو درخت یا گھاس خشک ہو چکی ہو، اس کو کاٹنے کی بھی ممانعت نہیں۔
اور اسی طرح جو گھاس اور چارہ خودرَو قسم کا نہ ہو، بلکہ ایسا ہو کہ اس کی عام طور پر لوگ کاشت کرتے ہیں، جیسا کہ فصلیں سبزی وغیرہ، اس کو کاٹنا بھی جائز ہے، خواہ وہ خودرَو ہی کیوں نہ ہو، اور جو درخت یا فصل وسبزی کسی نے کاشت کی ہو، اس کو کاٹنے کی بھی بہرحال ممانعت نہیں۔
ان چیزوں کی تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(فصل نمبر ۹)

احرام کی خلاف ورزی پر کفارہ کے احکام

احرام کی پابندیوں کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں جو سزا شریعت کی طرف سے مقرر کی گئی ہے، اس کو کفارہ کہا جاتا ہے۔

جس کی کئی قسمیں ہیں، یعنی یہ کفارہ مختلف شکلوں اور صورتوں کا ہے، بعض صورتوں میں صدقہ، بعض صورتوں میں فدیہ اور بعض صورتوں میں دَم واجب ہوتا ہے، اور ان سب کو احرام کی خلاف ورزی پر لازم آنے والے کفارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کے متعلقہ احکام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... احرام کی حالت میں اگر کوئی کسی عذر یا بیماری یا تکلیف دُور کرنے کی وجہ سے سر یا ڈاڑھی یا کسی اور جگہ کے بال کاٹ لے، یا مرد سَر ڈھانپ لے، یا عورت چہرہ ڈھانپ لے، یا حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک مرد چہرہ ڈھانپ لے (کیونکہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مرد کو چہرہ ڈھانپنے کی ممانعت نہیں) یا مرد وعورت کوئی بھی ناخن کاٹ لے، یا خوشبو لگالے یا اسی طرح کی کوئی احرام کی خلاف ورزی کرلے، تو اس پر فدیہ واجب ہے، اور فدیہ میں اختیار ہوتا ہے کہ وہ یا تو قربانی کا چھوٹا جانور (بکری، بھیڑ، دُنبہ وغیرہ) حرم میں ذبح کرے، یا چھ مسکینوں کو کھانا (یا چھ فطرانوں کے برابر رقم) صدقہ کرے، یا تین دن کے روزے رکھے۔

مذکورہ حکم اس کے لئے ہے جو احرام کے کسی حکم کی خلاف ورزی، معذوری، یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے کرے، کہ اُسے فدیہ دینے میں مندرجہ بالا تین قسم کے اختیارات ہیں۔

اور اسی وجہ سے اگر کوئی شخص بیماری وغیرہ کی وجہ سے زخم یا تکلیف کے مقام پر خوشبودار دوا

یا مرہم یا وِکس (Vicks) وغیرہ لگائے، تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲...... احرام کی حالت میں اگر جان بوجھ کر کوئی مرد بلا عذر سَر ڈھانپ لے، یا عورت و مرد خوشبو لگا لے، یا بال یا ناخن کاٹ لے، یا عورت چہرہ ڈھانپ لے، یا حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک مرد چہرہ ڈھانپ لے (کیونکہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک، مرد کو چہرہ ڈھانپنے کی ممانعت نہیں) یا اسی طرح کی کوئی احرام کی خلاف ورزی کرلے، تو جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کو بھی اس سے پہلے مسئلہ میں مذکورہ تین چیزوں کی صورت میں فدیہ دینے کا اختیار ہوتا ہے، کہ یا تو وہ قربانی کا چھوٹا جانور (بکری، بھیڑ، دُنبہ وغیرہ) ذبح کرے، یا چھ مسکینوں کو کھانا (یا چھ فطرانوں کے برابر رقم) صدقہ کرے، یا تین دن روزے رکھے، البتہ وہ شخص جان بوجھ کر بلا عذر ایسا کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوتا ہے، کیونکہ اس پر فدیہ کا حکم قرآن مجید میں مذکور ہے، اور جان بوجھ کر بلا عذر اس کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے صرف گناہ گار ہونے کا فرق پڑتا ہے، اور بندہ کے نزدیک یہی قول دلائل کے لحاظ سے قوی اور راجح ہے۔ [2]

اور حنفیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں اس کو ان تین چیزوں کے اندر اختیار نہیں، بلکہ حسبِ جرم وجنایت بعض صورتوں میں متعین طریقہ پر دَم واجب ہے، اور بعض صورتوں میں صدقہ واجب ہے، اب یہ کہ کن صورتوں میں دَم واجب ہوگا، اور کن صورتوں میں صدقہ؟ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اور جو شخص مذکورہ کسی چیز کا ارتکاب جان بوجھ کر تو نہ کرے، اور اس کو مرض اور تکلیف وغیرہ

---

[1] اور حنفیہ کے نزدیک فدیہ کا حکم اس صورت میں بھی ہے، جبکہ عذر کی وجہ سے پورے عضو یا چوتھائی عضو کے بال کاٹے ہوں یا اس سے کم، اور اس صورت میں بھی ہے، جبکہ پورے سر یا چہرہ کو کپڑے سے ڈھانپا ہو یا اس سے کم، یا مکمل ہاتھ یا پاؤں کے ناخن کاٹے ہوں یا کم کے، اور مکمل عضو پر خوشبو لگائی ہو یا کم پر، خلاصہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک جن صورتوں میں بلا عذر دَم متعین ہے، یا صدقہ کا حکم ہے، ان صورتوں میں عذر کی وجہ سے فدیہ اختیاری ہو جاتا ہے، واللہ اعلم۔

[2] مندرجہ بالا رائے بندہ کی ذاتی رائے ہے، اور حنفیہ کا قول اس سے مختلف ہے، جیسا کہ آگے بیان کر دیا گیا ہے۔ محمد رضوان۔

بھی نہ ہو، بلکہ بھول جانے یا اس بارے میں شریعت کا حکم ومسئلہ معلوم نہ ہونے یا کسی کی طرف سے زبردستی وہ کام کرادینے کی وجہ سے یا کوئی نیند یا بیہوشی میں اس طرح احرام کی کسی پابندی کی خلاف ورزی کرلے، تو حنفیہ کے نزدیک ایسا شخص بھی جان بوجھ کر بلاعذر جرم وجنایت کرنے والے کی طرح ہے، جس کو فدیہ دینے میں مذکورہ چیزوں کا اختیار نہیں، بلکہ متعین طریقہ پر دَم واجب ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر اس نے احرام کی کوئی ایسی خلاف ورزی کی ہو، جس میں کسی چیز کو تلف کرنا پایا جاتا ہے، مثلاً بال منڈانا، یا کٹانا، یا ناخن کاٹنا، تو اس میں فدیہ واجب ہوتا ہے، جس میں اُسے مذکورہ تینوں چیزوں کا اختیار ہوتا ہے، اور اگر اُس میں کسی چیز کو تلف کرنا نہیں پایا جاتا، مثلاً سَر ڈھانکنا، تیل اور خوشبو وغیرہ لگانا، تو اس سے بہرحال کفارہ ساقط ہوجائے گا، اور کسی قسم کا دَم وفدیہ وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... احرام کی حالت میں جس نے بغیر کسی عذر و بیماری کے ممنوع لباس پہنا، یا مرد نے سَر ڈھانپا، یا چہرہ ڈھانپا، یا مرد نے ٹخنے ڈھکا ہوا جوتا پہنا، تو حنفیہ کے نزدیک اگر یہ خلاف ورزی مکمل ایک دن یا ایک رات تک جاری رہی، اور مذکورہ پورے عضو یا کم از کم چوتھائی عضو کو ڈھانپا تھا، تو اس پر قربانی کے چھوٹے جانور کے ذبح کی شکل میں دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم وقت تک جاری رہی، تو اس پر (صدقۂ فطر کے برابر) صدقہ واجب ہوتا ہے، اور اگر ایک گھنٹہ سے کم جاری رہی، تو تقریباً ایک مٹھی کی مقدار گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک بہرحال ایک دن رات، یا اس سے کم وبیش مدت کی قید وشرط کے بغیر فدیہ واجب ہوتا ہے، جس میں اسے دَم دینے اور تین روزے رکھنے یا چھ مسکینوں کو صدقہ دینے کا اختیار ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] بندہ کا اپنا ذاتی رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے۔ محمد رضوان۔

[2] بندہ کی ذاتی رائے اس مسئلہ میں شافعیہ وحنابلہ کے قول کی طرف مائل ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴...... احرام کی حالت میں اگر کسی نے عذر و بیماری میں یا بغیر کسی عذر و بیماری کے ایسی خوشبو استعمال کی، جس کا احرام میں استعمال کرنا منع تھا، تو جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے، جس میں اسے دَم دینے یا تین روزے رکھنے یا چھ مسکینوں کو صدقہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، خواہ اس نے جسم کے کسی پورے عضو پر خوشبو لگائی ہو، یا پورے عضو سے کم پر خوشبو لگائی ہو، اور پورے لباس پر خوشبو لگائی ہو، یا لباس کے تھوڑے حصہ پر خوشبو لگائی ہو۔ [۱]

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اس سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے بغیر کسی عذر و بیماری کے جسم کے کسی بڑے مکمل عضو مثلاً مکمل سَر، مکمل ہاتھ، مکمل ران، مکمل پنڈلی پر خوشبو لگائی، تو اس پر قربانی کے چھوٹے جانور کے ذبح کی شکل میں متعین طور پر دَم واجب ہوگا، اور اگر کسی بڑے عضو پورے پر خوشبو نہیں لگائی یا چھوٹے عضو مثلاً کان، ناک، آنکھ، مونچھ، انگلی پر خوشبو لگائی ہو، تو صدقہ لازم ہوگا، اگرچہ سارے عضو پر خوشبو لگائے، بشرطیکہ خوشبو تھوڑی مقدار میں ہو، ورنہ دَم لازم ہوگا۔

اور اگر کسی نے ایک مجلس میں مختلف اعضاء پر خوشبو لگائی، تو یہ ایک ہی عضو پر خوشبو لگانے کی طرح ہے، جس پر ایک ہی دَم واجب ہے، اور اگر مجلس بدل گئی تو اس کا حکم جدا ہے۔ [۲]

اور دَم دینے کے بعد اس خوشبو کو زائل کرنا بھی ضروری ہے، اگر دَم دینے کے بعد خوشبو برقرار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ جبکہ مالکیہ کے نزدیک فدیہ واجب ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس نے اس عمل کے ذریعہ سے سردی یا گرمی وغیرہ کی شکل میں کوئی فائدہ اُٹھایا ہو، پس جب اس کا یہ فائدہ اُٹھانا ایک دن یا اس سے زیادہ دیر تک جاری رہے، تو فدیہ واجب ہوگا، ورنہ نہیں۔

[۱] اور بندہ کا ذاتی رجحان اس مسئلہ میں بھی مندرجہ بالا جمہور فقہائے کرام کے قول کی طرف ہے۔ محمد رضوان۔

[۲] اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے، جبکہ امام محمد کے نزدیک اگر پہلا کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوسرے عضو کو الگ مجلس میں خوشبو لگائی، تو ایک ہی کفارہ کافی ہوجاتا ہے۔

ولو طيب جميع أعضائه فعليه دم واحد لاتحاد الجنس كذا في التبيين.

وإن طيب كل عضو في مجلس على حدة فعندهما عليه لكل عضو كفارة وعند محمد -رحمه الله تعالى- إذا كفر للأول فعليه دم آخر للثاني، وإن لم يكفر للأول كفاه دم واحد كذا في السراج الوهاج (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۴۱، كتاب الحج، الباب الثامن، الفصل الأول)

رہی، تو اگلا دَم واجب ہو جائے گا۔

اور حنفیہ کے نزدیک خوشبودار کریم یا تیل (مثلاً بنفشہ، چنبیلی، لوبان وغیرہ کا تیل یا کوئی اور ایسا تیل جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو) لگانے کی وجہ سے دَم واجب ہے۔

لیکن اگر کسی بیماری وعذر کی وجہ سے لگائے، تو فدیہ واجب ہے۔

اور اگر زیتون یا تِل کا خالص تیل لگائے، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک دَم اور صاحبین کے نزدیک صدقۂ فطر کی مقدار کی شکل میں کفارہ واجب ہے، جبکہ کسی بڑے پورے عضو (مثلاً سر، کمر، پیٹ) کو لگائے۔

اور اگر پورے عضو سے کم پر یا چھوٹے عضو (مثلاً ناک، کان وغیرہ) پر لگائے، تو بالاتفاق صدقہ واجب ہے۔

لیکن اگر دوا کے طور پر زیتون یا تِل کے خالص تیل کو لگائے، یا کان وغیرہ میں ٹپکائے، یا اس کو کھائے، تو کچھ واجب نہیں۔

اور اگر زیتون یا تِل کے علاوہ کوئی اور غیر خوشبودار تیل یا دوا (مثلاً سرسوں یا بادام کا تیل، چربی، گھی، غیر خوشبو دار مرہم یا کریم، لوشن وغیرہ) لگائے، تو حنفیہ کے نزدیک کچھ واجب نہیں۔ [1]

---

[1] الأشياء التى تستعمل فى البدن على ثلاثة أنواع :نوع هو طيب محض معد للتطيب به كالمسک والكافور، والعنبر وغير ذلک، وتجب به الكفارة على أى وجه استعمل حتى قالوا :لو داوى عينه بطيب تجب عليه الكفارة؛ لأن العين عضو كامل استعمل فيه الطيب فتجب الكفارة.
ونوع ليس بطيب بنفسه ولا فيه معنى الطيب، ولا يصير طيبا بوجه كالشحم فسواء أكل أو ادهن به أو جعل فى شقاق الرجل لا تجب الكفارة.
ونوع ليس بطيب بنفسه لكنه أصل الطيب، يستعمل على وجه الطيب، ويستعمل على وجه الإدام كالزيت والشيرج، فيعتبر فيه الاستعمال، فإن استعمل استعمال الأدهان فى البدن يعطى له حكم الطيب، وإن استعمل فى مأكول أو شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كالشحم(بدائع الصنائع، ج۲ص۱۹۰، كتاب الحج، فصل تطييب المحرم)
بخلاف المسک والعنبر والغالية والكافور ونحوها حيث يلزم الجزاء بالاستعمال على وجه التداوى لكنه يتخير إذا كان لعذر (البحر الرائق ،ج۳،ص۶، كتاب الحج، باب الجنايات)

جہاں تک لباس کو خوشبو لگانے کا مسئلہ ہے، تو حنفیہ کے نزدیک لباس کو خوشبو لگانے پر دَم واجب ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ خوشبو فی نفسہٖ کثیر ہو، خواہ پھیلاؤ میں ایک مربع بالشت سے کم ہو، یا وہ اتنی مقدار میں ہو کہ وہ ایک مربع بالشت سے زائد کپڑے پر لگی ہوئی ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ ایسی خوشبو لگا ہوا لباس احرام کی حالت میں کم از کم ایک دن یا ایک رات پہنے رکھا ہو، اور اس سے کم کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا۔

اور مہندی کا حکم بھی خوشبو کی طرح ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... اگر کسی نے احرام کی حالت میں کسی دوسرے احرام والے شخص کو یا احرام کے بغیر کسی اور عام شخص کو خوشبو لگائی، تو حنفیہ کے نزدیک خوشبو لگانے والے شخص پر کچھ واجب نہیں ہوگا، جب تک کہ اس کے اپنے جسم پر خوشبو نہ لگے، لیکن جس کو خوشبو لگائی ہے، اگر وہ احرام کی حالت میں ہو تو اس دوسرے شخص پر (گزشتہ مسئلہ میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق) دَم یا صدقہ واجب ہوگا، اگرچہ اس کو زبردستی خوشبو کیوں نہ لگائی گئی ہو۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کا قول اس سلسلہ میں وہی ہے، جو اگلے مسئلہ میں دوسرے کے بال مونڈنے کے بارے میں آتا ہے۔

مسئلہ نمبر۶ ...... احرام کی حالت میں اگر جسم کے کسی عضو کے بال کاٹے یا مونڈے، تو امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر کسی نے ایک وقت اور ایک جگہ میں کم از کم تین یا اس سے زیادہ مقدار میں سَر یا جسم کے کسی بھی حصہ کے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر فدیہ واجب ہوتا، جس میں اسے دَم دینے اور تین روزے رکھنے اور چھ مسکینوں کو صدقہ دینے کا اختیار ہوتا ہے۔

اور اگر تین سے کم یعنی ایک یا دو بال کاٹے یا مونڈے، تو ایک بال کے عوض میں ایک مُد (یعنی چوتھائی صاع یا فطرانہ کی نصف مقدار یا اتنی مالیت گندم کا) صدقہ واجب ہوتا ہے، اور

بندہ اسی قول کو راجح سمجھتا ہے۔ [۱]

اور حنفیہ کے نزدیک اگر مُحرم نے کسی پورے عضو یا کم از کم چوتھائی عضو کے بال کاٹے یا مونڈے، مثلاً کم از کم چوتھائی سَر یا کم از کم چوتھائی ڈاڑھی کے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر دَم واجب ہوگا، یعنی حنفیہ کے نزدیک چوتھائی عضو کا حکم پورے عضو کی طرح ہے۔

اور اگر چوتھائی عضو سے کم حصہ کے بال کاٹے یا مونڈے، تو پھر اس پر صدقہ واجب ہوگا۔ [۲]

اور حنفیہ کے نزدیک مونچھ اور ڈاڑھی ملا کر دونوں ایک عضو کا حکم رکھتے ہیں، پس اگر کسی نے اپنی مکمل مونچھ یا اس کے کچھ بال مونڈے تو صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور اگر مختلف اعضاء کے بال ایک مجلس میں کاٹے یا مونڈے، تو اس پر ایک ہی دَم واجب ہوتا ہے، اور اگر مختلف مجلسوں میں مختلف اعضاء کے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر مختلف مجلسوں کے اعتبار سے متعدد دَم واجب ہوتے ہیں۔

اور اگر کسی نے چوتھائی عضو سے کم حصہ کے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور اگر وضو یا خارش کرنے کی وجہ سے سَر یا ڈاڑھی وغیرہ کے کم از کم تین بال گر گئے، تو ہر بال کے عوض میں تقریباً ایک مٹھی کی مقدار گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک پوری گردن یا مکمل دونوں بغلوں یا ایک بغل کے بال کاٹنے پر تو دَم واجب ہوتا ہے، لیکن کم مقدار کے کاٹنے پر دَم کے بجائے صدقہ واجب ہوتا ہے۔

---

[۱] اور مالکیہ کے نزدیک احرام کی حالت میں بال کاٹنے یا مونڈنے کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر دس یا اس سے کم مقدار میں بال کاٹے، جس سے اس کا مقصود کسی تکلیف وایذاء کا دُور کرنا نہیں تھا، تو اس پر ایک مٹھی گندم کا صدقہ واجب ہوگا، اور اگر اس کا مقصود کسی تکلیف وایذاء کو دُور کرنا تھا، تو فدیہ واجب ہوگا، اگرچہ ایک ہی بال کیوں نہ کاٹا یا مونڈا ہو، اور اگر اس نے دس بالوں سے زیادہ کسی بھی سبب سے بال کاٹے یا مونڈے، تو اس پر فدیہ واجب ہوگا۔

اور مالکیہ کے نزدیک شافعیہ وحنابلہ کی طرح بدن کے تمام بالوں کا حکم برابر ہے۔

[۲] البتہ حنفیہ میں سے امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اگر کسی نے حجامہ یعنی سینگی لگوانے کے لئے کسی عضو کے بال مونڈے یا کاٹے، تو وہ خواہ کتنی ہی مقدار میں ہوں، دَم واجب نہیں ہوتا، البتہ صدقہ واجب ہوتا ہے، کیونکہ حجامہ یا سینگی کے لئے بال مونڈوانے میں قضائے تفث یا اس کا قصد نہیں پایا جاتا، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں بھی دَم واجب ہے۔

اور اگر احرام کی حالت میں کسی فعل کا ارتکاب کیے بغیر خود بخود بال گر یا جھڑ جائیں، تو کسی کے نزدیک بھی کچھ واجب نہیں ہوتا۔[1]

مسئلہ نمبر۷...... اگر کسی نے احرام کی حالت میں کسی دوسرے کے بال مونڈے، یا کسی دوسرے شخص نے اس احرام والے شخص کے بال مونڈے، اور یہ بال مونڈنا احرام سے نکلنے یعنی حلال ہونے کی غرض سے نہیں تھا، تو حنفیہ کے نزدیک جس احرام والے شخص کے بال مونڈے گئے، اس پر دَم واجب ہوگا، اگرچہ دوسرے کی طرف سے اس پر زبردستی کیوں نہ کی گئی ہو۔

اور دیگر فقہائے کرام کے اقوال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کی مجموعی طور پر تین صورتیں بنتی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں شخص احرام کی حالت میں ہوں، اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تو احرام کی حالت میں موجود دوسرے کے بال مونڈنے والے پر صدقہ واجب ہوگا، خواہ اس نے دوسرے کے حکم سے اس کے بال مونڈے ہوں، یا اس کے حکم کے بغیر مونڈے ہوں، اور خوشی سے مونڈے ہوں یا زبردستی، اور جس کے بال مونڈے گئے ہیں، اس پر دَم واجب ہوگا۔

اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر اس کی رضامندی کے بغیر بال مونڈے ہوں، تو بال مونڈنے والے پر فدیہ واجب ہوگا، اور اگر اس کی رضامندی کے ساتھ بال مونڈے ہوں، تو جس کے بال مونڈے گئے، اس پر بھی فدیہ واجب ہوگا، اور بال مونڈنے والے پر بھی فدیہ واجب ہوگا۔

---

[1] فقہائے کرام کے مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں عوام بلکہ بہت سے اہلِ علم کے لئے حنفیہ کی بیان کردہ تفصیل کو سمجھنا انتہائی دُشوار ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ تفصیل زیادہ تر نصوص کے بجائے مختلف قیاسات پر مبنی ہے، اور بندہ کا ذاتی رُجحان اس سلسلہ میں فیما بینی وبین اللہ حنابلہ وشافعیہ کے قول کی طرف ہے، جس میں عوام اور اہلِ علم کے لئے یُسر بھی ہے، اور سمجھنا آسان بھی ہے، اور مختلف قیاسوں کے بجائے یہ حکم نص کے مطابق بھی ہے۔ محمد رضوان۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بال مونڈنے والا تو احرام کی حالت میں ہو، مگر جس کے بال مونڈے گئے، وہ احرام کی حالت میں نہ ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بال مونڈنے والے پر صدقہ واجب ہوگا اور جس کے بال مونڈے گئے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

اور مالکیہ کے نزدیک بال مونڈنے والے پر فدیہ واجب ہوگا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بال مونڈنے والے پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اگرچہ احرام والے شخص نے اس کے بال اس کی اجازت کے بغیر مونڈے ہوں، کیونکہ جس کے بال مونڈے گئے ہیں، اس کے حق میں بال مونڈے جانے کی احرام کی وجہ سے کوئی ممانعت نہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بال مونڈنے والا تو احرام کی حالت میں نہ ہو، مگر جس کے بال مونڈے گئے، وہ احرام کی حالت میں ہو، تو حنفیہ کے نزدیک ایسی صورت میں بال مونڈنے والے پر صدقہ واجب ہوگا، اور جس کے بال مونڈے گئے ہیں، اس پر دَم واجب ہوگا، اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر احرام والے شخص کی اجازت سے یا اس کی ممانعت کے بغیر اس کے بال مونڈے گئے، تو احرام والے شخص پر فدیہ واجب ہوگا، اور اگر احرام والے شخص کی اجازت کے بغیر یا اس کی ممانعت کے باوجود اس کے بال مونڈے گئے، تو بال مونڈنے والے پر بھی (جو کہ احرام کی حالت میں نہیں) فدیہ واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی نے احرام کی حالت میں اپنی انگلیوں کے ناخن کاٹے، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ناخنوں کے کاٹنے کا حکم بالوں کے کاٹنے کی طرح ہے، یعنی تین ناخن یا اس سے زیادہ تعداد میں ایک مجلس میں کاٹنے سے تو فدیہ واجب ہوتا ہے، جس میں اسے ان تین چیزوں کا اختیار ہوتا ہے، جن کا ذکر پہلے گزرا، اور اگر تین سے کم یعنی ایک یا دو ناخن کاٹے، تو ہر ایک ناخن کے عوض میں ایک مُد (یعنی چوتھائی صاع یا فطرانہ کی نصف مقدار گندم کا) صدقہ واجب ہوتا ہے ''وہوالراجح عندی''

اور حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر احرام والے شخص نے اپنے ایک ہاتھ یا ایک

پاؤں کے ناخن ایک مجلس یا دو مجلسوں میں کاٹے، تو ان کے نزدیک اس پر قربانی کے ایک چھوٹے جانور (یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی شکل میں ایک دَم واجب ہوگا، اور اگر اس نے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچ ناخنوں سے کم کاٹے یا مختلف ہاتھ پاؤں کے پانچ سے کم ناخن کاٹے، یا چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار ناخن کاٹے، اور اس طرح کل سولہ ناخن کاٹے، تو ان تینوں صورتوں میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر ناخن کے بدلہ میں ایک صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوگا، لیکن اگر سب ناخنوں کا صدقہ مل کر دَم کی قیمت کے برابر ہو جائے، تو کچھ کم کر دینا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر9...... احرام کی حالت میں سر، بدن یا کپڑوں میں پائی جانے والی جوں مارنے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ شافعیہ کے نزدیک، اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق جُوں کے مارنے میں کوئی فدیہ واجب نہیں، کیونکہ یہ موذی جانور ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی موذی جانوروں مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ کو حِل اور حرم میں مارنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس حکم میں ہر موذی جانور داخل ہے، اور جُوں بھی موذی جانور ہے۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک بطورِ خاص سر اور ڈاڑھی کی جُوں کو مارنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اس پر کوئی چیز اگرچہ واجب تو نہیں، لیکن تھوڑا بہت صدقہ کر دینا مستحب ہے، اگرچہ ایک لقمہ کے برابر مالیت کی چیز ہی کیوں نہ ہو۔

جبکہ امام احمد سے مروی ایک روایت کے مطابق جُوں کو مارنا ناجائز ہے، مگر اس میں کوئی کفارہ وفدیہ واجب نہیں، کیونکہ اس کی نہ تو کوئی قیمت ہے، اور نہ یہ شکار میں داخل ہے۔

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک اگر کسی نے ایک ناخن ویسے ہی کاٹا، کوئی تکلیف دور کرنے کے لئے نہیں کاٹا، اور نہ ہی اس کے ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے کاٹا، تو اس پر ایک مٹھی کھانے (گندم وغیرہ) کا صدقہ واجب ہوگا، اور اگر تکلیف یا میل کچیل دور کرنے کے لئے کاٹا، تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، اور اگر اس نے اُس ناخن کے ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے کاٹا، تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اور اگر اس نے دو ناخن ایک مجلس میں کاٹے، تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، اگرچہ اس نے تکلیف دور کرنے کے قصد سے کاٹے ہوں، اور اگر اس نے یکے بعد دیگرے ناخن کاٹے، تو اگر دونوں ناخن فوراً کاٹے، تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، ورنہ ہر ناخن کے عوض میں ایک مٹھی کھانے (گندم وغیرہ) کا صدقہ واجب ہوگا۔

اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک جُوں کے مارنے میں صدقہ واجب ہوتا ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک جُوں مارنے کے نتیجہ میں صدقہ واجب ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے ایک، دو یا تین جُوؤں کو مارا، تو جتنا چاہے صدقہ کر دے، اگر چہ ایک مٹھی یا ایک کھجور کی مالیت کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اور اگر تین سے زیادہ جوؤوں کو مارا، تو اس پر ایک فطرانہ کے برابر صدقہ واجب ہے۔

پھر حنفیہ کے نزدیک جو حکم جُوں کو مارنے کا ہے، وہی حکم جُوں کو کپڑے یا بدن سے الگ کرنے کا، یا جُوں مارنے کے لئے کپڑے کو دھوپ میں ڈالنے یا کسی کو جُوں مارنے پر دلالت کرنے کا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۰...... احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا منع ہے، البتہ بعض موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... جن صورتوں میں کفارہ، دَم کی صورت میں مقرر ہے، ان صورتوں میں قربانی کے وہی جانور اور ان کی وہی شرائط ہیں، جو عام ذی الحجہ کی قربانی کے جانوروں میں مقرر ہیں۔

اور جہاں قربانی کے جانور کی صورت میں دَم مقرر و متعین ہے، وہاں اس کے عوض میں صدقہ کرنا جائز نہیں، بخلاف فدیہ کے کہ اس میں دَم اختیاری ہوتا ہے، اور فدیہ کے حکم میں دَم کے بجائے تین روزے رکھنا یا چھ مسکینوں کو صدقہ دینا بھی جائز ہوتا ہے، یعنی ہر مسکین کو ایک صدقۂ فطر یا اس کی مالیت کے برابر صدقہ کرنا۔

پھر جو کفارہ دَم کی صورت میں مقرر ہے، جس کو دمِ جنایت بھی کہا جاتا ہے، اس کو حرم کی حدود میں ذبح کرنا ضروری ہے۔

اور اس دَم کا منیٰ کے اندر ذبح کرنا افضل ہے۔ [2]

اور جمہور فقہائے کرام (حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک کفارہ یا دمِ جنایت والے ذبح شدہ

---

[1] البتہ جو جُوں پہلے سے جسم یا کپڑے کے علاوہ زمین وغیرہ پر ہو، تو اس کو مارنے پر کوئی صدقہ وغیرہ واجب نہیں۔

[2] البتہ دمِ احصار، غیر حنفیہ کے نزدیک حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

جانور کے گوشت کا خود کھانا جائز نہیں، بلکہ اس کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ [1]

اور جن صورتوں میں کفارہ صدقہ کی شکل میں مقرر ہے، ان میں صدقہ کے لئے وہی چیزیں مقرر ہیں، جو صدقۂ فطر کے لئے مقرر ہیں، جن میں ان چیزوں کی قیمت کی ادائیگی بھی جائز ہے، اور اس صدقہ کے مستحق بھی اس طرح کے مساکین ہیں، جو زکاۃ وغیرہ کے لئے مقرر ہیں، البتہ بعض صورتوں میں صدقہ کی مقدار صدقۂ فطر کی مقدار سے کم ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس صدقہ کا حرم کی حدود میں ادا کرنا ضروری نہیں، بلکہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں غرباء ومساکین کو صدقہ کرنا جائز ہے۔

البتہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اس صدقہ کے مستحق خاص حرم کے مساکین ہیں۔

اور جن صورتوں میں کفارہ روزوں کی شکل میں مقرر ہے، ان میں روزہ صحیح ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں، جو عام روزہ کے صحیح ہونے کی شرائط ہیں، مثلاً روزہ کی نیت کرنا، اور نیت کی تعیین کرنا کہ وہ فلاں کفارہ کے روزے رکھتا ہے، وغیرہ۔

اور ان روزوں کو رکھنے کے لئے کسی جگہ مثلاً حرم کی حدود وغیرہ کی شرط نہیں، اور نہ کسی مخصوص زمانہ میں رکھنے کی شرط ہے۔ [2]

وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُهٗ اَتَمُّ وَاَحۡكَمُ.

---

[1] البتہ مالکیہ کے نزدیک ہر قسم کے کفارہ یا دمِ جنایت کا گوشت خود کھانا اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق شکار کے بدلہ والے جانور کے علاوہ ہر قسم کے کفارہ یا دمِ جنایت کا گوشت کھانا جائز ہے۔

[2] البتہ جو روزے حجِ تمتع یا حجِ قِران کی قربانی پر قادر نہ ہونے کی صورت میں مقرر ہیں، ان کے مخصوص احکام ہیں، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب "مناسکِ حج کے فضائل واحکام" میں ذکر کر دی ہے۔ محمد رضوان۔

(فصل نمبر۱۰)

طواف کے احکام

عمرہ کا ایک فرض اور رکن بیتُ اللہ کا طواف کرنا ہے، اس لئے اب عمرہ کے طواف کے متعلق احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱...... عمرہ میں بیتُ اللہ کا طواف کرنا رکن ہے، اس لئے احرام کے بعد عمرہ کا دوسرا بڑا فریضہ طواف کرنا ہے، اور اس کو طوافِ عمرہ کہا جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲...... عمرہ کے طواف کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس طواف سے پہلے پہلے عمرہ کا احرام باندھا جاچکا ہو۔ [2]

مسئلہ نمبر۳...... طواف کے لغت میں معنیٰ کسی چیز کے اردگرد چکر لگانے کے آتے ہیں، اور شریعت کی خاص زبان میں طواف کے معنیٰ بیتُ اللہ کے اردگرد چکر لگانے کے آتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۴...... طواف صحیح ہونے کے لئے دل میں طواف کی نیت کا ہونا ضروری ہے، اور زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔

اور حنفیہ سمیت بعض فقہائے کرام کے نزدیک عمرہ کے طواف کی ادائیگی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خاص عمرہ کے طواف کی نیت سے طواف کیا جائے، بلکہ اتنی نیت کافی ہے کہ وہ بیتُ

---

[1] الركن الثانى :الطواف:
الطواف بالكعبة المعظمة ركن فى العمرة، وفرضه سبعة أشواط عند الجمهور، وقال الحنفية :الأربعة فرض، والثلاثة الباقية واجبة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰،ص ۳۲۱، مادة ”عمرة“)

[2] ويشترط فى هذا الطواف :سبق الإحرام بالعمرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰،ص ۳۲۱، مادة ”عمرة“)

اللہ کا طواف کرتا ہے۔ [1]

لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ طواف کے لئے زبان سے الفاظ کہنا ضروری نہیں، لہٰذا بعض لوگ جو طواف شروع کرتے وقت زبان سے طواف کی نیت کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور زبان سے لمبے چوڑے الفاظ ادا کرتے ہیں، اور اس میں کافی وقت لگ جاتا ہے اور ہجوم کے وقت پیچھے سے آنے اور طواف شروع کرنے والے حضرات کو دشواری اور تکلیف ہوتی ہے، یہ طریقہ درست نہیں۔

اولاً تو دوسروں کو بے جا تکلیف دینا منع ہے، دوسرے طواف کی نیت دل سے کر لینا کافی ہے اور زبان سے نیت کرنا بھی اگرچہ جائز ہے، لیکن ضروری نہیں، مگر لمبے چوڑے الفاظ ادا کرنے کی کوئی حقیقت نہیں، لہٰذا اس طرزِ عمل سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کسی پر طواف سے پہلے بیہوشی طاری ہوگئی، تو اس کے ساتھیوں کو اس بے ہوش شخص کو اُٹھا کر یا سواری پر بٹھا کر طواف کرانا جائز ہے، اور دوسرے کو اُٹھانے یا سواری پر لے کر چلنے والے لوگ اگر خود بھی ساتھ چلتے ہوئے اپنے طواف کی نیت کریں، تو ان کا طواف بھی درست ہو جاتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص بیہوش تو نہیں ہے، لیکن سویا ہوا ہے، اور مریض ہے، تو اگر اس نے کسی کو یا اپنے ساتھیوں کو پہلے سے اس کی اجازت دے رکھی ہے کہ اگر وہ مریض یا بیمار ہو جائے تو اس کو اُٹھا کر طواف کرا دیا جائے، تو اس کو اُٹھا کر یا سوار کرا کے طواف کرانا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۶...... طواف کو نماز کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، اس لئے طواف کے لئے بہت سی ایسی چیزیں ضروری ہیں، جو نماز کے لئے ضروری ہیں۔

---

[1] البتہ حنابلہ کے نزدیک طواف صحیح ہونے کے لئے اس کی نیت میں تعیین ہونا ضروری ہے کہ وہ کون سا طواف کرتا ہے۔

نية الطواف :أصل النية لا تعيينها شرط عند الحنفية، وليست بشرط عند المالكية، والنية مع التعيين شرط عند الشافعية إن استقل الطواف عن نسک يشمله، والنية المعينة شرط عند الحنابلة (الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحیلی، ج۳ص ۲۲۱۹، الباب الخامس، الفصل الاول، المطلب الثانی)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک طواف میں مندرجہ ذیل چیزیں واجب ہیں۔

ایک پاکی کی حالت میں طواف کرنا یعنی جنابت سے پاک ہونے اور باوضو ہونے کی حالت میں طواف کرنا۔ [1]

دوسرے طواف کے دوران ستر کا چھپانا۔

تیسرے ایک قول کے مطابق حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرنا، مگر حنفیہ کی ظاہرُ الروایہ اس کے سنت ہونے کی ہے۔

چوتھے طواف کرنے والے کا بیتُ اللہ کی دائیں طرف سے طواف کرنا (یعنی بیتُ اللہ کو اپنی بائیں طرف رکھنا)

پانچویں حطیم کے باہر والے حصہ سے طواف کرنا، یعنی حطیم والے حصہ کو طواف میں شامل کرنا۔

چھٹے جو شخص پیدل چل کر طواف کرنے پر قادر ہو، تو اسے پیدل طواف کرنا۔

ساتویں ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان میں سے ہر چیز کی خلاف ورزی پر دَم واجب ہوتا ہے، سوائے حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرنے اور طواف کے بعد کی دو رکعتوں کے کہ ان دونوں کی خلاف ورزی پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم واجب نہیں ہوتا۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مندرجہ بالا ابتدائی پانچ چیزیں طواف کے فرائض وارکان میں داخل ہیں، جن کی تلافی دَم سے نہیں ہوسکتی، بلکہ بہر حال ان کی صحیح ادائیگی ہی ضروری ہے۔

اور اس کے مابعد والی دونوں چیزیں طواف کی سنتوں میں داخل ہیں۔

البتہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ اگر واجب کی خلاف ورزی کے بعد اس طواف کا اعادہ کرلیا

---

[1] البتہ بعض حنفیہ کے نزدیک جسم اور لباس کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا سنتِ مؤکدہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

جائے، اور اعادہ کرتے وقت اس واجب کی خلاف ورزی سے بچا جائے، تو اس واجب کی تلافی ہوجاتی ہے، اور دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۷...... حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے طواف کے سات چکروں میں سے اکثر چکر رکن یعنی فرض ہیں، اور باقی یعنی تین یا اس سے کم چکر واجب ہیں، جن کو بالکلیہ ترک کرنے کی تلافی دَم یعنی قربانی کے چھوٹے جانور کے ذبح کرنے سے ہوجاتی ہے۔ [۱]

جبکہ دیگر جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے علامہ ابنِ ہمام کے نزدیک طوافِ عمرہ کے ساتوں چکر رکن ہیں، جن میں سے کسی ایک چکر کے ترک کرنے کی تلافی بھی دَم سے نہیں ہوتی، بلکہ اس چکر کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۸...... طواف صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ طواف بیتُ اللہ کے باہر مسجدِ حرام کی حدود میں کیا جائے، خواہ بیتُ اللہ کے قریب رہ کر یا اُس سے دُور رہ کر۔

لہٰذا اگر مسجدِ حرام کی حدود غیر معمولی وسیع کردی جائیں تو اس کی حدود میں رہتے ہوئے طواف کرنا جائز ہوگا، مالم یبلغ الحل۔

مسئلہ نمبر ۹...... طواف مسجدِ حرام کی چھت پر کرنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... طواف صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ کعبہ کے بیرونی حصہ میں یعنی کعبہ

---

[۱] اور حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے طواف کے چار چکروں کے بعد والا ہر چکر مستقل واجب ہے، لہٰذا آخری تین چکروں میں سے ایک چکر ترک کرنے سے بھی دم ہی لازم ہوتا ہے، صدقہ لازم نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اس چکر کو بعد میں لوٹا لے تو دم ساقط ہوجاتا ہے۔

(قوله :لأنه لو طاف أقله محدثا إلخ) ذكر مثله في السراج لكنه مخالف لما في الفتح عن المحيط ونصه لو طاف للعمرة جنبا أو محدثا فعليه شاة، ولو ترک من طواف العمرة شوطا فعليه دم؛ لأنه لا مدخل للصدقة في العمرة .اهـ.(منحة الخالق على البحر الرائق، ج۳ص ۲۴، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج)

ولو طاف للعمرة كله أو أكثره أو أقله ولو شوطا جنبا أو حائضا أو نفساء أو محدثا فعليه شاة لا فرق فيه بين الكثير والقليل والجنب والمحدث لأنه لا مدخل في طواف العمرة للبدنة ولا للصدقة، بخلاف طواف الزيارة، وكذا لو ترک منه أي من طواف العمرة أقله ولو شوطا فعليه دم وإن أعاده سقط عنه الدم اهـ (ردالمحتار، ج۲ص ۵۵۲، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج)

کے اردگرد طواف کے مطلوبہ چکر پورے کیے جائیں۔

اور طواف میں یہ بھی ضروری ہے کہ بیتُ اللہ کے فرش کے ساتھ بیتُ اللہ یا کعبہ کی چہار دیواری کے ساتھ اُبھری ہوئی بنیادوں اور حطیم کے باہر سے طواف کیا جائے، یعنی حطیم کو بھی طواف میں شامل کیا جائے، کیونکہ حطیم بیتُ اللہ کا حصہ ہے۔ [1]

بعض لوگ طواف کرتے وقت حطیم کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کی دیوار کے اوپر والے حصے پر ہاتھ رکھے ہوئے گزرتے ہیں، جو مناسب طریقہ نہیں، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق فرض ہے۔

اور حنفیہ کی ظاہر الروایہ کے مطابق طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا سنت ہے، اور بعض مشائخِ حنفیہ نے واجب ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے۔ [2]

پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک طواف شروع کرتے وقت پورے بدن کو حجرِ اسود کے سامنے اور اس کے بالمقابل کرنا ضروری ہے۔

لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طواف کے آغاز کا حکم پورا کرنے کے لئے پورے بدن کا

---

[1] البتہ حنفیہ کے نزدیک حطیم کے باہر سے طواف کرنا طواف کے واجبات میں سے ہے، جیسا کہ پیچھے گزرا، اور اسی وجہ سے اگر کسی نے حطیم کے اندر سے طواف کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس طواف کا اعادہ واجب ہوتا۔

[2] وأشار بقوله مما يلى الباب أن الافتتاح من الحجر الأسود واجب؛ لأنه -عليه السلام -لم يتركه قط، وقيل شرط حتى لو افتتح من غيره لا يجزئه؛ لأن الأمر بالطواف فى الآية مجمل فى حق الابتداء فالتحق فعله -عليه السلام -بيانا له كذا فى فتح القدير هنا وفى باب الجنايات ذكر أن ظاهر الروايات أنه سنة، وذكر فى المحيط أنه سنة عند عامة المشايخ حتى لو افتتح من غير الحجر جاز ويكره، وذكر محمد فى الرقيات أنه لم يجز ذلك القدر وعليه الإعادة، وإليه أشار فى الأصل فقد جعل البداية منه فرضا اهـ .والأوجه الوجوب للمواظبة والافتراض بعيد عن الأصول للزوم الزيادة على القطعى بخبر الواحد، ولعل صاحب المحيط أراد بالسنة السنة المؤكدة التى بمعنى الواجب، وتكون الكراهة تحريمية(البحر الرائق، ج۲ص ۳۵۲،۳۵۳، كتاب الحج، باب الاحرام)

اور مالکیہ کے اس سلسلہ میں اقوال مختلف ہیں۔

حجرِ اسود کے سامنے اور بالمقابل ہونا ضروری نہیں، بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ حجرِ اسود کے کسی قدر سامنے کھڑا ہوجائے، جس سے حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرنے کا مقصود حاصل ہوجاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۲...... حجرِ اسود سے کچھ پہلے رُکنِ یمانی کی طرف سے طواف کی ابتداء کرنا، یعنی طواف شروع کرنے کی دل میں نیت کرتے وقت بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرکے اس طرح کھڑا ہونا سنت ہے کہ حجرِ اسود، کھڑے ہونے والے کے دائیں طرف کے کندھے کے سامنے ہو، تاکہ حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء کرنے کے حکم پر پوری طرح عمل ہوجائے۔

اور بیتُ اللہ کی طرف رُخ کیے ہوئے ہونے کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں کو نماز شروع کرنے کی طرح کانوں تک اُٹھانا اور زبان سے ذکر کرنا اور تکبیر وتہلیل مثلاً بسم اللہ، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہنا سنت ومستحب ہے۔

جس کے بعد ہاتھ چھوڑ دے، اور تھوڑا سا دائیں طرف یعنی حجرِ اسود کے بالکل سامنے ہوکر حجرِ اسود کا استلام کرتے ہوئے تکبیر کہنا سنت ہے، اور تکبیر میں اللہ اکبر کہنا بھی کافی ہے، لیکن بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا افضل ہے۔

اور اگر لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھ لے، تو وہ اور زیادہ بہتر ہے۔

اور طواف کی ابتداء میں حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنا سنت ومستحب ہے، اور پہلی دفعہ کے بعد ہر چکر میں حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنا مستحب ہے۔

بعض لوگ حجرِ اسود سے آگے نکل کر طواف کی نیت کرتے ہیں اور اس کے بعد طواف شروع کرتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اسی طرح بعض لوگ طواف کی نیت کرتے وقت حجرِ اسود کے سامنے آنے اور تکبیر کہنے سے پہلے ہی ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں، حالانکہ حجرِ اسود کے سامنے آنے اور تکبیر کہنے سے پہلے

ہاتھ اٹھانا درست طریقہ نہیں ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ حجرِ اسود کے سامنے آنے کے بعد تکبیر کہنے کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جائیں۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... طواف شروع کرتے وقت اور ہر چکر میں حجرِ اسود کے سامنے آنے پر حجرِ اسود کا استلام کرنا، اور اس کو بوسہ دینا سنت ومستحب ہے، جس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور استلام کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھ دے، اور اپنے منہ کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھ کر حجرِ اسود کو بوسہ دے۔

لیکن اگر ہجوم اور رَش کی وجہ سے حجرِ اسود کو بوسہ دینے میں مشکل ہو یا حجرِ اسود کو خوشبو لگی ہوئی ہو (اور طواف کرنے والا احرام کی حالت میں ہو، جیسا کہ عمرہ کرنے والا ہوتا ہے) تو اس کو ترک کردے، اور دُور سے ہی اپنی دونوں ہتھیلیوں کو حجرِ اسود کی طرف کرکے تہلیل وتکبیر (یعنی لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر) کہتے ہوئے دونوں ہتھیلیوں کو اپنے ہونٹوں سے چوم لے۔

کیونکہ احرام کی حالت میں خوشبو سے بچنے کا حکم ہوتا ہے، نیز کسی کو سنت عمل کی خاطر ایذاء پہنچانا ناجائز وگناہ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۴...... طواف کے دوران رُکنِ یمانی کو دونوں ہاتھوں سے چھونا اور اس وقت بیتُ اللہ کی طرف رخ کرنا بھی سنت ومستحب ہے، جس کے نہ کرنے پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور رُکنِ یمانی بیتُ اللہ کا وہ کونہ ہے، جو طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود والے کونے سے پہلے آتا ہے۔

اور رُکنِ یمانی کو دونوں ہاتھوں یا صرف دائیں ہاتھ سے چھونے پر اکتفاء کرلینا کافی ہے، اس کو بوسہ دینا یا چھوکر ہاتھوں کو چومنا یا اُس کی طرف دُور سے اشارہ کرنا یا اور کوئی عمل کرنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت نہیں۔

---

[1] طواف کے دوران حجرِ اسود کو خوشبو لگے ہونے کی وجہ سے بوسہ دینے کی ممانعت اس وقت ہے، جبکہ وہ طواف احرام کی حالت میں کررہا ہو، اور اگر بغیر احرام کے ہو، مثلاً احرام کے بغیر نفلی طواف وغیرہ، تو پھر یہ ممانعت نہیں۔

لہٰذا اگر رُکنِ یمانی کو دونوں ہاتھوں سے چھونا ممکن ہو، تو دونوں ہاتھوں سے چھونا، اور یہ مشکل ہو، تو صرف داہنے ہاتھ سے چھونا چاہئے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک رکنِ یمانی کو بوسہ دینا سنت ہے۔

اور حجرِ اسود اور رُکنِ یمانی کے علاوہ بیت اللہ کے کسی اور کونے کا استلام کرنا یا اس کو چھونا سنت نہیں۔ [1]

اور اگر رُکنِ یمانی پر خوشبو لگی ہوئی ہو، اور طواف کرنے والا احرام کی حالت میں ہو، تو رُکنِ یمانی کو چھونے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

ملحوظ رہے کہ بیت اللہ کے چار کونے ہیں، ایک کونہ کا نام رکن یمانی ہے، جس کا ذکر ابھی گزرا، اور دوسرے کا نام رکنِ اسود ہے (جس کے کونے پر حجرِ اسود ہے) جس کا حکم پہلے گزرا، اور تیسرے و چوتھے کونوں کے نام رکنِ عراقی اور رکنِ شامی ہیں، جن سے طواف کے دوران کوئی شرعی حکم متعلق نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... بعض لوگ طواف کے دوران حجر اسود کا استلام کرتے وقت حجر اسود کے سامنے آنے سے پہلے اور حجر اسود سے گزر جانے کے بعد بیت اللہ کی طرف پیر ہوتے ہوئے اسی حال میں دائیں طرف کو آگے بڑھتے رہتے ہیں، جس سے طواف کا کچھ حصہ ضائع ہو جاتا ہے، لہٰذا استلام کرتے ہی فوراً پیروں کا رخ فوجیوں کی طرح اپنی دائیں طرف تبدیل کر کے پھر آگے بڑھنا چاہئے۔

بعض لوگ حجر اسود کے سامنے دیر تک کھڑے ہو کر تین تین مرتبہ ہاتھ کے اشارے سے استلام کرتے ہیں، جس سے طواف کرنے والوں کو رکاوٹ پیدا اور دوسروں کو تکلیف ہوتی

---

[1] اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رُکنِ یمانی کو بوسہ دینا مسنون ہے، جبکہ شافعیہ کے نزدیک رُکنِ یمانی کا استلام کرتے یعنی اس کو چھوتے وقت اس کو بوسہ دینا اور اگر اس کو چھونے سے عاجز ہو، تو اس کی طرف اشارہ کرنا، اور مالکیہ کے نزدیک استلام کے بعد اپنے ہاتھ کو چومے بغیر صرف اپنے منہ پر رکھ دینا مستحب ہے۔
حضرت مجاہد، سعید بن جبیر اور حضرت عطاء سے رکنِ یمانی کے استلام کے وقت اپنے ہاتھوں کو بوسہ دینا مروی ہے۔
اس لئے اگر کوئی طواف کے دوران اس پر عمل کرے، تو باعثِ ملامت اور قابلِ نکیر بات نہیں۔

ہے، خاص کر جب کہ ہجوم بھی زیادہ ہو، اس طرزِ عمل سے بھی بچنا چاہئے۔

بعض لوگ حجرِ اسود کا استلام کرنے کے بعد پیچھے کو ہٹتے ہیں جس سے بسا اوقات خود بھی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچاتے ہیں، لہٰذا استلام کے بعد پیچھے کو نہ ہٹنا چاہئے، بلکہ اسی جگہ سے طواف کے لئے آگے بڑھنا چاہئے۔

اور بعض لوگ حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے سخت دھکم دھکا کرتے ہیں، بلکہ ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، جس میں بعض اوقات خواتین بھی شامل ہوتی ہیں، اور اس سے اپنے آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی، جو کہ سخت گناہ کی بات ہے، اور خواتین کی طرف سے اس طرح کی حرکت اور زیادہ بُری ہے، جبکہ خواتین بے پردہ بھی ہوں، اور اُن کا جسم اجنبی لوگوں کے ساتھ ٹکرائے، اور اس طرح دھکم پیل میں طواف میں خرابی پیدا ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے، نیز مسجد حرام اور بیت اللہ کے احترام کے بھی خلاف ہے کہ وہاں اس طرح کی حرکات میں بیتُ اللہ کی بے حرمتی لازم آتی ہے، اس لئے زور آزمائی ہرگز نہ کی جائے اگر موقع ہو تو بوسہ دے لیں ورنہ ہجوم کے وقت دُور کھڑے ہو کر صرف اشارہ سے استلام کر لیں، کیونکہ حجر اسود کو بوسہ دینا صرف سنت ہے، ایک سنت عمل کی خاطر اتنے سارے گناہوں اور خرابیوں میں مبتلا ہونا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر ۱۶...... طواف، بیتُ اللہ کی دائیں طرف اس طرح کرنا کہ بیتُ اللہ کو اپنی بائیں طرف کر لے، بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک فرض ہے، جس کی خلاف ورزی کرنے پر طواف باطل اور کالعدم شمار ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی بیتُ اللہ کو اپنے دائیں طرف کر کے طواف کرے، تو وہ طواف کالعدم و نا قابلِ اعتبار ہوتا ہے، اور اس طواف کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اس طرح طواف کرنا فرض تو نہیں، البتہ واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر طواف کا اعادہ یعنی طواف کو لوٹانا واجب ہے اور لوٹانے کے بعد دَم واجب نہیں رہتا، اور اگر کسی نے اس طرح طواف کر کے اس طواف کو لوٹایا نہیں، اور اپنے گھر واپس چلا گیا، تو

پھر حنفیہ کے نزدیک اس پر دَم ادا کرنا واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۷...... طواف کرتے وقت حجرِ اسود اور رُکنِ یمانی کے استلام کے علاوہ، بیت اللہ کی طرف رخ یا پُشت کرنا منع ہے، کیونکہ طواف کا عمل بیت اللہ کو اپنے بائیں جانب رکھ کر چکر لگانے کا نام ہے، اور بیت اللہ کی طرف رُخ یا پُشت کرنا طواف کے اس مفہوم کے خلاف ہے، بہت سے لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے اور طواف میں جہاں چاہتے ہیں، بیت اللہ کی طرف رخ یا پُشت کر دیتے ہیں، اگر کوئی طواف کے دوران بیت اللہ کی طرف رُخ یا پُشت کرنے کی حالت میں طواف کا کچھ حصہ ادا کرلے، تو اس میں حنفیہ کے نزدیک واجب کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، لہٰذا طواف کے دوران اس طرح کی حرکات سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... جسم اور لباس کے پاک ہونے، جنابت سے پاک ہونے اور باوضو ہونے کی حالت میں طواف کرنا اکثر فقہائے کرام کے نزدیک فرض ہے، جس کے بغیر طواف درست نہیں ہوتا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ چیزیں واجب ہیں، لہٰذا جس طواف میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا، تو جب تک اس طواف کا اعادہ کرنا اور لوٹانا ممکن ہو، تو اس وقت تک اس کا لوٹانا واجب ہے، ورنہ اس کا جرمانہ واجب ہوتا ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے دوران لباس اور جسم کا نجاستِ حقیقیہ (یعنی ظاہری ناپاکی) سے پاک ہونا سنتِ مؤکدہ ہے، جس کی خلاف ورزی پر جرمانہ واجب نہیں۔ [2]

---

[1] اور حنفیہ کے نزدیک یہ دَم جس طرح عمرہ کا پورا یا اکثر طواف الٹا کرنے کی صورت میں واجب ہوتا ہے، اسی طرح اس کا اقل حصہ یعنی تین یا تین سے کم چکر بھی الٹا کرنے کی صورت میں دَم واجب ہوتا ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے آخری تین چکروں میں سے ہر چکر واجب ہے۔ لہٰذا اس کو سیدھا کرنا بھی اسی طرح واجب ہوگا۔ لانہ اذا ثبت الشیئ ثبت بلوازمہ۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے تمام چکر رکن ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک اگر ایک چکر بھی الٹا کیا، تو جب تک اس کو لوٹائے گا نہیں، طواف ادا نہیں ہوگا۔

[2] حنفیہ کے نزدیک طواف میں نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا سنتِ مؤکدہ ہے، جس کی خلاف ورزی مکروہ ہے، اور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۹...... بے وضو اور جنابت میں اور اسی طرح عورت کو حیض یا نفاس کی حالت میں طواف کرنا جائز نہیں۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ناپاکی کی حالت میں کیا ہوا طواف صحیح نہیں ہوتا۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک بے وضو اور جنابت کی حالت میں اور اسی طرح حیض یا نفاس کی حالت میں طواف کرنا صحیح تو ہوجاتا ہے، مگر مکروہ تحریمی ہوتا ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے لئے پاکی واجب ہے۔

اگر کوئی مرد یا عورت بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں یا کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں عمرہ کا پورا طواف یا طواف کے اکثر یا کم، یہاں تک کہ ایک چکر بھی کرلے، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر قربانی کے چھوٹے جانور (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی شکل میں ایک دَم واجب ہوتا ہے، لیکن اگر اس طواف یا جو چکر بھی ناپاکی کی حالت میں کیا، اس کا پاکی کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نجاست کو اٹھانے یا ساتھ رکھنے والا ایسا ہے جیسا کہ نجس لباس پہننے والا، لہٰذا اگر طواف کے دوران کوئی ناپاک جوتے ہاتھ یا تھیلے میں لے کر یا اسی طرح کسی بچہ کو گود میں اٹھا کر، جس پر نجاست لگی ہوئی ہو (خواہ پیمپر کے اندر ہو) طواف کرے، تو ایسا کرنا مکروہ ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک طواف ادا ہوجائے گا، اور کوئی جرمانہ واجب نہیں ہوگا۔

یعتبر حامل النجاسة کلابسها، وکذا حمل الطفل أو جلوسه فی حضن المصلی إذا کان معه نجاسة، یبطل الصلاة إذا کان الطفل لا یستمسک وحده(فقه العبادات علی المذهب الحنفی للحاجة نجاح حلبی، ج ۱ ص ۷۷، کتاب الصلاة، الباب الثالث، الفصل الاول)

ثم إنما یعتبر المانع مضافا إلیه فلو جلس الصبی المتنجس الثوب والبدن فی حجر المصلی وهو یستمسک أو الحمام المتنجس علی رأسه جازت صلاته؛ لأنه هو الذی یستعمله فلم یکن حامل النجاسة بخلاف ما لو حمل من لا یستمسک حیث یصیر مضافا إلیه فلا تجوز هذا(البحر الرائق، ج ۱ ص ۲۴۰، کتاب الطهارة، باب الانجاس)

وفی البدائع إنه سنة فلو طاف وعلی ثوبه نجاسة أکثر من الدرهم لا یلزمه شیء بل یکره لإدخال النجاسة المسجد(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۴۶۹، کتاب الحج)

المنع من الطواف مع الثوب النجس لیس لأجل الطواف بل لأجل المسجد، وهو صیانته عن إدخال النجاسة فیه، وصیانته عن تلویثه فلا یوجب ذلک نقصانا فی الطواف فلا حاجة إلی الجبر(ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۲۹، کتاب الحج، فصل طواف الزیارة)

حالت میں اعادہ کرلیا جائے، تو پھر وہ دَم ساقط ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] پھر جب تک ناپاکی کی حالت میں طواف کرنے والا (مرد یا عورت) میقات سے باہر نہ گیا ہو، تو طواف کا اعادہ کرنے کی غرض سے واپس آنے کے لئے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں، اور اگر میقات سے باہر چلا گیا ہو، تو پھر یہ طریقہ ہے کہ وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے، اور پہلے عمرہ کا طواف کرے اس کے بعد اس طواف یا اس کے چھوٹے ہوئے چکر کا اعادہ کرے، البتہ بعض صورتوں میں افضل وغیر افضل طریقہ کا اختلاف ہے۔

اور جو شخص شرعی اعتبار سے معذور کے زمرے میں آتا ہو، تو اسے ایک نماز کے وقت میں تازہ وضو کرکے اس وضو سے جس طریقہ سے نماز پڑھنا جائز ہے، اسی طریقہ سے اس نماز کے وقت میں طواف کرنا بھی جائز ہے۔

ثم قوله فی الحج احتراز عن العمرة حیث لا تجب البدنة بالجماع قبل أداء رکنها من طواف العمرة ولا أداء طوافها بالجنابة أو الحیض أو النفاس اهـ (ردالمحتار، ج۲ص۵۱۶، کتاب الحج، باب الهدی)

لا فرق بین الحدثین فی طواف العمرة کما فی المحیط وغیره والقیاس أنه لا یکتفی بالشاة فیما إذا طاف لعمرته جنبا؛ لأن حکم الجنابة أغلظ من الحدث کما فی طواف الزیارة لکن اکتفی بها استحسانا؛ لأن طواف الزیارة فوق طواف العمرة (البحرالرائق، ج۳ص۲۴، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج)

(قوله: لأنه لو طاف أقله محدثا إلخ) ذکر مثله فی السراج لکنه مخالف لما فی الفتح عن المحیط ونصه لو طاف للعمرة جنبا أو محدثا فعلیه شاة، ولو ترک من طواف العمرة شوطا فعلیه دم؛ لأنه لا مدخل للصدقة فی العمرة. اهـ. وفی اللباب، ولو طاف للعمرة کله أو أکثره أو أقله لو شوطا جنبا أو حائضا أو نفساء أو محدثا فعلیه شاة لا فرق فیه بین الکثیر والقلیل والجنب والمحدث؛ لأنه لا مدخل فی طواف العمرة للبدنة، ولا للصدقة بخلاف طواف الزیارة، وکذا لو ترک منه أی من طواف العمرة أقله، ولو شوطا فعلیه دم، وإن أعاده سقط عنه الدم اهـ (منحة الخالق علی البحرالرائق، ج۳ص۲۴، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج)

وفی الفتح: لو طاف للعمرة جنبا أو محدثا فعلیه دم، وکذا لو ترک من طوافها شوطا لأنه لا مدخل للصدقة فی العمرة (الدرالمختار)

(قوله وفی الفتح إلخ) عزاه إلی المحیط، ونقله فی الشرنبلالیة، ومثله فی اللباب حیث قال: ولو طاف للعمرة کله أو أکثره أو أقله ولو شوطا جنبا أو حائضا أو نفساء أو محدثا فعلیه شاة لا فرق فیه بین الکثیر والقلیل والجنب والمحدث لأنه لا مدخل فی طواف العمرة للبدنة ولا للصدقة، بخلاف طواف الزیارة، وکذا لو ترک منه أی من طواف العمرة أقله ولو شوطا فعلیه دم وإن أعاده سقط عنه الدم اهـ لکن فی البحر عن الظهیریة: لو طاف أقله محدثا وجب علیه لکل شوط نصف صاع من حنطة إلا إذا بلغت قیمته دما فینقص منه ما شاء اهـ ومثله فی السراج. والظاهر أنه قول آخر فافهم، وأما ما سیأتی من قول المصنف وکل ما علی المفرد به دم بسبب جنایته علی إحرامه فعلی القارن دمان وکذا الصدقة. وذکر الشارح هناک أن المتمتع کالقارن، فلا یرد علی ما هنا وإن کانت جنایة المتمتع علی إحرام الحج وإحرام العمرة لأن المراد هناک الجنایة بفعل شیء من محظورات الإحرام، بخلاف ترک شیء من الواجبات کما سیأتی فی کلام الشارح، وهنا الجنایة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۰...... اگر کسی عورت کو طواف کے دوران حیض شروع ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ طواف چھوڑ کر مسجدِ حرام کی حدود سے باہر نکل جائے، پھر حیض سے پاک ہونے کے بعد باقی ماندہ طواف کے چکروں کو پورا کرے، یا اس پورے طواف کا دوبارہ اعادہ کرلے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کا طواف کے دوران وضو ٹوٹ جائے، تو اسے چاہئے کہ وہ اسی جگہ طواف کو چھوڑ کر چلا جائے، اور وضو کر کے باقی ماندہ طواف کو اسی چھوٹے ہوئے حصہ سے پورا کرے، جہاں سے چھوٹ گیا تھا (خواہ اس جگہ کے مقابلہ میں بیت اللہ سے قریب ہو کر یا دور ہو کر) یا اس پورے طواف کا دوبارہ اعادہ کرلے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۱...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے دوران ستر کا چھپانا فرض ہے، اور ان کے نزدیک اس کے بغیر طواف درست نہیں ہوتا، لہٰذا اگر کوئی ستر کھلا ہونے کی حالت میں طواف کرے تو اس کا طواف درست نہیں ہوتا، اور طواف کے دوران ستر کُھل جائے، تو طواف فاسد ہو جاتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک طواف میں ستر کا چھپانا فرض تو نہیں، البتہ واجب ہے، اور حنفیہ کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بترک واجب الطهارة فلا ينافي وجوب الصدقة فى العمرة بفعل المحظور، ولهذا لم يعمم فى اللباب، بل قال لا مدخل فى طواف العمرة للصدقة وإن أطلق الشارح العبارة تبعا للفتح فتنبه(ردالمحتار، ج٢ص ٥٥١، ٥٥٢، كتاب الحج، باب الجنايات فى الحج)

جئنا إلى طواف العمرة، فنقول :إذا طاف للعمرة محدثا أو جنبا، فما دام بمكة يعيد الطواف ركن فى العمرة كطواف الزيارة فى الحج، فإن رجع إلى أهله ولم يعد، ففى المحدث يلزمه البدنة، وفى الاستحسان يكفيه؛ لأنه لا مدخل للبدنة فى العمرة إلا أن المعتمر لو جامع قبل الفراغ من العمرة لا يلزمه بدنه، بخلاف الحاج إذا جامع(المحيط البرهانى، ج٢ص ٤٦٤، كتاب الحج، الفصل الثامن)

[1] جبکہ مالکیہ کی مشہور روایت کے مطابق مندرجہ بالا صورت میں اس کو دوبارہ طواف کرنا چاہئے، کیونکہ اُن کے نزدیک طواف کے چکروں میں موالات یعنی پے درپے کرنا شرط ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک اگر عمداً وضو توڑا ہو، تو ازسرِنو طواف کرے، اور اگر خود سے وضو ٹوٹ گیا، تو ایک روایت کے مطابق وضو کے بعد دوبارہ ازسرِنو طواف کرے، اور ایک روایت کے مطابق وہیں سے آگے باقی ماندہ طواف کو پورا کرے۔

ملحوظ رہے کہ اگر کسی عورت کے عمرہ کے احرام میں طواف کرنے کے بعد حیض آیا، تو اس کو حیض کی حالت میں سعی کرنا جائز ہے، جیسا کہ آگے سعی کے بیان میں آتا ہے۔

نزدیک طواف میں ستر کھلنے کا حکم نماز میں ستر کھلنے کی طرح ہے کہ ستر والے اعضاء میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ کھلا ہوا ہونے کی حالت میں طواف کرنا جائز نہیں، البتہ اگر عضو کے چوتھائی حصہ سے کم کھلا ہو، تو دَم لازم نہیں آتا۔

اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ عضوِ ستر کھلا ہونے کی حالت میں عمرہ کا طواف کیا، تو اس طواف کو ستر والے عضو کو چھپا ہوا ہونے کی حالت میں لوٹانا واجب ہے، اگر اعادہ نہیں کرے گا تو دم لازم آئے گا۔

اور اگر نفلی طواف میں ایسا کیا جائے، تو اعادہ نہ کرنے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۲...... اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہوجائے، تو اگر یہ شک طواف سے فارغ ہونے کے بعد ہوا ہو، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں ''قیاساً علی عدد رکعات الصلاۃ'' [2]

---

[1] (وستر العورة) فيه وبكشف ربع العضو فأكثر كما في الصلاة يجب الدم(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲ ص ۴۶۹، كتاب الحج)

من طاف طواف الركن وهو كاشف العورة بما يفسد الصلاة فعليه شاة .أما من طاف وعلى ثوبه أو بدنه نجاسة أكبر من قدر الدرهم فلا شيء عليه لكن يكره.

وإذا أعاد المكلف الطواف الناقص، في جميع الحالات المذكورة، على وجه مشروع سقط عنه الدم لأن جنايته صارت متداركة(فقه العبادات على المذهب الحنفي للحاجة نجاح حلبي، ج ۱ ص ۲۰۲، كتاب الحج، الباب السابع)

قال محمد :ومن طاف تطوعا على شيء من هذه الوجوه فأحب إلينا إن كان بمكة أن يعيد الطواف، وإن كان قد رجع إلى أهله فعليه صدقة سوى الذى طاف، وعلى ثوبه نجاسة؛ لأن التطوع يصير واجبا بالشروع فيه إلا أنه دون الواجب ابتداء بإيجاب الله تعالى فكان النقص فيه أقل فيجبر بالصدقة(بدائع الصنائع، ج۲ ص ۱۳۰ ، كتاب الحج،فصل شرط وواجبات طواف الزيارة)

[2] وإن شك في ذلك بعد فراغه من الطواف، لم يلتفت إليه، كما لو شك في عدد الركعات بعد فراغ الصلاة (المغني لابن قدامة، ج۳، ص ۳۴۴، فصل إذا شك في الطهارة وهو في الطواف)

إذا شك بعد الفراغ من الصلاة أو غيرها من العبادات في ترك ركن منها، فإنه لا يلتفت إلى الشك، وإن كان الأصل عدم الإتيان به وعدم براءة الذمة، لكن الظاهر من فعل المكلفين للعبادات :أن تقع على وجه الكمال، فيرجح هذا الظاهر على الأصل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۲، ص ۱۹۵، مادة "تعارض")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر طواف کے دوران شک ہوا، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یقینی یعنی کم والی مقدار کو لے لیا جائے گا، اور اس کی بنیاد پر باقی چکر پورے کیے جائیں گے، مثلاً اگر طواف کے چار یا تین چکر ہونے میں شک ہوا ہو، تو تین چکروں کا اعتبار کرکے باقی ماندہ چار چکر پورے کیے جائیں گے، خواہ طواف کسی بھی قسم کا ہو، ان حضرات کے نزدیک سب طوافوں کا ایک ہی حکم ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اگر فرض یا واجب طواف ہو، جیسا کہ طوافِ زیارت اور عمرہ کا طواف یا طوافِ وداع تو طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہونے کی صورت میں اس طواف کو لوٹا لینے کا حکم ہے، بغیر اس تفصیل کے کہ شک طواف کے دوران پیدا ہوا ہو، یا طواف سے فارغ ہونے کے بعد پیدا ہوا ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۳...... طواف کو اگر پیدل چل کر ادا کرنے پر قدرت ہو، تو پیدل چل کر ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، لہٰذا اگر پیدل چل کر طواف کرنے کی قدرت ہونے کے باوجود کوئی شخص کسی کی پُشت یا سواری مثلاً ویل چیئر پر سوار ہو کر طواف کرے، تو اس پر دَم واجب ہوگا، اِلَّا یہ کہ اس کا بعد میں پیدل چل کر اعادہ کرلے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کا پیدل کرنا سنت ہے، فرض

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما إذا وقع الشك بعد الفراغ من الصلاة بأن شك بعد السلام فی ذوات المثنى أنه صلى واحدة أو شك فی ذوات الأربع بعد السلام أنه صلى ثلاثاً أو أربعاً، أو فی ذوات الثلاث شك بعد الصلاة أنه صلى ثلاثاً أو ثنتين، فهذا عندنا على أنه أتم الصلاة حملاً لأمره على الصلاح، وهو الخروج عن الصلاة فی أولته ولو شك بعد ما فرغ من التشهد فی القعدة الأخيرة على نحو ما بينا، فكذلك الجواب عمل على أنه أتم صلاته هكذا روى عن محمد رحمه الله (المحيط البرهانی، ج ۱، ص ۵۲۴، وص ۵۲۵، كتاب الصلاة، الفصل الثامن عشر فی مسائل الشك)

منها فلو شك بعد الفراغ منها أنه صلى ثلاثا أو أربعا لا شیء عليه ويجعل كأنه صلى أربعا حملا لأمره على الصلاح كذا فی المحيط والمراد بالفراغ منها الفراغ من أركانها سواء كان قبل السلام أو بعده كذا فی الخلاصة (البحر الرائق، ج ۲، ص ۱۱۷، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

[1] اور حنفیہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو کثرت سے شک وشبہ پیش آتا ہو، تو اس کو تحری کرکے غلبۂ ظن پر عمل کرنے کا حکم ہے، اور اگر غلبۂ ظن حاصل نہ ہو تو کم متیقن تعداد پر بناء کرلینے کا حکم ہے۔

یا واجب نہیں، لہٰذا اس کی خلاف ورزی پر اُن کے نزدیک دَم وغیرہ واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۴...... طواف کے چکروں کا پے در پے اور لگا تار کرنا حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک سنت ہے، لہٰذا ضرورت کی وجہ سے درمیان میں وقفہ کرنا جائز ہے، اور بلا ضرورت وقفہ کرنے میں بھی کوئی کفارہ وغیرہ واجب نہیں، اگرچہ مکروہ ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک طواف کے چکروں کا جب کوئی معقول عذر نہ ہو، تو پے در پے اور لگا تار کرنا فرض ہے، لہٰذا اگر طواف کے دوران وضو ٹوٹ جائے، تو وضو کر کے، اور اگر نماز کھڑی ہو جائے تو نماز پڑھ کر، اور اگر تھکن ہو جائے، تو تھکن دُور کر کے طواف کے باقی چکر پورے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵...... احرام پہنے ہوئے جس طواف کے بعد سعی کرنی ہو (جیسا کہ عمرہ کا طواف تو) اُس طواف میں مرد کو اضطباع کرنا سنت ہوتا ہے، مگر اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور اضطباع کا مطلب یہ ہے کہ اپنے احرام کی اوپر والی چادر کا دایاں حصہ داہنے کندھے کے نیچے سے نکال کر اور دائیں کندھے کو اوپر سے ننگا کر کے بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے، اور چادر کے بائیں طرف کے کنارے کو بھی اسی کندھے کے اوپر ڈال لے، تاکہ رَمَل کرنے میں آسانی رہے۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ اضطباع کے سنت ہونے کا حکم صرف مرد حضرات کے لئے ہے، خواتین کے لئے نہیں ہے، کیونکہ خواتین کے لئے احرام کی مخصوص چادروں کا حکم ہی نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۶...... احرام پہنے ہوئے جس طواف کے بعد سعی کرنی ہو جیسا کہ عمرہ کا طواف، تو اُس طواف کے پہلے تین چکروں کے اندر مرد کو رَمَل کرنا بھی سنت ہے، مگر اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور رَمَل کا مطلب یہ ہے کہ قدم قریب قریب رکھ کر اور کاندھوں کو جھٹکا دے کر چلنا۔

اور تین چکروں کے بعد باقی چار چکروں میں عام رفتار کے ساتھ چلنا سنت ہے۔

لہٰذا اگر پہلے تین یا ان میں سے بعض چکروں میں رَمَل کرنا یاد نہ رہے، تو بعد کے چار چکروں میں رمل کرنا سنت نہیں ہوگا۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ رَمَل کے سنت ہونے کا حکم صرف مرد حضرات کے لئے ہے، خواتین کے لئے نہیں ہے۔ [1]

بعض لوگ طواف کے پورے چکروں میں رمل کرتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اسی طرح بعض لوگ رمل کرتے وقت بہت تیز دوڑتے یا کودتے پھاندتے ہیں، جو درست نہیں، رَمل کے مسنون طریقہ پر عمل کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۷......طواف کرنے والا اگر مرد ہو، اور اُسے بیتُ اللہ کے قریب ہوکر طواف کرنا بسہولت ممکن ہو، تو اس کے لئے طواف کا بیتُ اللہ کے قریب ہوکر کرنا سنت و مستحب ہے، البتہ خواتین کو مرد حضرات سے الگ اور بیتُ اللہ سے دور ہوکر طواف کرنا سنت ومستحب ہے۔

اور اگر ہجوم اور رش کی وجہ سے مرد کو بیتُ اللہ کے قریب رہ کر رمل کرنا مشکل ہو، یا بیتُ اللہ کے قریب میں سخت ہجوم اور رش ہو، یا بیتُ اللہ کے قریب میں عورتوں سے ٹکراؤ پیدا ہوتا ہو، تو ان صورتوں میں مرد کو بھی طواف ہجوم اور رش سے دور ہوکر کرنا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۸......طواف کے دوران نظروں کی ہر اُس چیز سے حفاظت کرنا سنت و مستحب ہے، جس سے یکسوئی اور خشوع میں خلل آتا ہو، بطورِ خاص بدنظری سے نظروں کی حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۹......طواف کے دوران جو ذکر و دعاء کی جائے، اس کو آہستہ آواز میں کرنا سنت ومستحب ہے، تاکہ دوسروں کو خلل واقع نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے، جو آہستہ ذکر کو بھی سنتا ہے۔

---

[1] اور حنابلہ کے نزدیک اہلِ مکہ کے حق میں اور جو مکہ سے احرام باندھے، اُس کے حق میں رَمَل سنت نہیں۔

مسئلہ نمبر۳۰...... طواف کے دوران کوئی مخصوص دعاء پڑھنا ضروری نہیں ہے، البتہ بعض دعاؤں کا پڑھنا سنت یا مستحب ہے۔

مثلاً طواف شروع کرتے وقت

بِسۡمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكۡبَرُ

پڑھنا اور رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِي الۡآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

پڑھنا سنت و مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳۱...... طواف کے دوران آہستہ آواز میں قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی تلاوت کرنا بھی جائز، بلکہ بعض حضرات کے نزدیک افضل ہے، بشرطیکہ اس کو اپنے درجہ سے نہ بڑھایا جائے، اور اس میں کسی قسم کا غلو نہ کیا جائے۔

مسئلہ نمبر۳۲...... آج کل بہت سے لوگ طواف کرتے ہوئے مختلف قسم کی دعائیں پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور بلند آواز سے پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جس میں بہت سی خواتین بھی مبتلا ہیں اور بعض لوگ تو اجتماعی انداز میں دعائیں پڑھنے کا التزام کرتے ہیں، ایک کو اپنا مقتدا اور گویا کہ امام بنا لیتے ہیں جو ان کو مختلف دعائیں کہلواتا ہے اور دوسرے پھر اس سے کلمات کو سُن کر ساتھ ساتھ دہراتے ہیں۔

حالانکہ شریعت نے طواف کی حالت میں کوئی خاص دعاء مقرر نہیں کی کہ جس کا پڑھنا لازم اور

---

[1] اس کے علاوہ بعض اہلِ علم حضرات نے طواف کے دوران اور بھی کئی دعاؤں کا ذکر کیا ہے، لیکن چونکہ عجمی عوام تو درکنار اہلِ علم اور عربی دان حضرات کو بھی ان دعاؤں کا یاد کرنا اور ان کو اپنے موقع پر پڑھنا مشکل ہوتا ہے، اور عوام اس سلسلہ میں عام طور پر تشویش کا شکار رہتے ہیں، اس لئے ان دعاؤں پر ضرورت سے زیادہ زور دینے کے بجائے طواف کے متعلق اہم مسائل کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، جن سے کہ عوام الناس غفلت اختیار کرتے ہیں۔

اور طواف کے دوران مشہور اکثر دعاؤں کا مستند و معتبر سندوں سے ثبوت نہیں ملتا، جو سند کی تحقیق کے بغیر روایت در روایت چلی آرہی ہیں، اس لئے ان کو سنت سمجھنے سے پرہیز کرنا چاہئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

ضروری ہو اور اس کے بغیر طواف نہ ہوتا ہو یا ادھورا رہتا ہو، اسی وجہ سے اگر طواف کے دوران کچھ بھی نہ پڑھا جائے بلکہ خاموشی کے ساتھ خشوع وخضوع کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورا کرلیا جائے تو طواف صحیح ہو جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کا گناہ بھی نہیں ہوتا، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ خاموش رہنے کے بجائے ذکر واذکار اور دعاء میں مشغول ہونا بہتر وافضل ہے، لیکن اس میں بھی کوئی خاص دعاء مقرر نہیں جس دعاء اور ذکر میں دل لگے اور جس دعاء کی اپنے لئے ضرورت محسوس کریں، عربی یا اپنی زبان میں خشوع وخضوع اور اخلاص کے ساتھ آہستہ آہستہ آواز میں کرلیں، مگر اس طرح اجتماعی یا بلند آواز میں پڑھنا جس سے دوسروں کو تکلیف ہو جائز نہیں، اور خواتین کا بآوازِ بلند پڑھنا اور بھی زیادہ بُرا ہے، جو لوگ اجتماعی طور پر جتھوں کی شکل میں دعائیں پڑھتے ہیں، اس میں اور بھی خرابیاں ہیں، مثلاً بعض اوقات ہجوم ہوتا ہے اور دوسروں کو ساتھ رکھنے کی وجہ سے رُکنا پڑتا ہے، یا بیتُ اللہ کی طرف سینہ یا پشت ہو جاتی ہے، جو طواف کے دوران منع ہے، پس جب کہ طواف کے دوران کسی خاص دُعاء کا پڑھنا ضروری ولازم نہیں تھا، اس کی خاطر اتنی ساری خرابیوں میں مبتلاء ہونا کونسی عقل مندی اور فائدہ کی بات ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

مسئلہ نمبر ۳۳...... ہر قسم کے طواف سے فارغ ہونے کے بعد بعض فقہائے کرام کے نزدیک ملتزم پر آ کر دعاء کرنا مستحب ہے۔

البتہ بعض فقہائے کرام ملتزم پر آنے کے مستحب ہونے کو طوافِ وداع یا طوافِ قدوم کے ساتھ خاص کرتے ہیں، دوسرے طوافوں میں اس کو مستحب قرار نہیں دیتے۔

اور ملتزم بیتُ اللہ کی اُس دیوار کے حصہ کا نام ہے، جو حجرِ اسود اور کعبہ کے دروازہ کے درمیان واقع ہے۔

پھر بعض فقہائے کرام کے نزدیک تو طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت پڑھنے کے بعد ملتزم پر آ کر دعا کرنا مستحب ہے، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت

پڑھنے سے پہلے ملتزم پر آنا مستحب ہے، اور چونکہ اس آخری صورت پر عمل کرنے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اس لئے اس پر عمل کرنا بھی بلاشبہ جائز ہے۔

اگر ملتزم پر رَش اور ہجوم ہو، تو اس کی خاطر دوسروں کو ایذاء وتکلیف پہنچانا منع ہے، ایسی صورت میں یا تو کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوکر دعاء کرلیں، اور یہ بھی مشکل ہو، تو اس کو ترک کردیں، کیونکہ یہ صرف مستحب درجہ کا عمل ہے، نیز اگر احرام کی حالت میں ہوں (جیسا کہ عمرہ والا طواف کیا ہو) اور ملتزم پر خوشبو لگی ہوئی ہو، تو اپنے جسم کو اس سے الگ رکھیں۔

مسئلہ نمبر ۳۴...... طواف کے دوران بعض کام جائز اور مباح ہیں۔

مثلاً ضرورت کے وقت جائز بات چیت کرنا جائز ہے، البتہ بلاضرورت بات چیت کرنا مکروہ ہے۔

اور طواف کرتے ہوئے کسی دوسرے ایسے شخص کو سلام کرنا بھی جائز ہے، جو ذکر وعبادت میں مشغول نہ ہو۔

اور طواف کے دوران کوئی مسئلہ معلوم کرنا، یا کسی دوسرے کو مسئلہ بتانا بھی جائز ہے۔

اور بوقتِ ضرورت طواف کے چکروں میں وقفہ ڈالنا بھی جائز ہے، مثلاً نماز کھڑی ہوجائے، یا تھکن ہوجائے، یا درمیان میں وضو ٹوٹ جائے، الا عندالمالکیۃ، کمامر۔

اور ضرورت کے وقت طواف کے دوران پانی یا مشروب پینا بھی جائز ہے۔

اور اگر جوتے پاک ہوں، تو ان کو طواف کے دوران پہننا بھی جائز ہے، مگر احرام کی حالت میں مرد کو ٹخنوں تک کے حصہ کو جوتے اور موزے وغیرہ سے چھپانا منع ہے۔

اور طواف کے دوران بالکل خاموش رہنا اور کوئی ذکر وغیرہ نہ کرنا، یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵...... طواف کے دوران بعض کام ناجائز اور گناہ ہیں۔

مثلاً طواف کا کوئی فرض یا واجب چھوڑ دینا گناہ اور ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۶...... طواف کے دوران بعض کام مکروہ ہیں۔

مثلاً طواف کے دوران بلند آواز سے ذکر کرنا، جس سے دوسروں کو تشویش لاحق ہو، یہ مکروہ ہے۔

اور طواف کے دوران بغیر ضرورت کے بات چیت کرنا مکروہ ہے۔

اور طواف کی کسی سنت کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

اور عام نفلی طواف کرنے کے بعد دو رکعت پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دینا مکروہ ہے، البتہ اگر مکروہ وقت کی وجہ سے یہ دو رکعتیں نہ پڑھی جائیں، تو حنفیہ کے نزدیک دوسرا طواف کرنا مکروہ نہیں۔

اور پیشاب پاخانہ یا بھوک کے شدید تقاضہ کے وقت طواف کرنا مکروہ ہے۔

اور طواف کے دوران کوئی چیز کھانا بھی مکروہ ہے۔

اور طواف کے دوران منہ پر ہاتھ رکھنا بھی مکروہ ہے، مگر یہ کہ جمائی وغیرہ روکنے کے لئے ہو۔

اور طواف کے دوران انگلیوں کا چٹخانا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷...... عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں طواف کرنا جائز نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور حنفیہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین رات اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس رات ہے، اور تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ آنے والا خون حیض کے بجائے استحاضہ یعنی بیماری والا خون ہے، جس میں غسل یا وضو کے بعد طواف کرنا گناہ نہیں۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت ایک رات اور ایک دن، اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن اور پندرہ رات ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت کی کوئی تحدید نہیں، اور زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں تفصیل ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۸...... حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک عورت کے (دو حیضوں کے درمیان) پاکی کا زمانہ کم از کم پندرہ دنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک عورت کے (دو حیضوں کے درمیان) پاکی کا زمانہ کم از کم تیرہ دنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹...... نفاس یعنی بچہ کی پیدائش کے بعد آنے والے خون کے کم از کم زمانہ کی کوئی مدت مقرر نہیں، بلکہ وہ بہت تھوڑے وقت کے لئے بھی آ کر بند ہو سکتا ہے، اور عورت پاک شمار ہو سکتی ہے۔

جہاں تک نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تعلق ہے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، لہٰذا بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون چالیس دن سے متجاوز ہو جائے، یعنی اس مدت سے آگے بڑھ جائے، تو وہ نفاس کا خون شمار نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴۰...... اگر کسی عورت نے مانع حیض دوا استعمال کر لی، جس کے بعد اس کو حیض نہیں آیا، جبکہ وہ وقت اس کے حیض کے زمانہ کا تھا، تب بھی اس پر اس زمانہ میں پاکی کا حکم لگایا جائے گا، اور اس کو اس زمانہ میں طواف کرنا جائز ہوگا۔

وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُهٗ اَتَمُّ وَاَحۡكَمُ.

---

[1] اور بعض حضرات کے نزدیک نفاس کا زیادہ سے زیادہ زمانہ ساٹھ دنوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

عام نفلی طواف کے احکام

حج اور عمرہ کے علاوہ بھی بعض طواف کئے جاتے ہیں، جن میں سے ایک طواف تحیَّۃُ المسجد الحرام والا طواف کہلاتا ہے، جس کا مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کے لئے مسجدِ حرام کے احترام میں کرنے کا حکم ہے، اور ایک طواف تطوُّع یا نفلی کہلاتا ہے، جس سے مراد عام نفلی طواف ہے۔

اور اگر کسی نے طواف کی نذر ومنت مانی ہوئی ہو، تو اس طواف کا کرنا واجب ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱...... نفلی طواف، کسی بھی وقت اور کسی بھی دن کیا جاسکتا ہے، جس کے لئے نہ تو احرام کی ضرورت ہوتی ہے، اور نہ احرام والی پابندیوں کو نبھانا ضروری ہوتا ہے، بلکہ جس وقت دل چاہے، باوضو ہوکر بیتُ اللہ کا طواف کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... نفلی طواف میں بھی ایک طواف کے سات چکر ہوتے ہیں، اور سات چکر سے کم کا طواف نہیں ہوتا۔

اگر نفلی طواف شروع کرنے کے بعد پورا یا اس کے اکثر چکر ترک کردیئے، تو دَم واجب ہوتا

---

[1] رابعا :طواف العمرة :وهو ركن فيها، وأول وقته بعد الإحرام بالعمرة، ولا آخر له وينظر التفصيل فی مصطلح :(عمرة)
خامسا :طواف النذر:وهو واجب، ولا يختص بوقت إذا لم يعين الناذر فی نذره للطواف وقتا . والتفصيل فی مصطلح :(نذر)
سادسا :طواف تحية المسجد الحرام:وهو مستحب لكل من دخل المسجد الحرام، إلا إذا كان عليه طواف آخر، فيقوم مقامه، كالمعتمر، فإنه يطوف طواف فرض العمرة، ويندرج فيه طواف تحية المسجد، كما ارتفع به طواف القدوم، وهو أقوى من طواف تحية المسجد، وذلک لأن تحية هذا المسجد الشريف هی الطواف إلا إذا كان مانع فحينئذ يصلی تحية المسجد.
سابعا :طواف التطوع :ومنه طواف تحية المسجد الحرام، وزمنه -كما سبق -عند الدخول، أما طواف التطوع غير طواف التحية، فلا يختص بزمان دون زمان، ويجوز فی أوقات كراهة الصلاة عند جمهور الفقهاء .ولا ينبغی له أن يتطوع ويكون عليه غيره من سائر الفروض.
ويصح من كل مسلم عاقل مميز -ولو من الصغار -إذا كان طاهرا .ويلزم بالشروع فيه وكذا فی طواف القدوم والتحية، أی بمجرد النية عند الحنفية ، على الخلاف فی مسألة لزوم إتمام النافلة بالشروع فيها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹، ص۱۲۳، ماده طواف)

ہے، اور اگر اکثر چکر ادا کر لئے، اور کم چکر چھوڑ دیئے، تو حنفیہ کے نزدیک ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے،، لیکن اگر بعد میں یہ چکر پورے کر لئے، تو دَم وصدقہ جو بھی واجب ہوا ہو، وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... نفلی طواف مکمل یا اس کے اکثر (یعنی کم از کم چار) چکر اگر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کر لئے جائیں، تو حنفیہ کے نزدیک دَم واجب ہوتا ہے، اور اقل (یعنی تین یا اس سے کم) چکر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کئے جائیں، تو ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ ہوتا ہے۔

اور نفلی طواف اگر مکمل یا اکثر یا اقل (یعنی جتنے بھی) چکر بے وضو کئے جائیں، تو ان میں ہر چکر کے عوض صدقۂ فطر کے برابر صدقہ واجب ہوتا ہے، لیکن اگر بعد میں اس طواف کا پاکی کی حالت میں اعادہ کر لیا جائے، تو وہ دَم وصدقہ جو بھی واجب ہوا ہو، وہ ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴...... عام نفلی طواف کے بعد سعی کرنے اور بال کٹانے یا منڈانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۵...... حج وعمرہ کرنے کے علاوہ اپنے رشتہ دار یا کسی دوسرے مسلمان کو ایصالِ ثواب کرنے کی غرض سے عام اور نفلی طواف کرنا بھی عظیم فضائل حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

اس طرح کے عام نفلی طواف میں یہ بھی سہولت ہے کہ اس کے بعد سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس عام اور نفلی طواف میں احرام اور اس کی پابندیاں لازم نہیں ہوتیں، اور اضطباع وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اور طواف کرنے کے بعد سر کے بال منڈانے یا کٹانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اور طواف کے دوران خوشبو وغیرہ سے بچنے کی پابندی بھی لازم نہیں ہوتی۔

البتہ ہر قسم کا طواف پاکی کی حالت میں کرنا ضروری ہے، نیز ہر ایک طواف کے نتیجہ میں دو رکعت نفل پڑھنے کا بھی حکم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶...... جو شخص مکہ وحرم میں موجود ہو، تو اس کو کثرت سے نفلی عمرے کرنا بھی جائز

ہے، اور عمرہ کے بجائے کثرت سے بیتُ اللہ کا صرف نفلی طواف کرنا بھی جائز ہے، کسی ایک کی بھی ممانعت نہیں۔

لیکن کیا کثرت سے نفلی عمرے کرنا افضل ہے، یا اس کے مقابلہ میں کثرت سے نفلی طواف کرنا افضل ہے؟ تو اس سلسلہ میں سمجھ لینا چاہئے کہ یوں تو دونوں ہی اعمال، عبادت اور اہم فضیلت والے ہیں، لہٰذا جس وقت جس عمل کی بھی توفیق ہو جائے، اسے اختیار کرنا چاہئے، لیکن کیونکہ عمرہ کے لئے احرام اور اس کی پابندیاں ضروری ہیں، اور حرم میں موجود شخص کو عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے حرم کی حدود سے باہر جانا اور طواف کے بعد سعی کرنا، اور اس کے بعد پھر بال منڈانا یا کٹانا بھی ضروری ہے، جبکہ طواف کرنے کے لئے اتنی ساری پابندیاں نہیں ہوتیں، نیز خالی طواف کرنا تو عبادت ہے، لیکن طواف کئے بغیر فقط سعی کرنا عبادت نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ سعی کا عمل، طواف کے عمل کے تابع ہے، اور طواف کا درجہ سعی سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے جتنی دیر ایک عمرہ کرنے میں خرچ ہوگی، اتنی دیر میں ایک سے زیادہ طواف کرنا ایک عمرہ کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اور ایک طواف کے مقابلہ میں ایک عمرہ کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... مسجدِ حرام میں بارش ہونے کے دوران بعض لوگ میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہونے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، مگر شرعاً اس کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں، اسی طرح بعض لوگ بیتُ اللہ کی دیوار، حجرِ اسود، رکنِ یمانی وغیرہ سے ویسے ہی تسبیح اور رومال وغیرہ کو چھونے کا بہت اہتمام کرتے ہیں، اور اس کی خاص فضیلت اور برکت کا عقیدہ رکھتے ہیں، شرعی اعتبار سے اس کی فضیلت بھی ثابت نہیں، اگرچہ بعض چیزیں فی نفسہٖ جائز ہوتی ہیں، لیکن ان کے متعلق خاص عقیدہ اختیار کر لینے کی وجہ سے ممنوع ہو جاتی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۸...... اگر حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت اس کے اردگرد چاندی کے حلقہ پر ہاتھ لگ جائے، تو اس میں کوئی گناہ معلوم نہیں ہوتا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری دوسری کتاب ’’حج کا طریقہ‘‘)

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر ۱۱)

سعی کے احکام

عمرہ میں طواف کے بعد سعی کی جاتی ہے، اس لئے اب سعی کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... سعی کے لغت میں معنیٰ ''چلنے، اور کوشش کرنے'' وغیرہ کے آتے ہیں، اور عربی میں اس لفظ کا استعمال ''تیز چلنے'' اور ''دوڑنے'' کے معنیٰ میں بھی ہوتا ہے۔

اور شریعت کی خاص زبان میں ''سعی'' کے معنیٰ ''صفا اور مروہ'' کے درمیان چلنے اور چکر لگانے کے آتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲...... حنفیہ کے نزدیک سعی کرنا عمرہ کے رُکن میں تو داخل نہیں، البتہ عمرہ کے واجب میں داخل ہے، جس کے ترک کرنے پر دَم سے تلافی ہوجاتی ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام (شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ) کے نزدیک سعی کرنا عمرہ کے رکن میں داخل ہے، جس کی ادائیگی کے بغیر عمرہ صحیح نہیں ہوتا، اور اس کے ترک کرنے کی تلافی کسی دَم وغیرہ سے نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۳...... سعی درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سعی، طواف کے بعد کی گئی ہو، اور سعی سے پہلے جو طواف کیا گیا ہے، اس کی ادائیگی بھی معتبر ہوچکی ہو۔

جس کے لئے حنفیہ کے نزدیک طواف کے اکثر یعنی کم از کم چار چکروں کی ادائیگی اور دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک تمام چکروں کی ادائیگی ضروری ہے۔ [1]

اسی طرح دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف درست ومعتبر ہونے کے لئے طواف کا پاکی کی

---

[1] کیونکہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے اکثر چکر تو رُکن ہیں، اور باقی واجب ہیں، اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے تمام چکروں کی ادائیگی رکن میں داخل ہے، اس لئے ان کے نزدیک سعی درست ہونے کے لئے طواف کے مکمل یعنی سات چکر ادا کرنا ضروری ہوگا۔

حالت میں کرنا بھی ضروری ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک طواف کے معتبر ہونے کے لئے طواف کا پاکی کی حالت میں کرنا شرط اور ضروری نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... سعی کا باوضو ہوکر اور جنابت ونجاست سے پاک ہوکر کرنا فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت ومستحب ہے۔

لہٰذا اگر کوئی بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں یا ناپاک جسم یا ناپاک لباس میں سعی کرے، تو بھی سعی ادا ہوجاتی ہے۔

اور اسی وجہ سے عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں بھی سعی کرنا درست ہے۔

جبکہ اس حالت میں طواف کرنا درست نہیں، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

ملحوظ رہے کہ عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں مسجدِ حرام کی حدود میں داخل ہونا جائز نہیں۔

اب رہا یہ کہ مسجدِ حرام کی توسیع کے بعد سعی والی جگہ مسجدِ حرام کی حدود میں داخل ہوچکی ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں بہت سے اہلِ علم حضرات کی رائے یہ ہے کہ سعی والی جگہ کو مسجدِ حرام کے

---

[1] ملحوظ رہے کہ حنفیہ کے نزدیک طواف صحیح ہونے کے لئے حدثِ اصغر واکبر سے پاک ہونا شرط نہیں، بلکہ واجب ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک فرض ہے۔

لہٰذا حنفیہ کے نزدیک بے وضو یا جنابت کی حالت میں کیا گیا طواف معتبر ہوجاتا ہے، البتہ اس کا اعادہ کرنے یا کفارہ ادا کرنے کی صورت میں تلافی واجب ہوتی ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بہر حال اس کا اعادہ فرض ہوتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ناپاکی کی حالت میں کیا گیا طواف کالعدم شمار ہوتا ہے، جس کی تفصیل طواف کے بیان میں ذکر کی جاچکی ہے۔

اب مذکورہ اصول کے پیشِ نظر سعی درست ہونے کے لئے دیگر فقہائے کرام کے نزدیک تو طواف کا پاکی کی حالت میں کیا جانا شرط ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک شرط نہیں ہے، اور حنفیہ کے قواعد کے مطابق یہی راجح ہے، اگرچہ بعض مشائخ حنفیہ نے سعی درست ہونے کے لئے اس سے پہلے طواف کے پاکی کی حالت میں ہونے کو شرط قرار دیا ہے، جو کہ حنفیہ کے مذکورہ اصول کے پیشِ نظر مرجوح معلوم ہوتا ہے، چنانچہ صاحبِ بدائع نے سعی کے درست ہونے کے لئے طواف کو جنابت اور حیض ونفاس سے طہارت کے ساتھ کرنے کو شرط قرار دیا ہے، جس کی بعض اُردو کتابوں میں پیروی کی گئی ہے، اور یہ مذکورہ اُصول کے خلاف ہے، اور اسی وجہ سے علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے صاحبِ بدائع کی تردید کرتے ہوئے اس کو بالاتفاق تساہل قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو "مناسکِ حج کے فضائل واحکام"

اندر شامل نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو مسجدِ حرام سے الگ مستقل رکھا گیا ہے، جیسا کہ اس کی شروع سے حیثیت ہے۔

اس لئے اگر کوئی عورت حیض ونفاس کی حالت میں مسجدِ حرام میں داخل ہوئے بغیر بیرونی راستہ سے سعی والی جگہ میں نیچے یا اوپر کی منزل میں آ کر سعی کرے، تو اس میں حرج نہیں۔

مسئلہ نمبر۵...... صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا طواف کے فوراً بعد کرنا فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے۔

لہٰذا اگر کسی وجہ سے طواف کرنے کے بعد فوراً سعی نہ کی جا سکے، مثلاً درمیان میں تھکن یا نماز وغیرہ کے عذر کی وجہ سے کچھ وقفہ کرنا پڑ جائے، تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

مسئلہ نمبر۶...... سعی کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ صفا سے سعی کا آغاز کیا جائے، اگر کسی نے صفا کے بجائے مروہ سے سعی کا آغاز کیا، تو اگرچہ اس کی وجہ سے کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوگا، مگر یہ چکر لغو اور ضائع شمار ہوگا، اور اس کے بعد صفا سے مروہ کی طرف کا چکر سعی کا پہلا چکر کہلائے گا۔

اور اگر اس نے اس چکر کو نہیں لوٹایا، تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے سعی کے چھ چکر ادا کئے، اور فقہائے کرام کے نزدیک جو حکم سعی کا ایک چکر چھوڑنے والے کا ہے، وہی حکم اس کا ہوگا۔ [۱]

مسئلہ نمبر۷...... سعی کے ساتوں چکر حنفیہ کے علاوہ دیگر کئی فقہائے کرام کے نزدیک سعی

---

[۱] مشائخِ حنفیہ کے صفا سے سعی کا آغاز کرنے کے حکم کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول شرط ہونے کا، دوسرا وجوب کا، تیسرا سنیت کا۔

حنفیہ کے اکثر متون وفتاویٰ اور لُباب میں شرط کے قول کو اختیار کیا گیا ہے، اور الاصل کی ظاہر الروایۃ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن شارحِ لُباب نے من حیث الدلیل وجوب کے قول کو اعدل ومختار قرار دیا ہے۔

مگر اس قول کا نہ تو حنفیہ کی ظاہر الروایۃ اور متون وفتاویٰ کے مطابق مختار ہونا ثابت ہوتا، اور نہ دلیل کے اعتبار سے مختار ہونا ثابت ہوتا، کیونکہ قرآن مجید میں صفا کا مروہ سے پہلے ذکر آیا ہے، اور احادیث میں بھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ ترتیب کے مطابق سعی کرنے کا حکم آیا ہے، اور یہ حکم امورِ تعبدیہ میں سے ہے، جو کہ شریعت سے ثابت شدہ حکم کے مطابق عمل کرنے سے ہی عبادت بنتا ہے، بالخصوص جبکہ نہ اس کے لئے پاکی شرط ہے، اور نہ نیت وغیرہ۔

ان حالات میں سعی کے عبادت بننے کے لئے شریعت سے ثابت شدہ طریقہ پر اس کی ادائیگی شرط ہونی چاہئے۔ محمد رضوان۔

کے ارکان میں داخل ہیں، لہٰذا جب تک سعی کے ساتوں چکر مکمل نہ کئے جائیں، تو عمرہ ادا نہیں ہوتا، اور جس طرح سے ان کے نزدیک پوری سعی کی تلافی دَم وغیرہ سے نہیں ہوسکتی، اسی طرح سعی کے کسی حصے کی تلافی بھی دَم وغیرہ سے نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کو بہرحال ادا کرنا ہی ضروری ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک سعی کے چار چکر تو سعی کے ارکان میں داخل ہیں، اور باقی تین چکر واجب ہیں، لیکن کیونکہ حنفیہ کے نزدیک خود سعی کرنا رُکن وفرض نہیں، بلکہ واجب ہے، اس لئے اگر کسی نے سعی کے چار سے کم چکر ادا کئے، تو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا کہ اس نے سعی نہیں کی، اس لئے اس پر دَم واجب ہوگا، مگر یہ کہ وہ یہ چکر بعد میں ادا کرلے، تو دَم ساقط ہوجائے گا، اور اگر کم از کم چار چکر ادا کرلئے اور بقیہ تین یا دو یا ایک چکر کو چھوڑ دیا، تو دَم تو واجب نہیں ہوگا، لیکن چھوٹے ہوئے ہر ایک چکر کے بدلہ میں صدقۂ فطر کی مقدار کی شکل میں فدیہ واجب ہوگا، مگر یہ کہ وہ یہ چھوٹے ہوئے چکر بعد میں ادا کرلے تو پھر یہ فدیہ بھی ساقط ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر۸...... جو شخص پیدل چل کر سعی کرنے پر قادر ہو تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس کو پیدل سعی کرنا واجب ہے، اور بلا عذر سوار ہو کر سعی کرنے کی صورت میں دَم واجب ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک پیدل سعی کرنا سنت ہے، اور بلا عذر اس کی خلاف ورزی میں ان کے نزدیک کوئی گناہ یا دَم وغیرہ واجب نہیں۔

پس اگر کسی نے بغیر عذر کے دوسرے کی پشت یا سواری (وہیل چیئر وغیرہ) پر سوار ہو کر سعی کی، تو سعی تو سب فقہائے کرام کے نزدیک ادا ہوجائے گی، لیکن حنفیہ کے نزدیک اس پر اس سعی کا اعادہ واجب ہوگا، اور اعادہ کرنے سے دَم ساقط ہوجائے گا، اور اعادہ نہ کیا تو دَم

---

[1] وركن السعي سبعة اشواط عندالجمهور واربعة عند الحنفية والباقي واجب عندهم (الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج۳۰ص ۳۲۲، مادة "عمرة")

وإن ترك ثلاثة أشواط فأقل صح سعيه عند الحنفية، وعليه لكل شوط صدقة نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو شعير (الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج۱۷ ص ۷۹، مادة "حج")

واجب ہوگا۔ جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

مگر یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ بلا عذر سوار ہو کر سعی کی ہو، اور اگر کوئی بیماری، کمزوری اور غیر معمولی تھکن، یا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے سوار ہو کر سعی کرے، تو اس میں کسی کے نزدیک بھی کوئی حرج و دَم نہیں۔

مسئلہ نمبر ۹...... سعی اور طواف کے درمیان موالات یعنی طواف کے فوراً بعد سعی کرنا اور سعی کی نیت کرنا، اور سعی کو پاکی کی حالت میں کرنا اور مرد کو میلین اخضرین کے درمیان تیز دوڑنا اور سعی کے تمام چکروں کو پے درپے یعنی لگاتار کرنا، ان میں سے کوئی چیز بھی سعی کے فرائض یا واجبات میں داخل نہیں، بلکہ سنت یا مستحبات میں داخل ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک سعی درست ہونے کے لئے صرف صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا عمل کرنا کافی ہے، دل میں سعی کی نیت کرنا ضروری نہیں، البتہ دل میں نیت کرنا سنت ہے، اور زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بہرحال ضروری نہیں۔

اگر کوئی دل میں سعی کی نیت کئے بغیر (مثلاً کسی کو تلاش کرنے کی غرض سے) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرلے، تو اس کی سعی ادا ہوجاتی ہے، اور اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... سعی نیچے کی منزل کے علاوہ اوپر کی منزلوں میں بھی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہوئے سعی کے تمام چکروں کو پے درپے اور لگاتار کرنا بھی فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت درجہ کا عمل ہے، جو کہ باعثِ ثواب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

لہٰذا اگر کسی عذر سے سعی کے چکر لگاتار نہ کیے جاسکیں، مثلاً درمیان میں تھکن یا نماز وغیرہ کے عذر کی وجہ سے کچھ وقفہ کرنا پڑ جائے، تو کچھ حرج کی بات نہیں۔ [1]

---

[1] البتہ مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق سعی کے چکروں کو لگاتار اور پے درپے کرنا سعی کے صحیح ہونے کی شرط ہے، تاہم اگر خفیف وقفہ ہو، تو ان کے نزدیک بھی حرج نہیں، مگر حنفیہ کے نزدیک طویل وقفہ ہونے کے باوجود سعی کے ادا کئے ہوئے چکر ضائع و لغو شمار نہیں ہوتے۔

بعض اوقات سعی کرنے کے دوران نماز کھڑی ہو جاتی ہے، لیکن اس وقت بھی بہت سے لوگ اس خیال سے سعی جاری رکھتے ہیں کہ اگر درمیان میں نماز پڑھ لی گئی تو سعی ضائع ہو جائے گی اور اس طرح ان لوگوں کی نماز باجماعت چھوٹ جاتی ہے۔

حالانکہ اگر سعی کے دوران نماز کھڑی ہو جائے تو سعی چھوڑ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینی چاہئے، پھر نماز سے فارغ ہو کر جہاں سے سعی چھوڑی تھی وہیں سے باقی سعی پوری کر لیں، ادا کی ہوئی سعی کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر۱۳...... صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہوئے میلین اخضرین (یعنی دو سبز ستونوں) کے درمیان مرد حضرات کو ہر چکر میں دوڑنا بھی فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے، جو کہ باعثِ ثواب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور یہ سنت و مستحب ہونا بھی مرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، خواتین کو اس کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کو حسبِ معمول اپنی عام رفتار کے ساتھ چل کر صفا اور مروہ کے چکر پورے کرنے چاہئیں۔

بعض لوگ میلین اخضرین (یعنی سبز ستونوں) کے درمیان بہت تیز دوڑتے بھاگتے ہیں، جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات خود اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اتنا زیادہ تیز دوڑنا کوئی خیر کا کام نہیں، درمیانی رفتار سے دوڑنا چاہئے۔

اسی طرح بعض لوگ ہجوم اور رش کے وقت بھی ستونوں کے درمیان سنت کے مطابق دوڑنے کا ضروری اہتمام کرتے ہیں، جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے اور کبھی اپنے آپ کو بھی تکلیف پہنچ جاتی ہے، حالانکہ اگر رش اور ہجوم کی وجہ سے ستونوں کے درمیان دوڑنے سے دوسروں کو یا اپنے آپ کو ایذاء پہنچے تو دوڑنا سنت نہیں، جتنے حصہ میں جگہ ملے صرف اتنے حصہ میں دوڑیں ورنہ اپنے آپ کو دوڑانے کی طرح صرف حرکت دیتے چلیں یہی کافی ہے۔

مسئلہ نمبر۱۴...... سعی کے دوران صفا اور مروہ پر پہنچ کر ہر مرتبہ معمولی اوپر چڑھنا اور کعبہ کی

طرف رخ کر کے کھڑا ہونا فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے، جو باعثِ ثواب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔ [۱]

بعض ناواقف لوگ صفا پر بہت اوپر چڑھ جاتے ہیں اور بعض لوگ تو بالکل چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جتنا اوپر چڑھیں گے اتنا ہی ثواب حاصل ہوگا، حالانکہ سعی کے وقت صفا پر صرف اتنا چڑھنا چاہئے کہ کعبہ (یا اس کا کچھ حصہ) نظر آنے لگے، آج کل تھوڑا سا اوپر چڑھنے سے دروازوں کے درمیان سے کعبہ (یا اس کا کچھ حصہ) نظر آنے لگتا ہے، اس سے زیادہ اوپر چڑھنا لغو حرکت ہے۔

اسی طرح مروہ پر بھی زیادہ اوپر نہیں چڑھنا چاہئے، صرف اتنا کافی ہے کہ اگر سامنے تعمیرات نہ ہوتیں تو وہاں سے بیتُ اللہ نظر آنے لگتا (آجکل چونکہ مروہ اور بیت اللہ کے درمیان تعمیر حائل ہے اس لئے وہاں سے بیتُ اللہ نظر نہیں آتا) لہٰذا مروہ پر کھڑے ہوکر دعاء کرتے وقت صرف کعبہ کی طرف رخ کر لینا کافی ہے، کعبہ کا نظر آنا ضروری نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... سعی کے دوران صفا اور مروہ پر چڑھ کر دعاء کرنا بھی فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، بلکہ سنت ومستحب درجہ کا عمل ہے، جو کہ باعثِ ثواب ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... عمرہ کا طواف کرنے کے بعد سعی کرنے کے لئے صفا کی طرف جانے سے پہلے اگر بآسانی میسر ہو، تو حجرِ اسود کا استلام کر لینا سنت ہے، جو کہ طواف شروع کرنے کے وقت سے لے کر اب تک مجموعی طور پر نواں استلام کہلاتا ہے۔

اور اگر استلام کرنا مشکل ہو، تو دور سے ہی اس کی طرف اشارہ سے استلام کر لینا بھی کافی ہے، اور اگر کوئی بالکل بھی یہ استلام نہ کرے، تب بھی کوئی دَم لازم نہیں، مگر بلا عذر اس کو ترک کر دینا مکروہ ہے۔

---

[۱] جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صفا اور مروہ پر چڑھنے کا مستحب ہونا مَرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، خواتین اس میں داخل نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... صفا اور مروہ کی سعی کے دوران مرد حضرات کو اضطباع کرنا (یعنی اپنے احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے گزار کا اوپر ڈالنا) سنت نہیں ہے، البتہ شافعیہ کے نزدیک سنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... صفا اور مروہ پر کسی مخصوص دعاء کا پڑھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ حسبِ منشاء دعاء کی جاسکتی ہے۔

البتہ بعض دعاؤں کا پڑھنا سنت ہے، مثلاً سعی کرنے کے لئے صفا کی طرف چلتے ہوئے اگر بآسانی ممکن ہو تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے کہ:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا.

اور ہر مرتبہ صفا اور مروہ پر پہنچ کر بیت اللہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونے کی حالت میں اگر بآسانی ہوسکے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے کہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ.

لَا إِلٰـهِ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

اور میلین اخضرین کے درمیان یہ دعاء پڑھنا سنت ومستحب ہے کہ:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، وَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ. [1]

مسئلہ نمبر ۱۹...... سعی کے دوران بعض کام جائز اور مباح ہیں، اور وہ کام وہی ہیں، جو طواف کے درمیان بھی جائز ومباح ہیں، بلکہ سعی کے دوران بعض اور چیزیں بھی جائز ومباح ہیں۔

---

[1] اس کے علاوہ بعض اہلِ علم حضرات نے سعی کے دوران اور بھی کئی دعاؤں کا ذکر کیا ہے، لیکن چونکہ عجمی عوام تو درکنار اہلِ علم اور عربی دان حضرات کو بھی ان دعاؤں کا یاد کرنا اور ان کو اپنے موقع پر پڑھنا مشکل ہوتا ہے، اور عوام اس سلسلہ میں عام طور پر تشویش کا شکار رہتے ہیں، اس لئے ان دعاؤں پر ضرورت سے زیادہ زور دینے کے بجائے سعی اور حج وعمرہ کے متعلق اہم مسائل کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، جن سے کہ عوام الناس غفلت اختیار کرتے ہیں۔

مثلاً سعی کے دوران جائز کلام وبات چیت کرنا جائز ومباح ہے۔

اور سعی کے دوران کھانا پینا بھی جائز ومباح ہے۔

اور سعی کے دوران فرض نماز یا نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے جانا جائز ومباح ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۰...... سعی کے دوران بعض کام مکروہ ہیں۔

مثلاً سعی کے دوران خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے۔

اوراسی طرح بغیر عذر کے سعی کو طواف سے غیر معمولی مؤخر کرنا یا بغیر عذر کے سعی کے چکروں میں غیر معمولی فاصلہ کرنا یا اسی طرح سے بلا عذر سعی کی کسی اور سنت کی خلاف ورزی کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱...... سعی کرنے کا مسنون ومستحب طریقہ یہ ہے کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد صفا کی طرف جائے، تاکہ اس سے سعی کو شروع کرے، اور صفا کی طرف جاتے ہوئے حجرِ اسود کا استلام کرے، اور صفا پہاڑی پر اتنا اوپر چڑھ جائے کہ کعبۃُ اللہ نظر آنے لگے، پھر کعبہ کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو، اور ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کا وِرد کرے، اور حسبِ توفیق وحسبِ منشاء دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے۔

پھر آہستہ آواز میں ذکر ودعاء کرتے ہوئے مروہ کی طرف چلنا شروع کرے، اور اگر مرد ہو تو میلین اخضرین یعنی دو سبز ستونوں کے درمیان تیز چلے، اور خاتون ہو تو عام رفتار کے ساتھ چلے۔

اور میلین اخضرین سے گزرنے کے بعد مرد بھی عام رفتار کے ساتھ چل کر مروہ تک پہنچ جائے، اور مروہ پر کھڑے ہو کر بھی بیتُ اللہ کی طرف رُخ کر کے صفا کی تفصیل کے مطابق کھڑے ہو کر دعاء کرے۔

اس طرح یہ ایک چکر مکمل ہوا۔

پھر مروہ سے صفا کی طرف پہلی تفصیل کے مطابق واپس جائے، اور صفا پر جا کر پہلی تفصیل

---

[1] البتہ مالکیہ کے نزدیک چونکہ سعی کے چکروں کو پے درپے کرنا ضروری ہے، اس لئے ان کے نزدیک ایسا کام منع ہے، جو پے درپے ہونے میں مخل ہو، سوائے فرض نماز کے۔

کے مطابق دعاء کرے، اس طرح دوسرا چکر بھی مکمل ہوگیا، اوراسی طرح کرتے کرتے سات چکر مکمل کرلے، ساتویں چکر کا اختتام مروہ پر ہوگا۔ [1]

بعض لوگ صفا اور مروہ پر دعاء کرتے وقت تکبیرِ تحریمہ کی طرح تین مرتبہ تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہیں، یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے، صفا اور مروہ پر دعاء کے لئے تکبیرِ تحریمہ کے بجائے اس طرح ہاتھ اٹھانا چاہئے، جس طرح دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۲۲...... حنفیہ کے نزدیک سعی سے فارغ ہوکر مکروہ وقت نہ ہوتو دو رکعات نفل کا پڑھنا مستحب ہے، لیکون ختم السعی کختم الطواف.

جبکہ بعض فقہاء سعی کے بعدان دو رکعتوں کے مستحب ہونے کے قائل نہیں، لعدم الثبوت.

مسئلہ نمبر۲۳...... بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ حج وعمرہ کی سعی کے علاوہ بھی خوامخواہ صفا ومروہ کی سعی کرتے رہتے ہیں اوراس میں ثواب سمجھتے ہیں۔

یہ طرزِ عمل غلط ہے اوراس میں کوئی ثواب نہیں اور حج وعمرہ کے علاوہ سعی کرنا شرعاً ثابت نہیں، یہ لوگ بلا فائدہ اپنی جان کو تھکاتے ہیں، اس کے بجائے طواف یا دوسری عبادات میں مشغول ہونا چاہئے۔

مسئلہ نمبر۲۴...... بعض لوگ بلاوجہ صفا اور مروہ پر بیٹھ جاتے ہیں یا کھڑے ہوکر منظر دیکھتے رہتے ہیں، جس سے دوسرے لوگوں کو سعی کے لئے اپنے اعمال انجام دینے میں تنگی ہوتی ہے، اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] پھر اگر کوئی سعی کرنے والا عمرہ کی سعی کررہا ہو، تو سعی پر اس کے عمرہ کے اعمال ختم ہوجاتے ہیں، اس کے بعد سر کے بال کٹایا منڈا کر وہ عمرہ کے احرام سے نکل جاتا ہے، خواہ اکیلا عمرہ کررہا ہو یا حج تمتع والا عمرہ۔

(فصل نمبر۱۲)

طواف کے بعد دو رکعتوں اور زمزم کے احکام

ہر طواف کے بعد (خواہ حج یا عمرہ کا طواف ہو یا نفلی) دو رکعتوں کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت کا پڑھنا واجب ہے یا سنت؟

حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سنت ہے۔[1]

تاہم حنفیہ کے نزدیک اگر ان دو رکعتوں کو بالکل نہیں پڑھا، تو اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر۲...... طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کا مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھنا افضل ہے، اگر یہاں موقع نہ ملے، تو مسجدِ حرام میں کسی بھی جگہ پڑھ لیا جائے، اور اگر مسجدِ حرام کے علاوہ کسی اور جگہ بلکہ اپنے وطن میں آ کر پڑھا، تب بھی حکم پورا ہو جاتا ہے۔[2]

مسئلہ نمبر۳...... اگر کوئی عذر نہ ہو، تو طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کو طواف کے فوراً بعد

---

[1] پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر طواف کے بعد فرض یا سنت نماز پڑھ لی جائے، تو اس سے بھی طواف کی یہ دو رکعتیں ادا ہو جاتی ہیں۔

اور مالکیہ کے نزدیک طوافِ زیارت کے بعد یا مشہور قول کے مطابق طوافِ واجب کے بعد دو رکعت واجب ہیں۔

[2] اور حنفیہ کے نزدیک ان دو رکعتوں کو مقامِ ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہو کر یعنی مقامِ ابراہیم کو اپنے سامنے اس طرح کر کے کہ بیت اللہ کی طرف بھی رُخ ہو، پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بشرطیکہ کسی کو ایذاء نہ پہنچے، پھر اس کے بعد اگر کسی کو موقع میسر ہو، تو بیت اللہ کے اندر پڑھنے کا درجہ ہے، پھر میزابِ رحمت کے نیچے حطیم کے اندر پڑھنے کا درجہ ہے، پھر حطیم کے جتنا قریب ہو کر پڑھے اس کا درجہ ہے، پھر مسجدِ حرام میں جس جگہ بھی پڑھ لے اس کا درجہ ہے، پھر حرم کی حدود کا درجہ ہے، پھر اس کے بعد (کسی اور جگہ پڑھنے میں) فضیلت کا درجہ ختم ہو جاتا ہے، اور کراہت واساءت لازم آ جاتی ہے، تاہم ادائیگی پھر بھی معتبر ہو جاتی ہے۔

پڑھنا مناسب ہے، اور بلا عذر غیر معمولی تاخیر کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر تاخیر ہوجائے، تب بھی پڑھنے سے اداء ہوجاتی ہیں۔

اگر کسی خاتون کو طواف کرنے کے بعد حیض آنا شروع ہوجائے، تو وہ طواف کے بعد کی یہ دو رکعتیں نہ پڑھے، بلکہ پاکی حاصل کرنے کے بعد پڑھے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۴...... طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کا حنفیہ کے نزدیک ان اوقات میں پڑھنا مکروہ ہے، جن اوقات میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، یعنی سورج کے طلوع ہونے، غروب ہونے، اور زوال کے بعد، اوراسی طرح عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سے لے کر مغرب تک، اور طلوعِ فجر سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کے اوقات میں، اس لئے حنفیہ کے نزدیک مکروہ وقت گزرنے کا انتظار کرنا چاہئے، اور مکروہ وقت گزرنے کے بعد ان دو رکعتوں کو پڑھنا چاہئے۔ [۲]

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حرم شریف میں طواف کرنے کے بعد یہ دو رکعتیں مکروہ اوقات میں بھی پڑھنا جائز ہے، بلکہ شافعیہ کے نزدیک مکہ میں ان اوقات میں کسی بھی قسم کے نوافل کا پڑھنا مکروہ نہیں۔

مسئلہ نمبر۵...... طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کا طریقہ دوسری عام نفل نمازوں کی طرح ہے، جن میں سورہ فاتحہ کے بعد جونسی سورتوں کی قرائت کرنا چاہیں، جائز ہے، البتہ اگر پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی جائے، تو زیادہ بہتر ہے۔

---

[۱] اگر طواف کے بعد نوافل کا مکروہ وقت ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس مکروہ وقت کے ختم ہونے کی تاخیر میں کوئی کراہت نہیں، اور کیونکہ طواف ان اوقات میں بھی مکروہ نہیں، اس لئے اگر کسی نے فجر یا عصر کے بعد طواف کیا، تو مکروہ وقت کی وجہ سے نوافل چھوڑ کر دوبارہ طواف کرنے اور پھر مکروہ وقت گزرنے کے بعد ان دونوں طوافوں کی نوافل پڑھنے میں حرج نہیں، اور بلا عذر یہ دو رکعت پڑھے بغیر دوسرا طواف کرنے کی صورت میں بھی بوجہ تاخیر کراہت لازم آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲] اور اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک اگر کسی نے عصر کی نماز کے بعد طواف کیا، تو اسے چاہئے کہ غروب کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھے، پہلے مغرب کی نماز اداء کرے، پھر طواف کی دو رکعتیں اداء کرے، پھر مغرب کی دو سنتیں اداء کرے، اور اگر کسی نے مغرب کی سنتیں پہلے پڑھ لیں، اور اس کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھیں، تب بھی ادا ہوجاتی ہیں، بلکہ اگر غروب کے بعد نماز کھڑی ہونے میں کچھ وقت ہو، تو مغرب کی نماز سے پہلے پڑھنے سے بھی اداء ہوجاتی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶...... اگر کسی نے طواف کے بعد دو رکعتوں کے بجائے ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھ لیں، تب بھی جائز ہے، اور اس سے بھی طواف کے بعد کی ان دو رکعتوں کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... طواف کی ان دو رکعتوں کو حرم شریف میں پڑھتے ہوئے نمازی کو اپنے سامنے سُترہ کرنے کی ضرورت نہیں، اگرچہ کوئی سامنے سے گزر ہی کیوں نہ رہا ہو، کیونکہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۸...... طواف کی ان دو رکعتوں کے بعد اپنے اور مومنین کے لئے دعاء کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۹...... طواف کی ان دو رکعتوں کے بعد مقامِ ابراہیم کو چھونا یا اس کو بوسہ وغیرہ دینا شرعاً ثابت نہیں، اس لئے اس قسم کی حرکات سے پرہیز کرنا چاہئے، البتہ اس قسم کی حرکت کئے بغیر مقامِ ابراہیم کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

بعض لوگ مقام ابراہیم کو بوسہ دیتے ہیں یا اس کا استلام کرتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا لغو اور مکروہ حرکت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... مقامِ ابراہیم پر کوئی مخصوص دعاء پڑھنے کے سنت ہونے کا مستند ثبوت نہیں ملتا، اس لئے مقامِ ابراہیم پر کسی دعاء کے پڑھنے کو سنت نہیں سمجھنا چاہئے۔

البتہ ایک روایت میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اُترے، تو آپ نے بیتُ اللہ کا طواف کیا، اور دو رکعتیں پڑھیں، پھر انہوں نے مندرجہ ذیل دعاء پڑھی کہ:

اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَأَعْطِنِیْ سُؤَالِیْ، وَتَعْلَمُ مَا عِنْدِی فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، اَللّٰھُمَّ أَسْأَلُکَ إِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ، وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی أَعْلَمَ أَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ إِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ.

جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اے آدم! آپ نے میرے سے جو دعاء کی ہے، وہ میں نے قبول کرلی ہے، اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے جو بھی مجھ سے یہ دعاء کرے گا تو میں اس کی دعاء قبول کروں گا، اور اس کے گناہ معاف کروں گا، اور اس کے فکر اور غم کو دُور کروں گا، وغیرہ۔

مگر اس حدیث کی مرفوع سند کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے، اس لئے اس کے ثبوت اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف اس دعاء کی نسبت کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ [1]

---

[1] عن سليمان بن مسلم، عن سليمان بن بريدة، عن أبيه رضى الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) :(لما أهبط الله آدم عليه السلام إلى الأرض طاف بالبيت وصلى ركعتين، ثم قال :اللهم إنك تعلم سرى وعلانيتي فاقبل معذرتى، وتعلم حاجتى فأعطنى سؤالى، وتعلم ما عندى فاغفر لى ذنبى، اللهم أسألك إيماناً يباشر قلبى، ويقيناً صادقاً حتى أعلم أنه لا يصيبنى إلا ما كتبت لى، فأوحى الله تعالى إليه :يا آدم إنك دعوتنى بدعاءٍ استجبت لك فيه، ولن يدعونى به أحدٌ من ذريتك من بعدك إلا استجبت له، وغفرت ذنبه، وفرجت همه وغمه ونزعت قلبه من بين جنبيه وتجرت له من وراء كل تاجرٍ، وأتته الدنيا وهى راغبةٌ)

قلت :هذا حديث غريب فيه سليمان بن مسلم الخشاب ضعيف جداً لكن تابعه حفص بن سليمان، عن علقمة بن مرثد، عن سليمان بن بريدة.

وأخرج أبو الوليد الأزرقى فى كتاب مكة من طريق حفص -وهو ضعيف أيضاً، لكنه إمام فى القراءة. وأخرجه الأزرقى أيضاً من طريق عبد الله بن أبى سليمان مولى بنى مخزوم موقوفاً عليه.

ووقع لنا أيضاً من حديث عائشة.

قرأت على فاطمة بنت محمد المقدسية ونحن نسمع بصالحية دمشق، عن أبى العماد، قال :أخبرنا أبو محمد بن بنيان فى كتابه، قال :أخبرنا إسحاق بن أحمد الحافظ، قال :أخبرنا الحسن بن أحمد المقرء، قال :أخبرنا أحمد بن عبد الله الحافظ، قال :أخبرنا سليمان بن أحمد، قال :حدثنا محمد بن على الأقمر، قال :حدثنا النضر بن طاهر، قال :حدثنا معاذ بن محمد، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة رضى الله عنها، فذكر الحديث مختصراً.

والنضر أشد ضعفاً من سليمان بن الخشاب، والخشاب أشد ضعفاً من حفص.

وهذه الطرق الأربعة ترقى الحديث إلى مرتبة ما يعمل به فى فضائل الأعمال كالدعاء، والله أعلم.

قوله (يقول فى الدعاء فى الملتزم -إلى أن قال اللهم لك الحمد حمداً يوافى نعمك ..إلى آخره)

قلت :لم أقف له على أصل، والله المستعان (نتائج الافكار لابن حجر، ج۵، ص۲۹۰، و۲۹۱، فصل :إذا وصل المحرم إلى حرم مكة، المجلس ۵۱۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۱...... زمزم کا پینا ہر ایک کے لئے مستحب ہے، خواہ وہ حج کرنے والا ہو، یا عمرہ کرنے والا ہو، یا کوئی اور شخص ہو۔

البتہ بعض فقہائے کرام نے حج وعمرہ کرنے والے کو بطورِ خاص زمزم کا پینا مستحب قرار دیا ہے، اسی طرح بعض فقہائے کرام نے طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت پڑھنے کے بعد صفا اور مروہ کی طرف سعی کے لئے جانے سے پہلے زمزم کے پینے کو مستحب قرار دیا ہے۔

اور زمزم کا پینا دوسرے اوقات میں بھی مستحب ہے، بلکہ زمزم کا ہر مسلمان کو پینا باعثِ فضیلت ہے۔

لیکن یہ یاد رکھئے کہ یہ صرف مستحب درجہ کا عمل ہے، اگر ہجوم وغیرہ کی وجہ سے اس پر عمل مشکل ہو، تو اس میں تکلف سے کام نہیں لینا چاہئے، کیونکہ اس کے ترک کر دینے میں بھی گناہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... زمزم پینے کا شریعت کی طرف سے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی مکروہ وقت ہے، بلکہ جب چاہیں رات دن میں کسی بھی وقت پی سکتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... زمزم پیتے وقت بہت سے اہلِ علم حضرات نے مندرجہ ذیل دعاء کے پڑھنے کو سنت قرار دیا ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ عِلْماً نَّافِعاً، وَرِزْقاً وَاسِعاً، وَعَمَلاً مُّتَقَبَّلاً، وَشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ.

مگر ہمیں مذکورہ دعاء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زمزم پینے کے وقت پڑھنا کسی مستند حدیث

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الهيثمي: عن عائشة، عن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: لما أهبط الله آدم إلى الأرض قام وجاء الكعبة فصلى ركعتين، فألهمه الله هذا الدعاء: اللهم إنك تعلم سريرتي وعلانيتي، فاقبل معذرتي، وتعلم حاجتي فأعطني سؤلي، وتعلم ما في نفسي فاغفر لي ذنبي، اللهم إني أسألك إيمانا يباشر قلبي، ويقينا صادقا حتى أعلم أنه لا يصيبني إلا ما كتبت لي، ورضا بما قسمت لي."

قال " :فأوحى الله إليه :يا آدم، قد قبلت توبتك، وغفرت ذنبك، ولن يدعوني أحد بهذا الدعاء إلا غفرت له ذنبه، وكفيته المهم من أمره، وزجرت عنه الشيطان، واتجرت له من وراء كل تاجر، وأقبلت إليه الدنيا وهي راغمة وإن لم يردها.

رواه الطبراني في الأوسط، وفيه النضر بن طاهر، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۴۲۶، باب دعاء آدم صلى الله عليه وسلم)

میں دستیاب نہ ہوسکا۔

البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اس دعاء کا پڑھنا مروی ہے، مگر بعض محدثین نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس لئے زمزم پیتے وقت اس دعاء کے پڑھنے کو سنت سمجھنے سے تو پرہیز کرنے میں احتیاط معلوم ہوتی ہے۔

البتہ کوئی سنت سمجھے بغیر پڑھے تو حرج نہیں۔ [۱]

---

[۱] وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ماء زمزم لما شرب له إن شربته تستشفی شفاک اللہ وإن شربته لشبعک أشبعک اللہ وإن شربته لقطع ظمئک قطعه اللہ وهی هزمة جبرائیل علیه السلام وسقیا اللہ إسماعیل علیه السلام. رواه الدارقطنی والحاکم وزاد وإن شربته مستعیذا أعاذک اللہ وکان ابن عباس رضی اللہ عنه إذا شرب ماء زمزم قال اللهم إنی أسألک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء وقال صحیح الإسناد إن سلم من الجارود یعنی محمد بن حبیب. قال الحافظ سلم منه فإنه صدوق قاله الخطیب البغدادی وغیره لکن الراوی عنه محمد بن هشام المروزی لا أعرفه وروی الدارقطنی دعاء ابن عباس مفردا من روایة حفص بن عمر العدنی .الهزمة بفتح الهاء وسکون الزای هو أن تغمز موضعا بیدک أو رجلک فتصیر فیه حفرة (الترغیب والترهیب، تحت رقم الحدیث ۱۸۱۶، الترغیب فی شرب ماء زمزم وما جاء فی فضله)

قال الحاکم :هذا حدیث صحیح الإسناد إن سلم من محمد بن حبیب الجارودی.

قلت :قد سلم منه؛ قال ابن القطان فی علله :محمد هذا قدم بغداد وحدث بها، وکان صدوقا، لکن الراوی عنه لا یعرف حاله وهو محمد بن هشام بن علی المروزی.

قلت :لکن ظاهر کلام الحاکم یدل علی أنه (یعرف حاله) إذ لم یتوقف إلا عن الجارودی فقط .

وقال الذهبی فی المیزان :هذا الحدیث رواه الدارقطنی عن (عمر) بن الحسن الأشنانی القاضی صاحب ذاک المجلس، وضعفه الدارقطنی، والحسن بن أحمد الخلال، ویروی عن الدارقطنی أنه کذاب، ولم یصح هذا، ولکن هذا الأشنانی صاحب بلایا، (من) ذلک هذا الحدیث .ثم ساقه، (و) قال :ابن حبیب صدوق، فآفته هو .قال :فلقد أثم الدارقطنی بسکوته عنه، فإنه بهذا الإسناد باطل، ما رواه ابن عیینة قط بل المعروف حدیث جابر (البدرالمنیر لابن الملقن، ج۶، ص۳۰۲، وص۳۰۳، باب دخول مکة وما یتعلق به)

وقال " :هذا حدیث صحیح الإسناد ,إن سلم من الجارودی ."

قلت :ووافقه الذهبی ,وذلک من وهمه وتناقضه ,فقد سبق عنه أنه قال فی الجارودی هذا " :" أتی بخبر باطل ."وقد عرفت مما تقدم ذکره أن قوله هذا هو الصواب وأنه أخطأ فی رفعه ووصله.

ثم إن الحافظ قد ذکر فی ترجمة الأشنانی هذا عن الحاکم أنه کان یکذب ,وعنه أنه قال :قلت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۴...... بعض حضرات نے زمزم پیتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اور اگر کوئی کعبہ کے قریب زمزم پی رہا ہو، تو اسے زمزم پیتے وقت سانس لیتے ہوئے ہر مرتبہ بیت اللہ کی طرف دیکھنے کو بھی مستحب قرار دیا ہے، اور زمزم پینے والے کے لئے اس کو بھی مستحب اور باعثِ فضیلت قرار دیا ہے کہ وہ سیر ہو کر یعنی پیٹ بھر کر زمزم پئے، اور اس بات کو بھی مستحب قرار دیا ہے کہ کچھ زمزم اپنے سر، اپنے چہرے اور اپنے سینہ پر بھی ڈالا جائے، اور زمزم پیتے وقت دنیا وآخرت کے مقاصد کی دعاء کرنے کو بھی مستحب قرار دیا ہے، اور اسے دنیا وآخرت کے مقاصد کی غرض سے پینے کو مؤثر قرار دیا ہے، جس میں اپنے علاوہ دوسرے کے مقاصد کی غرض کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... بعض حضرات نے دوسرے پانی اور مشروبات کے مقابلہ میں بطورِ خاص آبِ زم زم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کے کھڑے ہو کر پینے کو افضل ومستحب قرار دیا ہے، اور عوام میں بھی یہی مشہور ہے۔

جبکہ بعض محدثین اور فقہاء نے زمزم کے پانی کو دوسرے پانی کی طرح بیٹھ کر پینے کو مسنون قرار دیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کھڑے ہو کر زمزم پینا مروی ہے، اس سے کھڑے ہو کر پینے کے جائز ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اور فرمایا کہ زمزم کو کھڑے ہو کر پینا جائز درجہ کا عمل ہے، کھڑے ہو کر پینے میں زیادہ ثواب نہیں ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

للدارقطني :سألت أبا علي الحافظ عنه ,فذكر أنه ثقة ,فقال :بئس ما قال شيخنا أبو علي !
وقال الذهبي في "الرد على ابن القطان "(بعد أن ساق الحديث من طريق الدارقطني(٩ ا /٢ـ ا)
قلت :هؤلاء ثقات ,سوى عمر الأشناني ,أنا أتهمه بوضع حديث أسلمت وتحتى أختان ."
وجملة القول :إن الحديث بالزيادة التي عند الدارقطني موضوع .لتفرد هذا الأشناني به ,وهو بدونها باطل لخطأ الجارودي في رفعه ,والصواب وقفه على مجاهد ,ولئن قيل إنه لا يقال من قبل الرأي فهو في حكم المرفوع ,فإن سلم هذا ,فهو في حكم المرسل ,وهو ضعيف ,والله أعلم (ارواء الغليل، تحت رقم الحديث ١١٢٦)

پس اگر کوئی آبِ زم زم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پیئے تو بھی کوئی حرج نہیں، اور بیٹھ کر دوسرے عام پانیوں کی طرح پیئے تو بھی حرج نہیں، اور بیٹھ کر پینے کو معیوب یا غلط سمجھنا خود غلط ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... زمزم کو اہانت و بے ادبی والے کاموں میں استعمال کرنا ممنوع یا مکروہ ہے، جیسا کہ پیشاب، پاخانہ وغیرہ کی نجاست کو دھونے کے لئے استعمال کرنا، اور زمزم سے میت کو ابتداءً غسل دینا بھی منع ہے، البتہ جب ایک مرتبہ میت کو غسل دے دیا جائے، تو اس کے بعد بطور برکت کے میت کے جسم پر زمزم ڈالنے یا چھڑکنے میں حرج نہیں۔

اور جو شخص پہلے سے پاک ہو، یعنی اس پر غسل یا وضو واجب نہ ہو، تو اسے زمزم سے وضو اور غسل کرنا جائز بلکہ بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے۔

اور اگر کسی کا وضو نہ ہو، تو اسے وضو کرنے کے لئے زمزم کا استعمال بعض حضرات کے نزدیک جائز، اور بعض کے نزدیک مکروہ یا خلافِ اولیٰ ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۷...... زمزم کیونکہ مال ہے، اس لئے اس کی فی نفسہٖ خرید و فروخت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... زمزم کے ساتھ دوسرا پاک پانی شامل کر کے پینا اور پلانا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... آبِ زم زم کا اپنے ساتھ لے جانا احادیث سے ثابت ہے، جس میں کوئی ممانعت نہیں۔

اور اسی وجہ سے زمزم کو اپنے ساتھ لے جانا، دوسروں کو پیش کرنا اور اس کو اپنے یہاں محفوظ رکھنا، تاکہ دوسرے اوقات میں استعمال کیا جائے، نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] اور آج کل بعض لوگ جو زمزم کے کھڑے ہو کر پینے ہی کو سنت سمجھتے ہیں، اس کی علماء نے تردید کی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''کھانے پینے کے آداب'' محمد رضوان۔

[2] البتہ شافعیہ کے نزدیک زمزم کا استعمال حدث کے ازالہ کے لئے جائز ہے، لیکن خبث کے ازالہ کے لئے جائز نہیں۔

(فصل نمبر ۱۳)

بال منڈانے یا کٹانے کے احکام

عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہونے کے بعد احرام سے نکلنے کے لئے سر کے بال کٹانا یا منڈانا بھی ضروری ہے۔

عربی زبان میں بال منڈوانے کو حلق کرانا اور بال ترشوانے کو قصر کرانا اور ان دونوں کے مجموعہ کو حلق وقصر کرنا اور کرانا کہا جاتا ہے۔

اب حلق وقصر کے سلسلہ میں متعلقہ مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے بعد عمرہ مکمل ہو جاتا ہے، اور احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، جس کو حلال ہونا بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲...... عمرہ کے احرام سے نکلنے اور حلال ہونے کے لئے سر کے بال کٹانا یا منڈانا ضروری ہے، جو کہ اکثر فقہائے کرام کے نزدیک حج اور عمرہ کے اعمال میں داخل ہے، اور اس کے بغیر احرام کی پابندیاں ختم نہیں ہوتیں۔

اور جو شخص عمرہ کر رہا ہے، یعنی اس نے صرف عمرہ کا احرام باندھ رکھا ہے، تو اس کے عمرہ کے احرام کی تمام پابندیاں سر کے بال منڈانے یا کٹانے پر ختم ہو جاتی ہیں۔ [2]

---

[1] ثم إذا فرغ المعتمر من سعيه حلق رأسه أو قصره وتحلل بذلک من إحرامه تحللا كاملا، ويمكث بمكة حلالا ما بدا له (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص٣١٨، مادة "عمرة")

[2] الحلق للتحلل من الإحرام:

يرى الحنفية والمالكية والشافعية فى أظهر القولين والحنابلة على ظاهر المذهب أن الحلق أو التقصير نسک فى الحج والعمرة، فلا يحصل التحلل فى العمرة والتحلل الأكبر فى الحج إلا مع الحلق.

وقال الشافعية فى أحد القولين -وهو خلاف الأظهر -وأحمد فى قول :إن الحلق أو التقصير ليس بنسک، وإنما هو إطلاق من محظور كان محرما عليه بالإحرام فأطلق فيه عند الحل، كاللباس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر حنفیہ کے نزدیک عمرہ میں طواف کے اکثر چکر رکن ہیں، اور باقی چکر اور اسی طرح سعی واجب ہے، لہٰذا اگر کسی نے عمرہ کا مکمل طواف یا طواف کے اکثر چکر ادا کرنے کے بعد سر کے بال بھی منڈا یا کٹا دیئے، تو وہ حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے احرام سے نکل جائے گا، مگر اس پر دَم واجب ہوگا، اور بغیر احرام کے سعی کرنا واجب ہوگا، اور اگر طواف کے باقی ماندہ چکر رہ گئے ہوں، تو وہ بھی ادا کرنے ہوں گے، لیکن اس کو دوبارہ سر کے بال منڈانے یا کٹانے کی ضرورت نہیں ہوگی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک پورا طواف یا طواف کے اکثر چکر اداء کرنے کے بعد بال کٹانا یا منڈانا عمرہ کے احرام سے حلال ہونا کہلاتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک طواف کے تمام چکر اور سعی، عمرہ کے ارکان میں داخل ہیں، اس لئے ان کے نزدیک سعی سے پہلے سر کے بال منڈانا، احرام سے حلال ہونے کے بجائے احرام کی جنایت کہلاتا ہے، جس پر ان کے نزدیک احرام کی حالت میں بال کٹانے یا منڈانے کا جرمانہ عائد ہوتا ہے (اور اس جرمانہ کی تفصیل پیچھے احرام کی جنایت و کفارہ کے بیان میں گزر چکی ہے) اور سعی کرنے کے بعد پھر دوبارہ بال کٹا یا منڈا کر احرام سے نکلا جا سکتا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ والطيب وسائر محظورات الإحرام، وهذا ما حكاه القاضى عياض عن عطاء وأبى ثور وأبى يوسف أيضا. فعلى هذا الاتجاه لا شىء على تارك الحلق ويحصل التحلل بدونه.
هذا ولا تؤمر المرأة بالحلق بل تقصر لما ورد عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: ليس على النساء حلق وإنما عليهن التقصير. وروى على رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى المرأة أن تحلق رأسها ولأن الحلق للتحلل فى حق النساء بدعة وفيه مثلة، ولهذا لم تفعله واحدة من نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۸، ص۹۸، مادة "حلق")

[۱] التحلل من إحرام العمرة: اتفق جمهور الفقهاء على أن للعمرة بعد أدائها تحللا واحدا تباح به للمحرم جميع محظورات الإحرام، ويحصل هذا التحلل بالحلق أو التقصير باتفاق المذاهب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۰ ص ۲۴۹، وص ۲۵۰، مادة "تحلل")
التحلل من إحرام العمرة: اتفقوا على أن للعمرة تحللا واحدا يحل به للمحرم جميع محظورات الإحرام. ويحصل هذا التحلل بالحلق أو التقصير باتفاق المذاهب على اختلافهم فى حكمه فى مناسك العمرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۱۷۶، مادة "إحرام")
وتقديم طوافها على السعى شرط لصحة السعى، وتقديم سعيها على الحلق واجب (غنية المناسك، ص۱۹۷)

مسئلہ نمبر۳...... امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لئے بالوں کا حرم کی حدود میں مونڈنا یا کاٹنا واجب ہے، جس کی خلاف ورزی پر بھی دَم واجب ہے۔

جبکہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے لئے حرم یا کسی اور جگہ کی تخصیص واجب نہیں ہے، البتہ سنت ہے، جس کی خلاف ورزی سے دَم لازم نہیں آتا، لہٰذا ان حضرات کے نزدیک اگر کسی نے حرم کی حدود کے علاوہ کسی اور جگہ جا کر بال کاٹے یا مونڈے، تب بھی دَم لازم آئے بغیر احرام سے نکل جائے گا۔

البتہ بلا عذر ایسا کرنا خلافِ سنت ہے، اور دلیل کے لحاظ سے یہی قول راجح ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

مسئلہ نمبر۴...... مرد حضرات کو احرام سے نکلتے وقت سر کے بال منڈانا بھی جائز ہے، اور منڈانے کے بجائے کٹانا بھی جائز ہے، البتہ منڈوا دینا افضل ہے۔ لیکن خواتین کو سر کے بال منڈانے کی ممانعت ہے، اور خواتین کو بہر حال سر کے بال کٹانا ہی متعین ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... حنفیہ کے نزدیک پھیلاؤ میں کم از کم چوتھائی (یعنی ایک بٹہ چار حصہ کے) بالوں کا کٹانا تو واجب ہے، اور پورے سر کا منڈا دینا سنت ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے پورے سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے بجائے کم از کم چوتھائی سر کے بال منڈا، یا کٹا دیئے، تو اس کا واجب ادا ہو جائے گا، لیکن سنت کے خلاف کرنے کی وجہ سے مکروہ ہوگا، اور اس پر کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔

جبکہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک پورے سر کو منڈانا یا پورے سر کے بالوں کو کٹانا واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۶...... اگر احرام سے نکلتے وقت کوئی مرد سر کے بال منڈوانے کے بجائے، کٹوائے یا ترشوائے یا وہ عورت ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو لمبائی میں کم از کم ایک پوروے کے برابر

---

[1] اور شافعیہ کے نزدیک کم از کم تین بالوں کا مونڈنا یا کاٹنا واجب ہے، یعنی تین یا اس سے زیادہ بال منڈانے یا کٹانے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، اور کوئی دَم وغیرہ واجب نہیں ہوتا، اگرچہ ایسا کرنا خلافِ سنت ہوتا ہے۔

پورے سر کے چوتھائی بالوں کا کاٹنا یا ترشوانا واجب ہے، اس سے کم لمبائی کی مقدار میں ترشوانا کافی نہیں۔ اور تراشنے میں افضل یہ ہے کہ پورے سر کے بال کم از کم ایک پوروے کے برابر ترشوادے۔ اور عورت کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

اور اسی لئے اگر کسی کے سر پر لمبائی میں بالوں کی مقدار ایک پوروے سے کم ہو، تو اس کے حق میں سر منڈوانا متعین ہو جاتا ہے۔ [1]

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر فقہائے کرام کے نزدیک مرد اور عورت کے حق میں بالوں کی لمبائی میں کوئی مخصوص مقدار واجب نہیں، اس لئے ان کے نزدیک انگلی کے ایک پوروے کی مقدار سے کم ترشوا دینا بھی کافی ہو جاتا ہے۔

اگر چہ ان کے نزدیک ایک پوروے کی مقدار ترشوانا سنت و مستحب ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۷...... اگر کسی کے سر کے بعض حصہ پر کچھ بال ہوں، اور وہ واجب مقدار سے کم ہوں (جس کی مقدار حنفیہ کے نزدیک لمبائی میں کم از کم ایک پوروے کے برابر، اور پھیلاؤ میں کم از کم چوتھائی سر کے برابر ہے) یا بعض حصہ پر بالکل بال نہ ہوں، تو حنفیہ کے نزدیک سر

---

[1] پھر اگر کسی کے سر پر بال لمبائی میں ایک پوروے سے کم ہوں، اور اس کے سر میں زخم وغیرہ بھی ہو، جس کی وجہ سے استرا وغیرہ پھروانا ممکن نہ ہو، تو قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بال منڈانے کا حکم ساقط ہو جائے گا، جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ساقط نہ ہوگا، جیسا کہ آگے آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا۔

اور اگر عورت کے سر کے بالوں کی مقدار لمبائی میں کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایک پوروے سے کم ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کے حق میں بال منڈانے کا حکم ساقط ہونا چاہئے، کیونکہ عورت کو بال منڈوانا جائز نہیں۔

والمهجور شرعا كالمهجور عادة فصارت غير مستطيعة (كذا فى التفسير المظهرى، ج۲، ۹۸، ۹۹، سورة آلِ عمران)

تاہم اگر اس کے باوجود بھی انگلی کے پورے سے کچھ کم مقدار، خواہ کتنی بھی ہو کٹوائے، تو بہتر ہے، تا کہ دوسرے فقہائے کرام کے اقوال کی رعایت ہو جائے، کیونکہ ان کے نزدیک لمبائی میں بالوں کی کسی مخصوص مقدار کا کاٹنا ضروری نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

[2] ان حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ عورتوں کے بالوں کے کٹانے کے بارے میں نصوص و اکثر آثار میں کسی مقدار کی تعیین نہیں کی گئی، جن کا تقاضا یہ ہے کہ مخصوص مقدار کی تعیین واجب نہ ہو، البتہ بعض آثار میں ایک پوروے کا ذکر آیا ہے، اس لئے اس پر عمل سنت و مستحب ہو سکتا ہے۔

اس طرح دونوں قسم کے آثار میں تطبیق ہو جاتی ہے، اور فقہی اعتبار سے یہ بات انتہائی معقول اور راجح ہے۔

پر اُسترا پھروانا واجب ہے۔

اور اگر کسی کے سر پر بالکل بال نہ ہوں، مثلاً بڑھاپے یا کسی بیماری کی وجہ سے سر کے بال پوری طرح اُڑ گئے ہوں، یا اس سے پہلے قریبی وقت میں بال منڈوالئے ہوں، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسے شخص کو احرام سے نکلتے وقت سر پر اُسترا وغیرہ پھروانا واجب ہے، خواہ اُسترے وغیرہ میں بال نہ آئیں، کیونکہ جب بال موجود نہ ہوں، تو اُسترا پھیرنا بال مونڈنے کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسے شخص سے بہرحال سر کے بال منڈانے کا حکم ساقط ومعاف ہوجاتا ہے، کیونکہ جب اُسترا پھروانے سے بال اُسترے کے نیچے ہی نہ آئیں گے، تو یہ ایسا ہی ہوگیا، جیسا کہ کوئی اُسترا نہ پھروائے، البتہ پھر بھی اختلاف سے بچنے اور دوسرے آثار کی رعایت کرنے کے لئے سر پر اُسترا پھروالینا مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۸...... اگر کسی گنجے یا کم مقدار بالوں والے شخص کو سر میں زخم وغیرہ کی وجہ سے اُسترا پھروانا ممکن نہ ہو، تو پھر اُسترا پھروانا حنفیہ کے نزدیک بھی معاف ہوجاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۹...... احرام سے نکلتے وقت سر کے بال دوسرے سے منڈانے یا کٹانے کے بجائے، خود اپنے سر کے بال کاٹنا یا مونڈنا بھی جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ احرام سے نکلتے وقت ایک شخص اپنے سر کے بال کاٹنے یا مونڈنے سے پہلے احرام سے نکلنے کے لئے دوسرے کے سر کے بال کاٹے یا مونڈے۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۰...... سر کے بال منڈاتے یا کٹاتے وقت دائیں طرف سے آغاز کرنا مستحب ہے، البتہ اگر سر کے بال خود سے نہ کاٹے یا مونڈے، بلکہ بال کاٹنے یا مونڈنے والا کوئی دوسرا شخص ہو، تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ کے مشہور قول کے مطابق بال کاٹنے یا مونڈنے والے کے لحاظ سے دائیں طرف کا اعتبار ہوگا، اور دیگر فقہائے کرام اور امام ابوحنیفہ کے صحیح

---

[1] اور حنفیہ کا ایک قول مذکورہ صورت میں شافعیہ اور حنابلہ کی طرح اُسترہ پھروانے کے استحباب کا اور ایک قول سنیت کا ہے۔

[2] سر کے بال کٹاتے یا منڈاتے وقت بالوں میں خوشبودار صابن یا شیمپو لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

قول کے مطابق جس کا سر مونڈا جا رہا ہو، اس کے لحاظ سے دائیں طرف کا اعتبار ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر کوئی شخص احرام سے نکلتے وقت اپنے بال کسی کریم پاؤڈر وغیرہ سے صاف کر دے، تو بھی احرام سے نکل جاتا ہے، لیکن کریم وغیرہ سے صاف کرنے کے بجائے اُسترے سے سر منڈوانا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... احرام سے نکلتے وقت مرد کو سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے ساتھ ڈاڑھی کے بالوں کا کاٹنا ضروری نہیں، البتہ مونچھوں کا اور اگر ڈاڑھی ایک مٹھی سے زیادہ مقدار ہو، تو شافعیہ کے نزدیک مٹھی سے زائد مقدار کو کاٹ دینا مستحب ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک احرام والے کے لئے احرام سے نکلتے وقت سَر مونڈنے کے بعد اپنے ناخنوں اور مونچھوں اور زیرِ بغل وزیرِ ناف بالوں کو کاٹنا بھی مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... اگر کسی نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کیا، اور عمرہ کے سب کام کر لئے، مگر سر کے بال کٹانے یا منڈانے سے پہلے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا، تو اس پر دَم واجب ہوگا۔ [2]

---

[1] بہت سے مشائخِ حنفیہ کی تصریح کے مطابق امام ابوحنیفہ سے اس قول کی طرف رجوع ثابت ہے کہ بال مونڈوانے والے کی دائیں جانب کا اعتبار ہوگا، اور بندہ کا ذاتی رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے، کیونکہ سر کے بالوں کے حلق یا قصر کا نُسک یا عبادت ہونا بال منڈانے والے کے اعتبار سے ہے، اور اس عبادت ونسک کا تعلق ظاہر ہے کہ بال منڈانے یا کٹانے والے کے حق میں ہے، نیز اگر بال مونڈنے یا کاٹنے والا کوئی غیر مسلم ہو، تو اس کے حق میں یہ کسی طرح نسک وعبادت نہیں بنتا۔

النوع العاشر :أن عـنـد أبـى حنيفة يبدأ بيمين الحالق ويسار المحلوق، قاله الكرمانى فى (مناسكه) وعـنـد الشافعي :يبـدأ بيـمـين الـمـحـلـوق، والـصـحيح عند أبى حنيفة مثله (عمدة القارى للعينى، ج۱۰ ص ۶۴، كتاب الحج، باب الحلق والتقصير عند الإحلال)

وهـذا يفيد أن السنة فى الحلق :البـداءـة بيـمين المحلوق رأسه، وهو خلاف ما ذكر فى المذهب، وهذا هو الصواب اهـ.وقال السروجى :وعـنـد الشافعي يبدأ بيمين المحلوق، وذكر كذلك بعض أصحابنا، ولم يعز إلى أحد، والسنة أولى، وقد أخذ الإمام بقول الحلاق، ولم ينكره، ولو كان مذهبه خـلافـه لـمـا وافـقـه، وفى منسک ابن العجمى والبحر :هـو الـمـختار، وقال فى "النخبة :"هو الـصـحيح، وقد روى رجوع الإمام عما نقل عنه الأصحاب؛ لأنه قال :أخـطـأت فى الحج فى موضع كذا وكذا، وذكر منه البداء ة بيـمين الحالق، فصح تصحيح قوله الأخير (مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۱۸۳۱، كتاب المناسک، باب الحلق)

[2] ولـو أحـرم بـالـعمرة، وفرغ منها ثم أحرم بعمرة أخرى قبل الحلق للأولى فعليه دم أى للجمع بينهما (تبيين الحقائق، ج۲ ص ۷۵، كتاب الحج، باب :إضافة الإحرام إلى الإحرام)

(فصل نمبر۱۴)

احرام کے بعد عمرہ کی ادائیگی میں رکاوٹ ہو جانے کا بیان

بعض اوقات عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اس کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، اس کو شریعت کی زبان میں احصار کہا جاتا ہے، اور جس شخص کے حق میں رکاوٹ پیدا ہو، اس کو محصر کہا جاتا ہے، جس کے مخصوص احکام مقرر ہیں، چند ضروری احکام ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱...... جب کوئی مرد یا عورت عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ کی ادائیگی سے قاصر وعاجز ہو جائے، مثلاً دشمن کی طرف سے رُکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے اس کو بیتُ اللہ تک رسائی یا عمرہ کے بنیادی ارکان کی ادائیگی ممکن نہ رہے، یا قانونی طور پر حرم کا سفر کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے تو ایسا شخص ''محصر'' اور یہ عمل ''احصار'' کہلاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... محصَر کو احرام سے نکلنے کے لئے شریعت نے ''تحلُّل'' یعنی احرام کی پابندیوں سے حلال ہونے اور چھٹکارا پانے کا یہ طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ ہدی یعنی ایسا جانور ذبح کرے، جس کی قربانی جائز ہے، مثلاً اونٹ، گائے، بکری، دُنبہ وغیرہ۔

مسئلہ نمبر۳...... امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق جس جگہ عمرہ سے احصار واقع ہوا اور رُکاوٹ پیدا ہو، اُسی جگہ ہدی یعنی قربانی والے جانور کا ذبح کرنا کافی ہے؛ لہٰذا اگر کوئی حرم کی حدود سے باہر محصَر بنے، تو اس کو ہدی کا وہیں ذبح کرنا کافی ہے (اگرچہ اُس کو اپنی ہدی کا حرم کی حدود میں ذبح کرانا ممکن ہو) اور اگر حرم کی حدود میں رکاوٹ واقع ہو، تو حرم کی حدود میں ہدی کا ذبح کرنا معتبر ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق محصَر کی ہدی کے ذبح ہونے کے لئے حرم کی حدود کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا ان حضرات کے نزدیک جب تک محصَر کی

طرف سے حرم کی حدود میں ہدی ذبح نہیں کی جائے گی، اُس وقت تک مُحصَر کو احرام کی پابندیوں سے آزاد ہونا جائز نہیں ہوگا، پس ان کے نزدیک اگر کوئی شخص حرم کی حدود سے باہر محصر ہوا، اور اُس کو حرم کی حدود میں پہنچنا ممکن نہیں، تو اس کو کسی دوسرے کے واسطے سے حرم کی حدود میں اپنی ہدی ذبح کرانا ضروری ہوگا۔

مسئلہ نمبر۴...... مُحصَر کی طرف سے ہدی ذبح کر کے حلال ہونے کے لئے ہدی کے ذبح کا کوئی زمانہ اور وقت مقرر نہیں، بلکہ جس وقت بھی اُس کی ہدی ذبح ہو جائے، جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... اگر کوئی مُحصَر ہدی کے ذبح کرنے پر قادر نہ ہو، تو فقہائے احناف کے نزدیک اس کے لئے حلال ہونے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں؛ لہٰذا جب تک وہ ہدی ذبح نہیں کرے گا، تو اُس پر احرام کی پابندیاں لازم رہیں گی۔

اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جو مُحصَر ہدی کے ذبح کرنے سے مثلاً غربت کی بناء پر عاجز وقاصر ہو، تو اُس کا بدل وہی ہے جو حجِ تمتع و قران کی ہدی کا بدل ہے، یعنی دس روزے رکھنا۔ لہٰذا ایسا شخص جب احرام کی پابندیوں سے نکلنے کے لئے دس روزے رکھ لے گا، تو ان حضرات کے نزدیک ایسا سمجھا جائے گا، جیسا کہ اس نے ہدی ذبح کر دی ہے اور اس کے بعد اسے احرام سے نکلنا جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر۶...... مُحصَر کے حلال ہونے کے لئے ہدی ذبح کرنے یا اس سے عاجز ہونے کی صورت میں شوافع کے ایک قول کے مطابق اور حنابلہ کے نزدیک روزے رکھنے کے بعد سَر کے بال مُنڈوانا یا کٹوانا شرط اور ضروری نہیں، بلکہ ہدی ذبح ہونے کے بعد خود بخود احرام سے نکل جاتا ہے۔ البتہ شوافع کے نزدیک راجح یہ ہے کہ بال کٹانا یا منڈانا شرط ہے۔ [1]

(مُحصَر یا احصار کے مزید تفصیلی مسائل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''ماہ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

---

[1] اور اگر کسی شخص نے احرام باندھتے وقت یہ شرط لگالی ہو کہ اگر مجھے کوئی یا فلاں عارضہ پیش آ گیا، تو میں اسی وقت حلال ہو جاؤں گا، یا میرے احرام کی پابندیاں ختم ہو جائیں گی، تو شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اس شرط کے مطابق عارضہ پیش آنے پر وہ بغیر کچھ واجب ہوئے احرام کی پابندیوں سے نکل جائے گا، برخلاف حنفیہ ومالکیہ کے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

(فصل نمبر ۱۵)

حرم، مسجدِ حرام اور بیتُ اللہ سے متعلق متفرق احکام

حرم شریف، مکہ مکرمہ اور مسجدِ حرام، نیز بیتُ اللہ سے متعلق کئی مسائل ایسے ہیں، جن سے وہاں عمرہ وغیرہ کرنے کے لئے جانے والے لوگوں کو واسطہ پیش آتا ہے، اس لئے اب اس طرح کے چند مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... مسجدِ حرام میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں قدم رکھنا، اور مسجد میں داخل ہونے کی یہ دعاء پڑھنا سنت ہے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

ترجمہ: اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے (مسلم)

اور مسجدِ حرام سے نکلتے وقت پہلے بایاں قدم باہر نکالنا، اور نکلتے وقت یہ دعاء پڑھنا سنت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

ترجمہ: اے اللہ! بے شک میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں (مسلم)

مسئلہ نمبر ۲...... بیتُ اللہ پر کسی بھی موقع پر نظر پڑنے کے وقت دعاء کرنا مستحب ہے، اور یہ دعاء کی قبولیت کا وقت ہے۔

لیکن آج کل جو یہ مشہور ہے کہ بیتُ اللہ پر پہلی مرتبہ نظر پڑنے پر ہی دعاء کی قبولیت ہوتی ہے، اور اس وقت بیتُ اللہ پر نظر جما کر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس طرح کی قیود اور تخصیصات کی کوئی معتبر سند نہیں ملتی۔

اور ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ چار مقامات پر آسمان کے دروازے کھول دیئے

جاتے ہیں، اور دعاء قبول کی جاتی ہے، ان میں سے ایک مقام کعبہ کو دیکھنے کا ہے۔
مگر اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، اس لئے اس پر عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔ [1]
البتہ بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت فی نفسہٖ دعاء کرنا مستحب ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

مسئلہ نمبر۳...... بیت اللہ پر نظر پڑنے پر دعا کرتے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا بعض فقہائے کرام کے نزدیک مستحب ہے، جبکہ حنفیہ کے راجح قول کے مطابق اس موقع پر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا مستحب نہیں، بلکہ ہاتھ اٹھائے بغیر دعا کرنا مستحب ہے۔
البتہ اس موقع پر شریعت کی طرف سے کوئی مخصوص دعاء مقرر نہیں کی گئی۔
اور ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے، تو اپنے ہاتھ اٹھاتے اور یہ دعاء کرتے کہ:

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا وَمَهَابَةً، وَزِدْ مِنْ شَرَفِهٖ وَعَظْمِهٖ مِمَّنْ حَجَّهٗ أَوْ اِعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّتَعْظِيْمًا وَبِرًّا.

مگر اس روایت کی سند کو محدثین نے مرسل و منقطع اور ضعیف قرار دیا ہے۔
اس لئے اس دعاء کو سنت سمجھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'')

---

[1] قال البوصيرى:وعن أبى أمامة -رضى الله عنه -عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال: "تفتح أبواب السماء ويستجاب الدعاء فى أربعة مواطن :عند التقاء الصفوف فى سبيل الله -عز وجل -وعند نزول الغيث، وعند إقامة الصلاة، وعند رؤية الكعبة"
رواه أبو يعلى والبيهقى بسند ضعيف لضعف عفير بن معدان، وتدليس الوليد بن مسلم(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، تحت رقم الحديث ١٦٢٥)
وقال الهيثمى:رواه الطبرانى، وفيه عفير بن معدان، وهو مجمع على ضعفه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٧٢٥٣)
وقال ابن حجر: هذا حديث غريب، أخرجه البيهقى فى (المعرفة) من طريق الهيثم بن خارجة، عن الوليد بن مسلم بهذا الإسناد.فوقع لنا عالياً .وأشار إليه فى (السنن) وإلى ضعفه بعفير بن معدان(نتائج الافكار، ج ١ ص ٣٨٣، ٣٨٤، باب الدعاء عند الاقامة، المجلس ٨٠)

مسئلہ نمبر۴...... عام حالات میں مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کو اگر کوئی عذر نہ ہو، تو بیتُ اللہ کا طواف کرنا افضل ہے، البتہ اگر اس وقت طواف کرنے میں کوئی عذر ہو، اور مکروہ وقت نہ ہو، تو دو رکعت نفل تحیۃُ المسجد پڑھنا افضل ہے، اور اگر مکروہ وقت ہو تو پھر تحیۃُ المسجد نہ پڑھے، البتہ کوئی ذکر مثلاً:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلاَ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

وغیرہ پڑھ لے، تو بہتر ہے۔[1]

اور اگر اس وقت فرض نماز فوت ہونے والی ہو، یا جماعت فوت ہونے والی ہو، تو طواف میں مشغول ہونے کے بجائے فرض نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا یا جماعت میں شامل ہونا مقدم ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... صحیح احادیث کے مطابق مسجدِ حرام میں پڑھی جانے والی نماز کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ (سنن ابن ماجه)[2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ افضل

---

[1] مندرجہ بالا حکم حنفیہ کے نزدیک ہے، جبکہ شافعیہ کے نزدیک حرم شریف کی حدود میں مکروہ اوقات میں بھی نفل نماز کا پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ محمد رضوان۔

[2] رقم الحديث ۱۴۰۶، باب ما جاء في فضل الصلاة في المسجد الحرام ومسجد النبي صلى الله عليه وسلم، مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۲۷۱.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري (حاشية مسند احمد)

ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ (دوسری مساجد میں) میں نماز پڑھنے سے لاکھ درجہ افضل ہے (ابنِ ماجہ، مسند احمد)

اور مسجدِ حرام میں یہ ثواب کی زیادتی اجزا کے اعتبار سے نہیں ہوتی کہ ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہو جائے، بلکہ اس نماز کے ثواب میں ہی زیادتی واضافہ کیا جاتا ہے۔

پھر مذکورہ فضیلت کے فرض نماز میں حاصل ہونے پر تو فقہائے کرام کا اتفاق ہے، لیکن نفل نماز کے بارے میں اختلاف ہے، بعض حضرات اس فضیلت کو فرض نماز کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں، کیونکہ نفل نماز کو صحیح احادیث کی رُو سے گھر میں پڑھنا افضل ہے، جبکہ بعض فقہائے کرام اس فضیلت کو فرض اور نفل دونوں کے لئے عام قرار دیتے ہیں۔

نیز مسجدِ حرام میں مذکورہ فضیلت مرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، اور خواتین کو وہاں اپنے گھروں اور رہائش گاہوں میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہی زیادہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

مسئلہ نمبر۶ ...... بعض لوگ مسجدِ حرام یا مسجدِ نبوی میں قضاء نمازیں پڑھنے کا اس لئے اہتمام کرتے ہیں کہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ اور مسجدِ نبوی میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص مسجدِ حرام یا مسجدِ نبوی میں ایک وقت کی قضاء شدہ نماز ادا کرتا ہے، تو اس کے ذمہ سے ایک لاکھ یا ایک ہزار قضاء نمازیں ادا ہو جاتی ہیں۔

حالانکہ یہ نظریہ قطعی طور پر غلط ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ وہاں ایک قضاء نماز پڑھنے سے صرف ایک قضاء نماز ہی ادا ہوتی ہے نہ کہ زیادہ۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں نمازوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے، لیکن وہاں پڑھی گئی نمازوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی، بلکہ وہ ایک ہی نماز ہوتی ہے۔

اسی طرح بعض لوگ رمضانُ المبارک کے ثواب کو پیشِ نظر رکھ کر رمضانُ المبارک میں حرمین شریفین میں پہنچ کر قضاء نمازیں اس حساب سے پڑھتے ہیں کہ رمضان میں اس طرح کرنے

سے ایک نماز پڑھنے سے بہت سی قضاء نمازیں ذمہ میں سے ادا ہو جاتی ہیں۔
ایسے سستے نسخے اگر شریعت میں ہوتے تو پھر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو (جو کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں نماز ادا فرماتے تھے) روزمرہ اور پوری زندگی نمازوں کی پابندی کرنے کی ضرورت نہ ہوتی، اسی طرح چودہ سو سال سے زائد کے گزرے ہوئے عرصہ میں بھی تمام مسلمان اس آسان نسخہ سے فائدہ اُٹھاتے۔

مسئلہ نمبر ۷...... خواتین کو خاص نماز پڑھنے کے لئے مسجدِ حرام میں جانے کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ صحیح احادیث کی رو سے اُن کو وہاں بھی اپنے گھروں اور رہائش گاہوں میں باپردہ طریقہ پر رہتے ہوئے نماز پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے۔
اور اگر خواتین مسجدِ حرام میں نماز کے لئے آئیں، اور مرد حضرات سے الگ کھڑی ہو کر نماز پڑھیں، تو جائز ہے، لیکن آنے جانے اور نماز کے دوران پردہ کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، اور یہ بھی کہ وہ خوشبو لگا کر نہ آئیں، ورنہ مکروہ اور گناہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۸...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک دوسری جگہوں کے مقابلہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر جس طرح مسجدِ حرام میں حاصل ہوتا ہے، اسی طرح مسجدِ حرام کے علاوہ حرم کی پوری حدود میں حاصل ہوتا ہے۔
جبکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ فضیلت مسجدِ حرام کی حدود میں نماز پڑھنے کی صورت میں حاصل ہوتی ہے، اگرچہ مسجدِ حرام کی حدود وسیع کردی جائیں۔
اور مسجدِ حرام سے باہر مگر حرم کی حدود میں پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت بھی اگرچہ بہت عظیم ہے، مگر وہ فضیلت مسجدِ حرام کی حدود میں پڑھی جانے والی نماز کی فضیلت سے کم ہے۔
یاد رہے کہ بیت اللہ کے اردگرد حرم کی مخصوص حدود شریعت کی طرف سے مقرر ہیں، اور آج کل حرم کی ہر طرف سے مقررہ حدود پر سعودی حکومت کی طرف سے نشانات اور علامات قائم کردی گئی ہیں، ان کو حرم کی حدود کہا جاتا ہے، جس کی بیت اللہ سے قریب ترین جہت "تنعیم"

یا مسجدِ عائشہ ہے۔

مسئلہ نمبر۹...... حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لئے عام نمازوں میں امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ حنفیہ کی مشہور روایت کے مطابق عورت کی اُس نماز کے درست ہونے کے لئے، جو وہ مرد امام کی اقتداء میں پڑھے، یہ ضروری ہے کہ مرد امام عورت یا عورتوں کا امام ہونے کی نیت کرے، البتہ اگر مجمع زیادہ ہو، جیسے جمعہ وعیدین کا اجتماع، تو پھر بعض حنفیہ کے نزدیک نیت کرنا ضروری نہیں۔

جبکہ حنفیہ میں سے امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک اور حضرت حسن کی امام ابوحنیفہ سے مروی ایک روایت کے مطابق جب عورت مرد کے برابر میں نہ کھڑی ہو، بلکہ پیچھے کھڑی ہو، تو اس کی نماز درست ہونے کے لئے امام کا عورت کی امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت، بہرحال امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔[۱]

مذکورہ تفصیل کے بعد عرض ہے کہ حرمین شریفین میں باجماعت پانچوں نمازوں میں بہت سی خواتین بھی شامل ہوتی ہیں، تو اگر امام خواتین کی امامت کی نیت کرلے، تو پھر تو خواتین کی نماز درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اور اگر امام خواتین کی امامت کی نیت نہ کرے، تو حنفیہ کے اصول اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق خواتین کی نماز درست نہیں ہوگی۔

اب رہا یہ کہ حرمین شریفین کے ائمہ خواتین کی امامت کی بھی نیت کرتے ہیں یا نہیں؟

تو ظاہر یہی ہے کہ وہ خواتین کی امامت کی بھی نیت کرتے ہوں گے، کیونکہ وہاں تقریباً ہر نماز باجماعت میں کثرت سے عورتوں کی شرکت بلکہ وہاں خواتین کے نماز پڑھنے کے لئے مخصوص جگہوں کی باقاعدہ تعیین کی وجہ سے ائمہ حضرات کو عورتوں کی شرکت کا علم ہوتا ہے، جس کی وجہ

---

[۱] البتہ شافعیہ کے نزدیک تمام نمازوں میں امام کو امامت کی نیت کرنا مستحب ہے، اور جمعہ کی نماز اور لوٹائی جانے والی نماز اور منذور نماز میں شافعیہ کے نزدیک اور جن نمازوں میں جماعت شرط ہے، مثلاً جمعہ، ان میں مالکیہ کے نزدیک امام کو امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔

سے ان کی طرف سے عورتوں کی امامت کی نیت ہونے کا غالب گمان ہے۔

نیز وہاں کے اکثر ائمۂ کرام حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، اور حنبلی مسلک میں راجح یہ ہے کہ امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری ہے، جس میں عورتوں کی امامت کی نیت بھی شامل ہے، لہٰذا وہاں کے ائمہ کے متعلق یہی گمان ہے کہ وہ عورتوں کی امامت کی بھی نیت کرتے ہوں گے۔

اور اگر بالفرض کوئی امام عورتوں کی امامت کی نیت نہ کرے، تب بھی بڑے مجامع میں بعض حنفیہ کے نزدیک نیت نہ ہونے کے قول اور ابتلائے عام اور حرج کی وجہ سے نیز بے شمار عورتوں کی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اور حضرت حسن کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی روایت اور امام زفر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز درست ہونے کا ہی حکم ہونا چاہئے۔

اور اگر کوئی عورت کسی مَرد کے ساتھ صف میں کھڑی ہو کر جماعت میں شامل ہو، تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... اگر کوئی عاقل، بالغ عورت باجماعت نماز میں عاقل، بالغ محرَم یا نامحرَم مرد کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز پڑھے، تو جمہور فقہائے کرام یعنی شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی، نہ عورت کی اور نہ مرد کی، کیونکہ کسی کی نماز فاسد ہونے کی کوئی معقول شرعی دلیل نہیں پائی جاتی۔

البتہ ان حضرات کے نزدیک عورت کو اس طرح، مرد کے ساتھ بغیر کسی حائل کے نماز باجماعت میں شامل ہونا مکروہ ہے، بلکہ عورت کو مَردوں کی صف سے الگ کھڑے ہو کر جماعت کی نماز میں شامل ہونا چاہئے، کیونکہ شریعت سے اسی طرح عورت کا نماز پڑھنا ثابت ہے اور دلیل کے اعتبار سے یہ معقول اور مضبوط قول ہے۔

جبکہ حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق مذکورہ صورت میں عورت کی نماز تو فاسد نہیں ہوتی، البتہ

اس کے دائیں بائیں متصل کھڑے ہونے والے اور اس کے عین پچھلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے مرد حضرات کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، خواہ وہ مرد حضرات اس عورت کے محرم رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، مگر ان حضرات کی نماز فاسد ہونے کے لئے کئی قسم کی شرائط ہیں، مثلاً یہ کہ وہ عورت یا اس کے ساتھ یا پیچھے کھڑے ہوئے مرد حضرات ایک ہی نماز باجماعت میں شریک ہوں، اور یہ کہ وہ عورت اپنے دائیں بائیں کے مرد حضرات کے ساتھ بغیر کسی حائل کے کھڑی ہو، اور یہ کہ امام نے اس عورت کی امامت کی بھی نیت کی ہو، وغیرہ۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۱...... بعض خواتین وحضرات حرمین شریفین میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی دنیاوی باتوں اور فضول گوئیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں، جبکہ عام مسجدوں میں بھی دنیا کی باتیں کرنا منع ہے، اور حرمین شریفین کی مساجد تو اور زیادہ عظمت واحترام کے قابل ہیں، اس لئے حرمین شریفین میں فضول گوئی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اور بعض لوگ مسجد حرام میں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر آنے جانے اور طواف کرنے والوں کو دیکھ دیکھ کر عیب جوئی اور تمسخر کرتے رہتے ہیں، جو کہ سخت گناہ کی بات ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک حرم کی حدود میں جو گناہ اور برائی کی جائے، اس کی شدت بھی اسی اعتبار سے زیادہ ہے، جس اعتبار سے نیک اعمال کا ثواب زیادہ ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک حرم کی حدود میں گناہ کرنا اگرچہ دوسرے مقامات کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہے، مگر اس کی شدت وہاں نیک اعمال کرنے کے تناسب کے برابر نہیں ہے، چنانچہ وہاں ایک گناہ کرنا ایک لاکھ گناہوں کے برابر نہیں ہے۔

---

[1] البتہ اگر نماز شروع ہو جانے کے بعد عورت، مرد کے برابر میں آ کر کھڑی ہوئی، اور مرد نے عورت کو پیچھے ہو جانے کا اشارہ کیا، مگر پھر بھی عورت پیچھے نہیں گئی، تو اس صورت میں حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق مرد کے بجائے عورت کی نماز فاسد ہو گی۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔
بعض لوگ عمرہ کے سفر اور مکہ ومدینہ میں قیام کے زمانہ میں آپس میں بہت لڑتے جھگڑتے ہیں، ذرا ذرا سی ناگوار اور طبیعت کے خلاف بات پیش آجانے پر لڑنا جھگڑنا شروع کردیتے ہیں۔
خاص طور پر جگہ لینے اور سامان وغیرہ رکھنے اور بیٹھنے اٹھنے، لیٹنے اور رہنے سہنے کے معاملات پر لڑتے جھگڑتے ہیں، حتیٰ کہ بعض لوگ تو اس قدر حد سے بڑھ جاتے ہیں کہ گالی گلوچ اور مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے، حالانکہ لڑنا جھگڑنا تو عام حالات میں بھی برا ہے اور عمرہ یا اس کے سفر کی وجہ سے اس گناہ کی قباحت وشناعت اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے، سفر کیسا ہی ہو مشقت تو اس میں ہوتی ہی ہے، اس لئے سفر میں غصہ تھوک کر اور آرام گھر میں چھوڑ کر جانا چاہئے اور اپنے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہئے اور ہر قدم پر تحمل، صبر وضبط اور ہمدردی وایثار سے کام لینا چاہئے۔
مسئلہ نمبر ۱۴...... مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اوقات کی قدر کرنی چاہئے، اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال میں مشغول رہنا چاہئے اور سیر وتفریح اور خرید وفروخت وغیرہ کے بجائے قیمتی اوقات میں زیادہ وقت خرچ کرنا چاہئے۔
بعض لوگوں کا پہلے سے مقصد سیر وتفریح اور خرید وفروخت کا تو نہیں ہوتا، لیکن وہاں جانے کے بعد چمک دمک دیکھ کر خواہ مخواہ بازاروں اور دوکانوں کے چکر کاٹتے ہیں کچھ خریدنا بھی نہ ہو، تب بھی ویسے ہی مختلف چیزوں کو دیکھ کر دل بہلاتے رہتے ہیں اور اس طرح اپنے قیمتی اوقات ضائع کردیتے ہیں، جس سے بچنا چاہئے۔
بہت سے لوگ حج کے سفر میں بھی مکہ ومدینہ میں قیام کے دوران ڈاڑھی مونڈنا نہیں چھوڑتے اور بے دھڑک ڈاڑھی مونڈتے رہتے ہیں۔
اس گناہ سے تو دوسرے اوقات ومقامات پر بھی بچنا چاہئے اور بطورِ خاص مکہ ومدینہ میں قیام

کے دوران بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر۱۵...... بعض لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کبوتروں اور دوسرے پرندوں کو اناج، چاول، باجرا وغیرہ ڈالنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سے لوگ حج وعمرہ پر جانے والوں کو اس غرض کے لئے رقم فراہم کرتے ہیں، پھر وہاں گلی کوچوں، راستوں اور بازاروں میں اور چلنے والوں کے پیروں کے نیچے اس رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے اور چلنے والوں بلکہ بعض اوقات مسجد حرام کے قریب نماز پڑھنے والوں کو رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، حتیٰ کہ صفائی کے لئے وہاں جاروب کشوں کو مقرر کرنا پڑتا ہے، اور بعض ناواقف اس کام کی منت اور نذر بھی مانتے ہیں، حالانکہ اگرچہ پرندوں کو کھلانا پلانا باعث اجر وثواب ہے، لیکن اس میں اتنا غلو کرنا جیسا کہ عام لوگوں نے سمجھا ہوا ہے، اور رزق کی بے ادبی کرانا اور دوسروں کو ایذاء و تکلیف پہنچانا، درست نہیں، لہٰذا اس طرح کی بے حرمتی اور غلو سے بچنا چاہئے، البتہ حدود کے اندر رہتے ہوئے ان خرابیوں سے بچ کر پرندوں کے لئے کھانے پینے کی اشیاء ایک طرف ڈالنے میں حرج نہیں بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور رزق کی بے ادبی اور ضیاع نہ ہو اور حد سے تجاوز بھی نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۱۶...... جب کعبہ کے باہر نماز باجماعت ادا کی جائے، اور مقتدی کعبہ کے اردگرد ہوں، تو کعبہ کے جس طرف امام کھڑا ہو، اس طرف کو چھوڑ کر کعبہ کے دوسرے اطراف میں اگر مقتدی کعبہ کے زیادہ قریب ہوں، اور کعبہ سے امام کا فاصلہ مقتدیوں کے مقابلہ میں زیادہ ہو، تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔

البتہ کعبہ کے جس طرف امام کھڑا ہو، اس طرف کھڑا ہونے والا کوئی مقتدی امام کے مقابلہ میں کعبہ کے زیادہ قریب کھڑا ہو، تو حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک اس کی نماز درست نہیں ہوتی۔ [1]

---

[1] اور مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی نماز درست ہو جاتی ہے۔

فرع: فی مذاهب العلماء فی تقدم موقف المأموم :قد ذكرنا أن الصحيح من مذهبنا أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۷...... مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے والے کے سامنے سے لوگوں کو گزرنا حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ مطاف میں طواف کرنے والوں کو گزرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، نیز کعبہ کے اردگرد دائرہ بنا کر لوگ نماز پڑھتے ہیں، اور کعبہ کا نماز باجماعت کے علاوہ ہر وقت طواف جاری رہتا ہے، نیز کعبہ میں ہر وقت لوگوں کی آمدورفت رہتی ہے، اس لئے ممانعت کی صورت میں لوگوں کو سخت مشکل اور تنگی لازم آتی ہے، اور حرج وتنگی شرعاً مرفوع ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۸...... جو شخص بیت اللہ کے قریب اور اس کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہا ہو، تو اس کو نماز میں عین بیت اللہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے، بیت اللہ کی سمت کی طرف رخ کر لینا، جبکہ عین بیت اللہ کی طرف رخ نہ ہو، کافی نہیں۔

اور اسی وجہ سے بیت اللہ کے قریب جب جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے، تو مقتدیوں کو سیدھی صفیں بنانے کے بجائے، اس طرح دائرہ کی شکل میں صفیں بنانا ضروری ہے کہ ہر مقتدی کا رُخ بعینہٖ بیت اللہ کی طرف ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... جو شخص مکہ یا حرم کی حدود میں اس طرح نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کو بیت اللہ نظر نہ آ رہا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو عین بیت اللہ کی طرف رُخ کرنا ضروری نہیں، بلکہ جس طرف بیت اللہ واقع ہے، اس کی سمت میں رخ کر لینا کافی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصلاة تبطل به وبه قال أبو حنيفة وأحمد وقال مالك واسحق وأبو ثور وداود يجوز هكذا حكاه أصحابنا عنهم مطلقا وحكاه ابن المنذر عن مالك واسحق وابى ثور إذا ضاق الموضع (المجموع شرح المهذب، ج۴، ص ۳۰۰، باب موقف الامام و المأموم)

المصلون حولها يجوز أن يتقدم منهم المأموم على الإمام، إن لم يكن في جانبه، على أن المالكية أجازوا تقدم المأموم على الإمام مطلقا، وكرهوه لغير ضرورة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۲۷۲، مادة "اختصاص")

[1] بلکہ حنابلہ کے نزدیک حرم کی ساری حدود میں نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے۔

اور جو شخص مکہ یا حرم کی حدود سے دور ہو، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس کو نماز میں اس سمت کی طرف رخ کر لینا کافی ہے، جس سمت میں بیتُ اللہ واقع ہے، خاص اور عین بیتُ اللہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ نمبر۲۰...... حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک بیتُ اللہ کی چھت پر چڑھ کر فرض اور نفل نماز پڑھنا بھی درست ہے۔

اگرچہ بلاضرورت بیتُ اللہ کی چھت پر چڑھنا مکروہ اور ادب کے خلاف ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بیتُ اللہ کی چھت پر فرض نماز صحیح نہیں ہوتی۔

اور مذکورہ حکم بیتُ اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کے بارے میں ہے، اور اگر بیتُ اللہ کی حدود سے دائیں بائیں کسی دوسری عمارت یا مسجدِ حرام کی چھت پر چڑھ کر نماز پڑھے، اور بیتُ اللہ کی طرف رخ کر لے، تو اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔

مسئلہ نمبر۲۱...... جمہور فقہائے کرام اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل کے بعد شروع ہو جاتا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی مشہور روایت کے مطابق عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے۔

اور ایک مثل کے بعد عصر کی نماز کا وقت شروع ہونے کے دلائل بھی انتہائی قوی ہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے، جس کے پیشِ نظر بعض مشائخِ حنفیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے، جبکہ بعض نے ضرورت کے وقت ایک مثل کے بعد بھی عصر کی نماز پڑھ لینے کی اجازت دی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وقتِ مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے، روایاتِ حدیث سے ثبوت مثل کا ہوتا ہے، دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں۔

بناء علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے (فتاویٰ رشیدیہ مبوب، صفحہ ۳۱۵، کتاب الصلاۃ، باب نماز کے وقتوں کا بیان)

اور حرمین شریفین میں عصر کی نماز ایک مثل کے بعد ادا کی جاتی ہے، اور بعض ہجوم کے اوقات میں ایک مثل کے بعد اذان کے فوراً بعد عصر کی نماز ادا کر لی جاتی ہے۔

اور حرمین شریفین میں باجماعت نماز پڑھنے کے عظیم الشان اور مخصوص فضائل کے پیشِ نظر عصر کی نماز ایک مثل کے بعد اور دو مثل سے پہلے باجماعت پڑھ لینا نہ صرف یہ کہ جائز، بلکہ افضل ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲......حرمین شریفین (مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی) میں فرض نمازوں کے اوقات میں نمازِ جنازہ بھی کثرت سے پڑھایا جاتا ہے۔

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کے بارے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک بلا عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، خواہ میت مسجد میں ہو، یا میت تو مسجد سے باہر ہو، اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے لوگ مسجد میں ہوں۔

اور اگر لوگ زیادہ ہوں، جن کا کسی اور جگہ سمانا مشکل ہو، تو پھر ایسی حالت میں مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا بعض مشائخِ حنفیہ کے نزدیک ناجائز تو نہیں ہوتا، مگر خلافِ اولیٰ ہوتا ہے۔

اور اگر بارش وغیرہ جیسے عذر کی وجہ سے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھا جائے، تو پھر خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہوتا، بشرطیکہ مسجد میت کے جسم سے نکلنے والی غلاظت سے محفوظ رہے۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک اگر میت کو مسجد سے باہر رکھ کر اس طرح جنازہ پڑھا جائے، کہ امام اور مقتدی مسجد میں ہوں، تو کوئی حرج نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک اگر میت کے جسم سے نکلنے والی غلاظت سے مسجد محفوظ ہو، تو پھر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز، اور شافعیہ کے نزدیک نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب ہے۔

اور مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں نمازیوں کی تعداد تقریباً ہر نماز میں اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان کا ان مساجد سے باہر سمانا مشکل ہوتا ہے۔

ایسی حالت میں حنفیہ کے نزدیک بھی وہاں نمازِ جنازہ میں شمولیت اختیار کرنے کی گنجائش

ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲۴۳...... حرم اور مکہ مکرمہ میں بعض متبرک ومقدس اور تاریخی مقامات کی زیارت کرنا بھی نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب ہے، بشرطیکہ اس میں بے جا غلو نہ کیا جائے، اور کسی قسم کی بدعات ومنکَرات کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

مثلاً جبلِ ثور (جس میں ہجرت کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پناہ حاصل کی تھی) اور غارِ حراء (جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا تھا) اور دارِ ارقم جو صفا کے قریب واقع ہے (اور یہ ابتدائے اسلام میں خاموش دعوتِ اسلام کا مرکز تھا، اور اسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے) اور مکہ مکرمہ کا مشہور قبرستان جس کو مقبرۃُ المعلاۃ، یا مقبرۃُ الحجون یا جنّتُ المعلّٰی کہا جاتا ہے (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کے دور سے لے کر آج تک ایک تاریخی قبرستان رہا ہے، اور اس میں کئی جلیلُ القدر صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام واولیائے کرام کی قبریں ہیں، اور اسی میں اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر بھی ہے)

مسئلہ نمبر ۲۴۴...... حرمین شریفین میں ہجوم کے زمانہ میں بعض اوقات نماز پڑھنے والے کو، زمین پر سجدہ کرنے کی جگہ نہیں ملتی، ایسی صورت میں اپنے سے آگے والے نمازی کی پشت پر سجدہ کر لینے کی گنجائش ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنٰى هٰذَا الْمَسْجِدَ وَنَحْنُ مَعَهٗ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ، فَإِذَا اشْتَدَّ الزِّحَامُ فَلْيَسْجُدِ الرَّجُلُ مِنْكُمْ عَلٰى ظَهْرِ أَخِيْهِ، وَرَأٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ فِي الطَّرِيْقِ، فَقَالَ: صَلُّوْا فِي

---

[۱] البتہ حنفیہ کے علاوہ دیگر بعض فقہائے کرام کے نزدیک نمازِ جنازہ میں صرف ایک طرف سلام پھیرنے کا حکم ہے، آج کل حرمین شریفین میں بھی اسی کے مطابق عمل کیا جاتا ہے، اور حنفی کو ایسے امام کی اقتداء میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کوئی ممانعت نہیں، مقتدی خود سے بھی دوسری طرف سلام پھیر سکتا ہے۔

الْمَسْجِدِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد (نبوی) کی بنیاد ڈالی، اور ہم مہاجرین اور انصار آپ کے ساتھ تھے، پس جب (نماز پڑھنے کی جگہ میں) ہجوم شدید ہوجائے، تو تم میں سے آدمی اپنے بھائی کی پشت پر سجدہ کرے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو راستہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ تم مسجد میں نماز پڑھو (مسند احمد)

اس روایت کی بناء پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے فرمایا کہ جب نماز پڑھنے کے دوران زیادہ رَش اور ہجوم ہو (جیسا کہ حج کے زمانہ میں مسجدِ حرام و مسجدِ نبوی میں ہوتا ہے) یا بارش یا برف باری وغیرہ کی وجہ سے مسجد کے اندر جگہ کی تنگی ہو، اور سب لوگوں کو سجدہ کی جگہ میں دشواری ہو، اور زمین پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو، تو نمازیوں کو اپنے سے آگے والے نمازیوں کی پشت پر سجدہ کرنا جائز بلکہ واجب ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۵...... آج کل حرمین شریفین میں رمضانُ المبارک کی مخصوص راتوں میں نمازِ تراویح کے علاوہ، صلاۃُ اللیل وغیرہ کے عنوان سے باجماعت نوافل کی نماز پڑھی جاتی ہے۔
حنفیہ کے نزدیک تراویح کی نماز باجماعت تو سنت ہے، اور عام نوافل بڑے مجمع میں پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا حنفیہ کے اصل قواعد کے مطابق حرمین شریفین کی نوافل کی جماعت میں

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

[2] إذا زحم المأموم وتعذر علیه السجود علی الأرض متابعة للإمام، وقدر علی السجود علی ظهر إنسان أو دابة، فهل یلزمه السجود علی ذلک؟ اختلف فیه الأئمة .فذهب الحنفیة والشافعیة والحنابلة إلی :أنه یلزمه أن یسجد علی ما یمکنه السجود علیه، وإن کان علی ظهر إنسان أو قدمه؛ لتمکنه من المتابعة، ولخبر إذا اشتد الزحام فلیسجد أحدکم علی ظهر أخیه فإن لم یسجد فمتخلف عن المتابعة بغیر عذر عند الأئمة المذکورین .وعند المالکیة :لا یجوز السجود علی ظهر الإنسان، فإن سجد أعاد الصلاة .ویستدلون لذلک بقول النبی صلی الله علیه وسلم :مکن جبهتک من الأرض ولا یحصل التمکین من الأرض فی حالة السجود علی ظهر إنسان .أما إذا لم یتمکن من السجود مطلقا، فهل یخرج عن المتابعة أو ینتظر (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۱۱، ص ۲۳۴، مادة "تزاحم")

شرکت مکروہ ہے۔

لیکن شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اس طرح نوافل کی جماعت اوراس میں شرکت جائز ہے، لہٰذا ان فقہائے کرام کے قول پر عمل کرتے ہوئے حرمین شریفین کی قیامُ اللیل والی جماعت میں شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ حرم شریف اور ماہِ رمضان کی برکات کے پیشِ نظر باعثِ فضیلت ہے۔

اوراس جماعت میں اگر کوئی شرکت کرے، تو راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ کراہت وممانعت نہیں، لیکن اگر کوئی شرکت نہ کرے، اوروہ اپنے مقام یا رہائش گاہ پر جا کر خلوت وتنہائی میں عبادت یا رات کو آرام کرے، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ [1]

---

[1] قد سبق أن النوافل لا تشرع الجماعة فيها إلا في العيدين والكسوفين والاستسقاء وكذا التراويح والوتر بعدها إذا قلنا بالأصح إن الجماعة فيها أفضل وأما باقى النوافل كالسنن الراتبة مع الفرائض والضحى والنوافل المطلقة فلا تشرع فيها الجماعة أى لا تستحب لكن لو صلاها جماعة جاز ولا يقال إنه مكروه وقد نص الشافعى رحمه الله فى مختصرى البويطى والربيع على أنه لا بأس بالجماعة فى النافلة ودليل جوازها جماعة أحاديث كثيرة فى الصحيح منها حديث عتبان ابن مالك رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم "جاء ه فى بيته بعد ما اشتد النهار ومعه أبو بكر رضى الله عنه فقال النبى صلى الله عليه وسلم أين تحب أن أصلى من بيتك فأشرت إلى المكان الذى أحب أن يصلى فيه فقام وصففنا خلفه ثم سلم وسلمنا حين سلم "رواه البخارى ومسلم وثبتت الجماعة فى النافلة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من رواية ابن عباس وأنس بن مالك وابن مسعود وحذيفة رضى الله عنهم وأحاديثهم كلها فى الصحيحين إلا حديث حذيفة ففى مسلم فقط والله أعلم (المجموع شرح المهذب، ج۴، ص۵۵، باب صلاة التطوع)

وبقية التطوعات تجوز جماعة وفرادى عند الشافعية والحنابلة، وتكره جماعة عند الحنفية إذا كانت على سبيل التداعى، وعند المالكية الجماعة فى الشفع والوتر سنة والفجر خلاف الأولى .أما غير ذلك فيجوز فعله جماعة، إلا أن تكثر الجماعة أو يشتهر المكان فتكره الجماعة حذر الرياء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲ ،ص۱۵۵ ،ماده تطوع،ما تسن له الجماعة من صلاة التطوع)

ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يجوز التطوع جماعة وفرادى؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم فعل الأمرين كليهما .والأفضل فى غير التراويح المنزل، لحديث :عليكم بالصلاة فى بيوتكم، فإن خير صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة.وفى رواية :صلاة المرء فى بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هذا إلا المكتوبة.ولكن إذا كان فى بيته ما يشغل باله، ويقلل خشوعه، فالأفضل أن يصليها فى المسجد فرادى؛ لأن اعتبار الخشوع أرجح.ونص الحنفية على كراهة الجماعة فى التطوع إذا كان على سبيل التداعى، بأن يقتدى أربعة بواحد. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۶...... ماہِ رمضان المبارک میں حرمین شریفین میں جو ائمہ وتر کی نماز پڑھاتے ہیں، وہ عام طور پر وتر کی دوسری رکعت پر سلام پھیر کر تیسری رکعت الگ سے پڑھتے ہیں، اور وہ حضرات وتر کی نماز کو سنت نماز سمجھتے ہیں۔

بہت سے حنفی علمائے کرام کے نزدیک ایسے ائمہ کی اقتداء میں حنفی مقتدی کو وتر کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہوتا، جو امام وتر کی نماز کو سنت سمجھے، یا دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

لیکن بعض علمائے کرام کے نزدیک ایسے امام کی اقتداء میں وتر کی نماز پڑھنے کی گنجائش ہوتی ہے، اور دلائل میں غور وفکر کرنے سے یہ قول ہمیں زیادہ قوی اور راجح معلوم ہوتا ہے، لہٰذا حرمین شریفین میں وتروں کی جماعت میں شریک ہو کر وتر کی نماز پڑھنا جائز ہے، اور اگر امام دعائے قنوت میں دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے، تو مقتدی کو ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں، لیکن اگر مقتدی ہاتھ اٹھالے، تو بھی نماز میں خرابی پیدا نہیں ہوتی ''خصوصاً علی قول ابی یوسف''

تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''غیر حنفی کی اقتداء میں نماز کا حکم'' جدید ایڈیشن

مسئلہ نمبر ۲۷...... مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے کو اپنے جوتے محفوظ جگہ رکھنا چاہئے، تاکہ واپسی پر کسی قسم کی دشواری نہ ہو، کیونکہ مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے دروازوں پر چھوڑے ہوئے جوتے عموماً تبدیل ہو جاتے ہیں، یا پھر زیادہ جوتے جمع ہونے پر حکومت کی طرف سے ان کو اٹھا دیا جاتا ہے، اور یہاں جوتے جمع ہونے سے داخل ہونے والوں کو بھی خلل آ تا ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وصرح المالكية بأنه يكره الجمع فى النافلة غير التراويح إن كثرت الجماعة، سواء كان المكان الذى أريد الجمع فيه مشتهرا كالمسجد، أو لا كالبيت، أو قلت الجماعة وكان المكان مشتهرا، وذلك لخوف الرياء. فإن قلت وكان المكان غير مشتهر فلا كراهة، إلا فى الأوقات التى صرح العلماء ببدعة الجمع فيها، كليلة النصف من شعبان، وأول جمعة من رجب، وليلة عاشوراء، فإنه لا خلاف فى الكراهة مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص ۱۲۲، ماده قيام الليل، الاجتماع لقيام الليل)

(فصل نمبر۱۶)

مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی سے متعلق متفرق احکام

حج وعمرہ کرنے والے حضرات عام طور پر مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی میں بھی حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جو انتہائی مبارک عمل ہے، اس لئے مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی سے متعلق بھی چند اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱...... کئی صحیح احادیث کی رو سے مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب دوسری مساجد کے مقابلہ میں ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔

جبکہ مسجدِ حرام یا مسجدِ بیت اللہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (بخاری، رقم الحدیث ۱۱۹۰)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے، سوائے مسجدِ حرام کے (کہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب دوسری عام مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ درجہ بہتر ہے) (بخاری)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ہے، جبکہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔

---

[1] کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ.

البتہ ایک روایت میں مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

مگر اولاً تو اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، بعض حضرات نے اس حدیث کو شدید منکر تک بھی قرار دیا ہے، اور اس روایت کی کسی دوسری روایت سے تائید بھی نہیں ہوتی، بلکہ دوسری کثیر اور صحیح احادیث اس کے خلاف ہیں، اور ان میں مسجدِ نبوی میں پچاس ہزار کے بجائے ایک ہزار نمازوں کے برابر ثواب حاصل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

اس لئے اس ضعیف اور بعض حضرات کے بقول شدید ضعیف ومنکر روایت کو دوسری صحیح اور کثیر روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول کرنا مشکل ہے، اگرچہ موجودہ دور کے بہت سے اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے، اور اسی وجہ سے بہت سے عوام میں مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار گُنا ہونا مشہور ہے، بلکہ اس کا پختہ عقیدہ بنا ہوا ہے، جو کہ درست نہیں ہے، اور اس عقیدہ کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ [2]

تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام''

مسئلہ نمبر۲...... مسجدِ نبوی میں ایک نماز کی فضیلت جو ہزار نمازوں کی فضیلت کے برابر حاصل ہوتی ہے، اس فضیلت کے فرض نماز سے متعلق ہونے میں تو شبہ نہیں۔

---

[1] حدثنا هشام بن عمار قال :حدثنا أبو الخطاب الدمشقى قال :حدثنا رزيق أبو عبد الله الألهانى، عن أنس بن مالک، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاة الرجل فى بيته بصلاة، وصلاته فى مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة، وصلاته فى المسجد الذى يجمع فيه بخمس مائة صلاة، وصلاته فى المسجد الأقصى بخمسين ألف صلاة، وصلاته فى مسجدى بخمسين ألف صلاة، وصلاة فى المسجد الحرام بمائة ألف صلاة (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۴۱۳)

[2] والذى يظهر بعد التامل الصادق، هو قبول الضعيف فى ثبوت الاستحسان وجوازه، فاذا دل حديث ضعيف على استحباب شيئ او جوازه، ولم يدل دليل آخر صحيح عليه، وليس هناک مايعارضه ورجح عليه، قبل ذلک الحديث وجاز العمل بما افاده واقول باستحباب مادل عليه او جوازه(ظفر الأمانى فى مختصر الجرجانى فى مصطلح الحديث، ص ۱۹۸، لمولانا عبدالحيى اللكنوى رحمه الله)

اور جہاں تک نفل اور سنت نمازوں کی فضیلت کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض فقہائے کرام اس بات کے قائل ہیں کہ مسجدِ نبوی میں جس طرح مذکورہ فضیلت فرض نمازیں پڑھ کر حاصل ہوتی ہے، اسی طرح سنت اور نفل نمازیں پڑھ کر بھی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ احادیث میں فرض نمازوں کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔

جبکہ بعض فقہائے کرام اس بات کے قائل ہیں کہ مسجدِ نبوی میں مذکورہ فضیلت صرف فرض نمازیں پڑھ کر حاصل ہوتی ہے، سنت اور نفل نمازیں پڑھ کر حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح احادیث کی رُو سے سنت اور نفل نمازوں کا گھروں اور رہائش گاہوں میں پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

اسی طرح خواتین کو بھی مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے بغیر وہاں اپنے گھروں اور رہائش گاہوں میں باپردہ رہ کر نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں مسجدِ نبوی کے اندر چالیس نمازیں پڑھنے کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ عمل کرنے والے کے لئے آگ اور نفاق سے براءت اور عذاب سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔

مگر اس حدیث کی سند کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔

لیکن اس کے برعکس کئی محدثین نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے۔

اگر اس کی سند کو ضعیف بھی قرار دیا جائے، تب بھی چالیس نمازوں کی فضیلت کی حد تک اس حدیث کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] اور مالکیہ نے اہلِ مدینہ اور غیر اہلِ مدینہ کے اعتبار سے مسجدِ نبوی میں نماز کی فضیلت کا فرق کیا ہے، چنانچہ جو اہلِ مدینہ یعنی مدینہ کے باشندے ہیں، ان کو تو اپنے گھروں میں سنت ونفل نمازوں کے پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے، البتہ سنتِ مؤکدہ اور ایسی نمازیں کہ جن میں جماعت کرنا مسنون ومشروع ہے، ان کے مسجدِ نبوی میں ادا کرنے کی زیادہ فضیلت ہے۔

اور جو مدینہ منورہ سے باہر کے اجنبی اور مسافر لوگ ہیں، ان کے لئے عام سنت اور نفل نمازوں کا مسجدِ نبوی میں ہی پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

اور چالیس فرض نمازوں کے آٹھ دن بنتے ہیں، یعنی چالیس فرض نمازوں کی تعداد آٹھ دنوں میں مکمل ہوجاتی ہے۔

اور صحیح اور کثیر احادیث سے مسجدِ نبوی میں پڑھی جانے والی ایک نماز کا ثواب ہزار گنا زیادہ ہونا ثابت ہے، جس کی رُو سے مسجدِ نبوی میں کم از کم دو رکعتیں پڑھنا بھی انتہائی عظیم فضیلت واہمیت سے خالی نہیں۔

اسی لئے بعض روایات میں مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے کو وہاں سے باہر نکلنے سے پہلے مسجدِ نبوی میں کم از کم دو رکعت پڑھنے کا حکم آیا ہے۔

لیکن چالیس نمازیں مسجدِ نبوی میں پڑھنے کی جو فضیلت مذکورہ حدیث میں بیان کی گئی ہے، اس کو مسجدِ نبوی کی نمازوں کی فضیلت کی حد تک تو تسلیم کیا جاسکتا ہے، مگر اس سلسلہ میں یہ عقیدہ رکھنا مناسب نہیں کہ وہاں چالیس نمازیں پڑھنے سے بہرحال جہنم اور نفاق سے برائت اور عذاب سے نجات حاصل ہوجاتی ہے۔

تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام''

مسئلہ نمبر ۴...... مسجدِ نبوی کی غرض سے سفر کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ صحیح احادیث کی رُو سے باعثِ ثواب ہے، جس کے دلائل اور تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵...... مسجدِ نبوی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حجرے (یا آپ کی قبر مبارک) کے درمیان والی جگہ بڑی بابرکت اور باعثِ فضیلت ہے، جس کو احادیث میں ''رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ'' یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دیا گیا ہے۔

ان احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ جس شخص کا مسجدِ نبوی میں جانے کا ارادہ ہو، تو اس کے لئے مستحب ہے کہ ریاض الجنہ میں حاضر ہونے کے ارادہ سے مسجدِ نبوی میں داخل ہو، جس کا مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے

درمیان ہے، اور اگر بآسانی ممکن ہو تو منبر کے قریب دو رکعتیں تحیۃ المسجد کی ادا کرے۔
اور مسجدِ نبوی میں داخل ہونے والے کے لئے اعتکاف کی نیت کر لینا بھی بہتر ہے، کیونکہ مسجدِ نبوی میں اعتکاف کی فضیلت دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے، اور مسجدِ حرام کے اعتکاف کی فضیلت اور بھی زیادہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۶ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت اہم اور بڑے فضیلت والے اعمال میں سے ہے، اور یہ اکثر و جمہور اہلِ علم حضرات کے نزدیک سنت و مستحب اعمال میں سے ہے، جبکہ بعض حضرات نے اس کو سنتِ مؤکدہ کے قریب قرار دیا ہے۔
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی فضیلت مختلف احادیث و روایات میں مذکور ہے، جن میں سے اگرچہ بعض روایات سند کے لحاظ سے غیر صحیح، موضوع یا شدید ضعیف و کمزور ہیں، لیکن بعض روایات اتنی شدید ضعیف و کمزور نہیں ہیں، اور وہ روایات ایک دوسرے کی تائید کرنے کی وجہ سے صحیح یا کم از کم حسن و مقبول درجہ حاصل کر لیتی ہیں، اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی فضیلت کے ثابت ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔
نیز فی نفسہٖ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنا باوجودیکہ انتہائی مبارک اور فضیلت والا عمل ہے، لیکن اس کا درجہ حج کے فرض کی طرح نہیں ہے، بلکہ جمہور اہلِ علم حضرات کے نزدیک سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے۔
پس جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی حاضری کو حج کی طرح فرض یا ضروری سمجھتے ہیں، یا نعوذ باللہ تعالیٰ اس کو حج پر بھی ترجیح دیتے ہیں، یہ طرزِ عمل غلو اور حد سے تجاوز میں داخل ہے۔
اور اس کے برعکس جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں، اور اس سے بڑھ کر نعوذ باللہ تعالیٰ اس کو بدعت خیال کرتے ہیں، یہ طرزِ عمل بھی اعتدال پر مبنی نہیں ہے، اور حق و اعتدال ان دونوں طریقوں کے درمیان ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی

جا چکی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... صحیح احادیث میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اپنی قبور مبارک میں زندہ ہونے اور بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قبر مبارک میں زندہ ہونے اور قبر مبارک کے پاس آ کر آپ کو سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینے کی وضاحت پائی جاتی ہے، لہٰذا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا چاہئے، اور اس کی تفصیلات وکیفیات کے حوالہ سے جو بات سمجھ نہ آئے، اسے اللہ کے حوالہ کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں بلاوجہ کھود کرید اور بحث ومباحثہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۸...... مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مسجدِ نبوی میں داخل ہو کر نماز پڑھنے کے عظیم ثواب کو حاصل کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کی نیت کرے۔

اور اگر بسہولت ممکن ہو تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کر کے صاف سُتھرا لباس پہن لے۔

اور مدینہ منورہ میں جب تک قیام رہے، اس وقت تک مسجدِ نبوی میں با جماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت اور سلام پیش کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کی بھی زیارت کرے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے دائیں جانب تقریباً ایک ہاتھ کے فاصلے پر واقع ہے، اور پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کی بھی زیارت کرے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کے دائیں جانب تقریباً ایک ہاتھ کے فاصلے پر واقع ہے۔

---

[1] اور اگر کوئی حج وعمرہ کر چکا ہے، اور وہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی غرض سے سفر کرے، اور اس سفر میں حج وعمرہ کچھ نہ کرے، اور نہ ہی حرم کی حدود میں داخل ہو، تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں، بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے، وہ الگ بات ہے کہ اس سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا ثواب تو حاصل ہوگا، مگر حج وعمرہ کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۹ ...... مسجدِ نبوی میں داخل ہونے والے کے لئے دوسری مسجدوں کی طرح پہلے دایاں قدم اندر رکھنا چاہیئے، اور اس کے بعد بایاں قدم اور مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے وقت یہ دعاء پڑھ لینی چاہیئے کہ:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

اور مکروہ وقت نہ ہو، تو مسجدِ نبوی میں داخل ہوکر دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھ لینا بہتر ہے۔

اور اس کے بعد اس حجرہ کی طرف بڑھنا چاہیئے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے، اور بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے اس طرف کھڑا ہو، جس طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اور چہرہ مبارک ہے، جس کا بہتر طریقہ اہلِ علم حضرات نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قبلہ کی طرف پشت کرلے، اور قبر کی طرف رخ کرلے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے باہر جو ساتھ ساتھ تین سوراخ بنے ہوئے ہیں، ان میں پہلے بائیں سوراخ کے سامنے کھڑا ہو، اور آہستہ آواز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے، اور اس کے بعد درود شریف پڑھے، اور جن الفاظ میں نماز کے قعدۂ اخیرہ میں صلاۃ وسلام پڑھا جاتا ہے، ان الفاظ میں صلاۃ وسلام پڑھنا زیادہ بہتر ہے، اور اُس سلام کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. [1]

---

[1] حدیث شریف میں مندرجہ بالا الفاظ میں سلام پڑھنے کے متعلق یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جن الفاظ کے ذریعہ سے آسمان اور زمین کے ہر نیک وصالح بندے پر بھی سلام ہوجاتا ہے۔

اس لئے روضۂ مبارک پر مندرجہ بالا الفاظ میں سلام پڑھتے وقت نبی ﷺ کے ساتھ، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر سلام کی بطورِ خاص نیت کی جاسکتی ہے، بلکہ ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابۂ کرام کی بھی۔

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، قال :كنا نقول :التحية فى الصلاة، ونسمى، ويسلم بعضنا على بعض، فسمعه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال " :قولوا: التحيات لله والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اُس درود شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌمَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌمَّجِیْدٌ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد جو چاہے اللہ سے دعاء کرے، مگر قبر مبارک کی طرف دعاء کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے، تو بہتر ہے، تا کہ دوسرے لوگوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء کر رہا ہے، اگر چہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس کی اجازت دی ہے۔

تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم''

پھر اس کے بعد تھوڑا سا دائیں طرف ہٹ کر پہلے سوراخ کے ساتھ والے سوراخ کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرے، کیونکہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح واقع ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے کے قریب ہے۔

پھر اس کے بعد تھوڑا سا دائیں طرف ہٹ کر درمیانی سوراخ کے ساتھ والے سوراخ کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرے۔

پھر اس کے بعد اگر بآسانی ممکن ہو، تو واپس پہلے والے سوراخ کی طرف لوٹ کر آجائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت طلب کرتے ہوئے اللہ سے دعاء کرے۔

اور اس پورے موقع پر اس چیز کا بڑا لحاظ کرے کہ کسی کو آپ کی وجہ سے ایذاء و تکلیف نہ پہنچے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، فإنكم إذا فعلتم ذلك فقد سلمتم على كل عبد لله صالح فى السماء والأرض (بخارى، رقم الحديث ١٢٠٢)

اور اگر ہجوم کی وجہ سے روضہ مبارک قریب جانا یا مذکورہ تفصیل وترتیب کے مطابق عمل کرنا مشکل ہو، تو بآسانی جہاں موقع مل جائے وہیں کھڑے ہو کر سلام اور درود پڑھ لینا چاہئے۔

مسئلہ نمبر۱۰...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے وقت خلافِ شرع اور بے ادبی والے کاموں سے بچنا چاہئے۔

چنانچہ زیارت کے وقت غیر معمولی ہجوم اکٹھا کرنا بطورِ خاص جبکہ وہ ہجوم بھی عورتوں کا ہو، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام یا درود پڑھتے وقت یا وہاں پر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے وقت آواز کو بلند کرنا آداب کے خلاف ہے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک یا باہر کی جالیوں کو چومنا، چاٹنا یا اس کے ساتھ جسم یا لباس ورومال یا تسبیح وغیرہ کو لگانا اور قبر کو سجدہ کرنا بھی آداب بلکہ شرعی احکام کے خلاف ہے۔

بعض ناواقف روضہ کو سجدہ تک کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔

بعض لوگ بہت بلند آواز سے چیخ چیخ کر درود وسلام پڑھتے ہیں اور شور کرتے ہیں، یہ بھی خلافِ ادب ہے، نہ تو زیادہ چیخنا چاہئے اور نہ ہی بہت زیادہ آہستہ پڑھنا چاہئے، بلکہ درمیانی آواز سے اس طرح درود وسلام پڑھنا چاہئے کہ بے ادبی نہ ہو اور کسی دوسرے کو بھی خلل وایذاء نہ ہو۔

بعض جوشیلے حضرات ایک مرتبہ روضہ کے قریب پہنچ کر کسی طرح ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتے اور وہیں جم کر کھڑے یا بیٹھے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے ہجوم کے زمانہ میں دوسرے لوگوں کو روضہ کے قریب آنے کا موقع نہیں مل پاتا اور وہ پریشان رہتے ہیں یہ طریقہ بھی صحیح نہیں، دوسرے لوگوں کو بھی موقع دینا چاہئے، البتہ اگر ہجوم زیادہ نہ ہو اور دوسروں کو پریشانی نہ ہو، تو پھر زیادہ ٹھہرنے میں بھی حرج نہیں۔

بعض لوگ روضہ کے قریب، ریاض الجنۃ اور اصحابِ صفہ کے چبوترہ پر اور اسی طرح مسجد نبوی

میں بیٹھ کر آپس میں دنیوی باتیں اور ادھر ادھر کی گپ شپ میں مشغول ہو جاتے ہیں، یہ امور تو عام مسجدوں میں بھی منع ہیں پھر ان متبرک مقامات پر کیونکر جائز ہوں گے۔

بعض لوگ روضہ پر یا ریاض الجنہ میں ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہیں، دھکے دیتے ہیں اور زبان سے بھی ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں، جو کسی طرح بھی جائز نہیں، حدود کے اندر رہتے ہوئے قریب جانے کا موقع مل جائے تو خیر! ورنہ لڑ جھگڑ کر قریب جانے سے بہتر ہے کہ دور رہتے ہوئے جہاں بھی موقع ملے، وہیں سے درود وسلام پڑھ لیا جائے۔

بعض خواتین روضۂ اقدس پر حاضری کے لئے ایسی بھاگ دوڑ، ہاپا پیٹی اور چیخ وپکار کرتی ہیں کہ کان پڑی سنائی نہیں دیتی اور کچھ خواتین گر پڑتی ہیں یہ سخت گناہ اور بے ادبی کی بات ہے، اصل چیز اخلاص اور ادب ہے۔

اگر اخلاص وادب ہے تو پھر بامرِ مجبوری کچھ دُور رہتے ہوئے بھی وہی فائدہ ہوگا جو قریب سے ہوتا اور ادب واخلاص نہیں تو پھر قریب سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ اندیشہ ہے کہ اس بے ادبی کے نتیجہ میں فائدہ کے بجائے الٹا نقصان اور محرومی ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... بعض خواتین مدینہ منورہ میں پردہ نہیں کرتیں، بلکہ نامحرموں سے کھلے عام گپ شپ اور ہنسی مذاق میں مشغول رہتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ ہے؟

جبکہ اولاً تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں خواتین کا پردہ کرنا ثابت ہے، دوسرے وہاں پر موجود تمام اجنبی لوگ کیا نامحرم نہیں؟ ان سے پردہ کیوں نہیں کرتیں؟

غرضیکہ اس طرح کے حیلوں سے مدینہ منورہ جیسے بابرکت مقام پر بے پردگی اور بے حیائی جائز نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ نمبر ۱۲...... خواتین اگر مخصوص ایام میں ہوں، تو انہیں اس حالت میں درود وسلام پڑھنا جائز ہے، لیکن انہیں اس حالت میں مسجدِ نبوی کی اندرونی حدود میں داخل ہونا جائز نہیں، البتہ

اگر وہ مسجدِ نبوی سے باہر کے حصہ میں روضہ کے قریب باپردہ طریقہ پر حاضر ہوکر درود وسلام پڑھیں، تو اس کی ممانعت نہیں، اور اگر اس حالت میں وہاں اپنی رہائش گاہ پر باپردہ طریقہ پر رہتے ہوئے درود وسلام کی کثرت کریں، تو بھی درست اور باعثِ فضیلت ہے، کیونکہ خواتین کو مدینہ منورہ میں اپنی رہائش گاہ پر نماز پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳ ...... مدینہ منورہ میں گناہوں اور خاص کر بدعات سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ قابلِ احترام ہے، جبلِ عیر سے جبلِ ثور تک (ذوالحلیفہ کے پاس جبلِ عیر اور جبلِ اُحد کے پیچھے جبلِ ثور واقع ہے)

پس جس شخص نے اس حصہ میں بدعت پیدا کی، یا کسی بدعتی کو پناہ دی، تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اس کی طرف سے نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوگی، اور نہ ہی کوئی نفل عبادت قبول ہوگی (مسلم)

مسئلہ نمبر ۱۴ ...... جس صحیح العقیدہ، مومن کی مدینہ منورہ میں موت واقع ہوجائے، تو یہ اس کے لئے فضیلت کا باعث ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّمُوْتَ

---

[1] رقم الحديث ۴۶۷ "۱۳۷۰" كتاب الحج، باب فضل المدينة، ودعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة، وبيان تحريمها، وتحريم صيدها وشجرها، وبيان حدود حرمها.

بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَفْعَلْ، فَإِنِّىْ أَشْفَعُ لِمَنْ مَاتَ بِهَا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے مدینہ میں فوت ہوجانے کی استطاعت رکھے، تو اسے چاہئے کہ ایسا کرلے، کیونکہ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا، جو مدینہ میں فوت ہوگا (مسنداحمد)

مسئلہ نمبر ۱۵...... مدینہ منورہ میں حاضر ہونے والے کو چاہئے کہ اگر اسے کوئی عذر نہ ہو، تو مدینہ منورہ میں واقع مسجدِ قباء میں جا کر حسبِ توفیق دو یا چار رکعتیں پڑھے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجدِ قباء میں پیدل اور سوار ہوکر تشریف لاتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کیا کرتے تھے (بخاری)

حضرت اُسید بن ظُہیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصَّلَاةُ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ (سنن الترمذی) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کرنے کی طرح (فضیلت کا باعث) ہے (ترمذی)

---

[1] رقم الحديث ۵۴۳۷.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاری (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۱۱۹۳، كتاب التهجد، باب من أتى مسجد قباء كل سبت.

[3] رقم الحديث ۳۲۴، ابواب الصلاة، باب ما جاء فی الصلاة فی مسجد قباء.

قال الترمذی: وفی الباب عن سهل بن حنيف، حديث أسيد حديث حسن صحيح، ولا نعرف لأسيد بن ظهير شيئا يصح غير هذا الحديث، ولا نعرفه إلا من حديث أبی أسامة، عن عبد الحميد بن جعفر، وأبو الأبرد اسمه زياد مدينی.

مسئلہ نمبر ۱۶...... مدینہ منورہ میں واقع جبلِ اُحد کی بھی احادیث میں فضیلت آئی ہے، اس لئے اس کی زیارت کرنا بھی فضیلت سے خالی نہیں۔

چنانچہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، حَتّٰى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ : هٰذِهِ طَابَةٌ، وَهٰذَا أُحُدٌ، جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ

(بخاری، رقم الحدیث ۴۴۲۲، کتاب المغازی)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس آئے، یہاں تک کہ جب ہم مدینہ میں داخل ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پاکیزہ جگہ ہے، اور یہ احد پہاڑ ہے، جو کہ ہم سے محبت رکھتا ہے، اور ہم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں (بخاری)

جبلِ اُحد کے دامن میں اُحد کے شہداء کی قبریں بھی واقع ہیں، جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر بھی ہے، اُن کی بھی زیارت کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... مدینہ منورہ کی کھجوروں اور خاص کر عجوہ کھجور کی بڑی فضیلت واہمیت ہے۔

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتِ عَجْوَةٍ مِنْ بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ عَلَى الرِّيْقِ، لَمْ يَضُرَّهُ يَوْمَهُ ذٰلِكَ شَيْءٌ حَتّٰى يُمْسِيَ، قَالَ فُلَيْحٌ: وَأَظُنُّهُ قَالَ: وَإِنْ أَكَلَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يُصْبِحَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۴۲)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح نہار منہ، مدینہ منورہ کے دونوں اطراف میں کی (یعنی مدینہ شہر کے حصہ کی) عجوہ کھجور کے سات دانے

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

کھائے، تو اس دن شام تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی، راوی کا گمان ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر شام کو کھالے تو صبح تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی (مسند احمد)

بعض اطباء نے عام کھجوروں اور بطورِ خاص عجوہ کھجور کے استعمال کو دل کی بیماریوں کے لئے مفید قرار دیا ہے۔

اور موجودہ دور میں عجوہ کھجور کی گٹھلیوں کے سفوف کے ذریعہ سے کئی دل کے مریض شفایاب ہو چکے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... مدینہ منورہ میں حاضر ہونے والے کو بقیع نامی قبرستان میں حاضر ہونا بھی مستحب ہے، جس میں جلیل القدر صحابۂ کرام وتابعینِ عظام اور بے شمار اولیائے کرام کی قبریں ہیں، مگر یہاں خلافِ شرع حرکات کے ارتکاب سے بچنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بقیع قبرستان میں داخل ہو کر یہ دعاء پڑھنا ثابت ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم)

ترجمہ: سلام ہو تم پر مومنین کی قوم کے گھر والو، اور تمہارے پاس کل تمہارے وعدے کی چیزیں آئیں گی، جس کی تمہارے لئے مدت مقرر کی گئی ہے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع قبرستان والوں کی مغفرت فرمادیجئے۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... جب مدینہ منورہ سے واپسی کا ارادہ کرے، تو بہتر یہ ہے کہ آخری مرتبہ مسجدِ نبوی میں جا کر نماز پڑھے، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات اور اپنی گھر میں بخیر وعافیت واپسی اور دوبارہ زیارت کی توفیق حاصل ہونے کے لئے دعاء کرے، اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام پیش کرے۔

مسئلہ نمبر ۲۰...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہونے والے کو دوسرے شخص کا اپنی طرف سے سلام پیش کرنے کا کہنا اور حاضر ہونے والا کا دوسرے کی طرف سے سلام پیش کرنا مثلاً یہ کہنا کہ ''السلام عن فلان'' فی نفسہٖ جائز ہے، جس طرح کہ یہ بھی جائز ہے کہ کسی مسلمان کو اپنا سلام پیش کرنے کا کہا جائے۔ [1]

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرنا اس پر موقوف نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کے کسی بھی حصہ سے سلام پیش کیا جا سکتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتے ہیں، اور نماز کے قعدہ میں بھی ہر مومن شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقام پر رہتے ہوئے سلام پیش کرتا ہے۔ [2]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] عن ابن شهاب، قال أبو سلمة :إن عائشة رضى الله عنها، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما :يا عائش، هذا جبريل يقرئك السلام فقلت :وعليه السلام ورحمة الله وبركاته، ترى ما لا أرى تريد رسول الله صلى الله عليه وسلم(بخارى، رقم الحديث ۳۷۶۸)

[2] عن عبد الله بن السائب، عن زاذان، قال :قال عبد الله :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن لله فى الأرض ملائكة سياحين، يبلغونى من أمتى السلام (مسند احمد، رقم الحديث ۳۶۶۶)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

(خاتمہ)

عمرہ کے سفر سے واپسی پر طوافِ وداع کا حکم

طوافِ وداع یعنی رخصت ہوتے وقت طواف کرنے کا اصل حکم توحج کرنے والے کے لئے ہے۔

جہاں تک عمرہ کرنے والے کے لئے واپسی کے وقت طوافِ وداع کا تعلق ہے، تو حنفیہ کے نزدیک عمرہ کرنے والے کو واپسی کے وقت طوافِ وداع واجب یا سنت نہیں، البتہ بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عمرہ سے فارغ ہوکر واپس جانے والے کو طوافِ وداع واجب یا سنت ہے۔

بہرحال اختلاف سے بچنے کے لئے عمرہ کرنے والے کو بھی واپسی کے وقت ایک طواف کر لینا بہتر ہے، ضروری نہیں۔ [1]

---

[1] أن يكون قد أدى مناسک الحج مفردا أو متمتعا أو قارنا .فلا يجب على المعتمر عند الحنفية وحدهم، ولو كان آفاقيا، وكأنهم نظروا إلى المقصود، وهو ختم أعمال الحج، فلا يطلب من المعتمر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۵۷، مادة "حج")

ثم عليه طواف الوداع إذا أراد السفر من مكة -ولو كان مكيا -وجوبا عند الشافعية وسنة عند المالكية، ويجب عليه طواف الوداع عند الحنابلة إلا إن كان مكيا أو منزله فى الحرم، فلا يجب عليه الوداع، أما الحنفية فلا يجب عندهم طواف الوداع على المعتمر لكن يستحب خروجا من الخلاف؛ لأن طواف الوداع عندهم من مناسک الحج، شرع ليكون آخر عهده بالبيت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص۳۱۸، مادة "عمرة")

(ثم) إذا أراد السفر (طاف للصدر) أى الوداع (سبعة أشواط بلا رمل وسعى، وهو واجب إلا على أهل مكة) ومن فى حكمهم فلا يجب بل يندب كمن مكث بعده (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله إلا على أهل مكة) أفاد وجوبه على كل حاج آفاقى مفرد أو متمتع أو قارن بشرط كونه مدركا

﴿بقیه حاشیه اگلے صفحے پر ملاحظه فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ سنت وشریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق عمرۂ مقبول کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، اور بخشش ونجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

فقط۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

محمد رضوان

۳/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۶ھ 24/ مارچ/ 2015ء، بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مکلفا غیر معذور فلا یجب علی المکی، ولا علی المعتمر مطلقا، وفائت الحج والمحصر والمجنون والصبی والحائض والنفساء کما فی اللباب وغیرہ (قوله ومن فی حکمهم) أی ممن کان داخل المواقیت، وکذا من نوی الاستیطان قبل حل النفر کما مر (قوله فلا یجب إلخ) قال فی النهر: والمنفی عنهم إنما هو وجوبه لا ندبه.

وقد قال الثانی أحب إلی أن یطوف المکی طواف الصدر لأنه وضع لختم أفعال الحج، وهذا المعنی موجود فی حقهم (ردالمحتار، ج۲، ص۵۲۳، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزیارة)

ولیس علی المعتمرین من أهل الأفاق طواف الصدر أیضا لأن رکن العمرة هو الطواف فکیف یصیر رکنه تبعا له (تحفة الفقهاء، ج ا، ص ۴۱۰، کتاب المناسک، باب الاحرام)

فأما طواف الصدر فلا یجب علی المعتمر، وقال الحسن بن زیاد یجب علیه کذا ذکر الکرخی وجه قوله :إن طواف الصدر طواف الوداع والمعتمر یحتاج إلی الوداع، کالحاج(بدائع الصنائع، ج۲ص۲۲۷، کتاب الحج، العمرة)

(قوله ولیس للعمرة طواف الصدر) أی ؛ لأن الطواف رکن العمرة فکیف یصیر مثل رکنه تبعا له وفیه تأمل .ا هـ .کاکی(حاشیة الشلبی علی التبیین، ج۲ص۳۶، باب الاحرام)

إذا طاف للعمرة فهو أحوط وأبرأ للذمة؛ لأنک إذا طفت للوداع فی العمرة، لم یقل أحد إنک أخطأت، لکن إذا لم تطف قال لک من یوجب ذلک :إنک أخطأت، وحینئذ یکون الطائف مصیباً بکل حال، ومن لم یطف فإنه علی خطر، ومخطء علی قول بعض أهل العلم(مجموع فتاویٰ ورسائل للعثیمین، ج۲۳ص۳۲۵،کتاب المناسک، طواف الوداع فی الحج والعمرة)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: ارکانِ اسلام

حج کے اعمال ومناسک کے فضائل واحکام سے متعلق مفصَّل ومدلَّل کتاب

حج کی فرضیت، حج کی فضیلت، حج کی حکمت، حج کی قسمیں وصورتیں، عمرہ کا طریقہ، حج کا طریقہ، احرام، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، رَمی، طواف اور سعی وغیرہ کے مفصل ومدلل فضائل واحکام، حرمین شریفین سے متعلق متفرق فضائل واحکام، حج وعمرہ سے متعلق احادیث اور دعاؤں کی اسنادی وشرعی حیثیت، قرآن وسنت اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے چاروں فقہی مسالک کی روشنی میں باحوالہ بحثیں، جدید حالات کے تناظر میں مشکل اور پیچیدہ مسائل کا حل

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: ارکانِ اسلام

حج کا طریقہ

حج کرنے کا صحیح طریقہ، اور حج سے متعلق مختلف کوتاہیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ
اور حج اور اس کے مناسک سے متعلق مفصل احکام
احرام اور اس سے متعلق احکام، حج کی تینوں قسموں کے احکام، منیٰ، مزدلفہ، عرفات، رَمی، طواف، سعی، حلق وقصر، زمزم، حرمین شریفین، مسجدِ حرام، مدینہ منورہ، اور مسجد نبوی سے متعلق احکام

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان